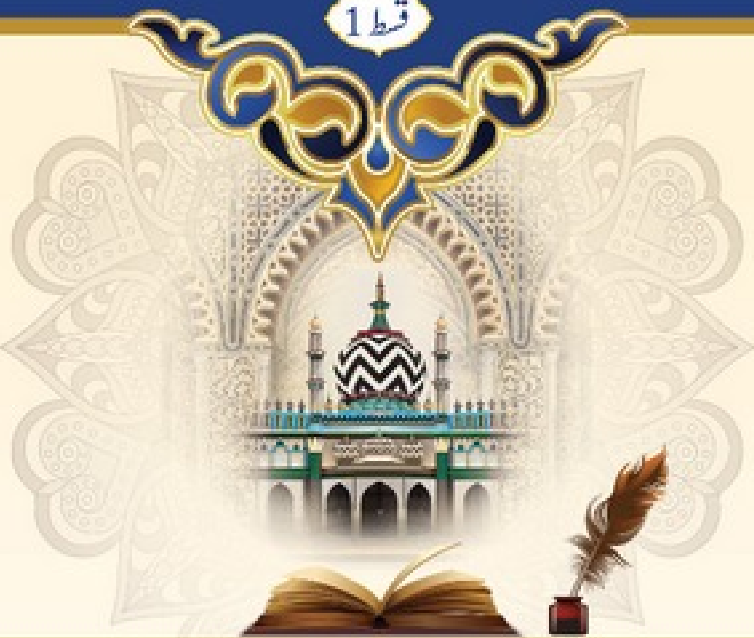
ماہنامہ فیضانِ مدینہ میں شائع شدہ فتاویٰ کا مجموعہ

مختصر فتاویٰ اہلِ سنّت

قسط 1



پیشکش:

مجلسِ افتاء

یادداشت

دورانِ مطالعہ ضرورتاً انڈر لائن کیجئے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرمالیجئے۔ اِنْ شَآءَاللہ عَزَّوَجَلَّ علم میں ترقّی ہوگی۔

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان

مُختصر
فتاویٰ اہلِ سُنّت

پیش کش: مجلسِ اِفتاء (دعوتِ اسلامی)

ناشر

مکتبۃُ المدینہ بابُ المدینہ کراچی

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہ وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللہ

نام کتاب : مختصر فتاویٰ اہلِ سنّت

پیشکش : مجلس اِفتاء (دعوتِ اسلامی)

پہلی بار : ذوالقعدہ ۱۴۴۰ھ، جولائی 2019ء تعداد: 5000 (پانچ ہزار)

ناشر : مَکْتَبَۃُ الْمَدِیْنَہ فیضانِ مدینہ محلہ سوداگران پُرانی سبزی منڈی کراچی

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

01	کراچی: فیضانِ مدینہ پرانی سبزی منڈی باب المدینہ کراچی	فون: UAN: +92 21 111 25 26 92
02	لاہور: داتا دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ	فون: 92 312 4968726
03	سردارآباد: (فیصل آباد) امین پور بازار	فون: 041-2632625
04	میرپور کشمیر: فیضانِ مدینہ چوک شہیداں میرپور	فون: 05827-437212
05	حیدرآباد: فیضانِ مدینہ آفندی ٹاؤن	فون: 022-2620123
06	ملتان: نزد پیپل والی مسجد اندرون بوہڑ گیٹ	فون: 061-4511192
07	راولپنڈی: فضل داد پلازہ کمیٹی چوک اقبال روڈ	فون: 051-5553765
08	نواب شاہ: چکرا بازار نزد MCB بینک	فون: 0244-4362145
09	سکھر: فیضانِ مدینہ مدینہ مارکیٹ بیراج روڈ	فون: 0310-3471026
10	گوجرانوالہ: فیضانِ مدینہ شیخوپورہ موڑ	فون: 055-4441616
11	گجرات: مکتبۃ المدینہ میلاد (فوارہ چوک)	فون: 0333-6261212 053-3512226

www.dawateislami.net, **E.mail**:ilmia@dawateislami.net

مدنی التجا: کسی اور کو یہ کتاب چھاپنے کی اِجازت نہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

دارُ الافتاء اہلسنّت کی دینی خدمات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ دارُ الافتاء اہلسنّت روز بروز ترقی کی منازل طے کرتا جارہا ہے۔ اس وقت دار الافتاء اہلسنّت، اس سے منسلک مفتیانِ کرام اور نائب مفتیانِ کرام و دیگر علماءِ کرام تحریری فتاویٰ، نیشنل و انٹر نیشنل فون نمبرز، واٹس اپ، ویب سائٹ، ای میل، مکتوبات کے جوابات، تربیتی اجتماعات، مدنی چینل، مدنی مشوروں، کتب کی تحریر و تفتیش اور سائلین سے بالمشافہ ملاقات کے ذریعے مسلمانوں کی شرعی رہنمائی میں مشغول ہیں۔ جسکی تفصیل درج ذیل ہے:

(1) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ تادمِ تحریر دار الافتاء کی گیارہ شاخوں سے ماہانہ کم و بیش سات سو(700) تحریری فتاویٰ جاری ہوتے ہیں اور اب تک ایک لاکھ سے زائد تحریری فتاویٰ جاری ہو چکے ہیں۔

(2) دار الافتاء کے ای میل ایڈریس (daruliftа@dawateislami.net) کے ذریعے ماہانہ کم و بیش دو ہزار (2,000) سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں۔

(3) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ بذریعہ فون (نیشنل اور انٹر نیشنل) پاکستان، یوکے، یورپ، امریکہ اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو ماہانہ کم و بیش دس ہزار (10,000) سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں۔

(4) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ 10 جمادی الاولیٰ 1436ھ بمطابق 2 مارچ 2015ء سے واٹس اپ (WhatsApp) نمبر بھی آن کر دیا گیا تھا، تادمِ تحریر اس پر ماہانہ تقریباً دو ہزار (2,000) سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں۔

(5) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ ہر ماہ دارُ الافتاء میں آنے والے سائلین کو دیئے جانے والے زبانی جوابات کی تعداد کم و بیش پانچ ہزار رہے۔

(6) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ گزشتہ چند سال سے عید الاضحیٰ کے موقع پر دارُ الافتاء اہلسنّت کی جانب سے خصوصی موبائل نمبرز کا اعلان کیا جاتا ہے جس پر عید کے تینوں ایام سینکڑوں سائلین کو قربانی اور دیگر موضوعات سے متعلق سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں۔

(7) دارالافتاء اہلسنّت کے مفتیانِ کرام مختلف اوقات میں مختلف کورسز بھی کرواتے ہیں بالخصوص قربانی کے موقع پر احکامِ قربانی و اجتماعی قربانی سے متعلق اہم شرعی رہنمائی کی جاتی ہے۔ اس سال رمضان المبارک سے ایک ماہ قبل پاکستان کے مختلف شہروں میں ''زکوٰۃ کورس''، تراویح پڑھانے والے حُفّاظ کیلئے ''تراویح کورس'' کا بھی سلسلہ رہا اور آئندہ بھی ان کورسز کا سلسلہ مزید بڑھے گا، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ۔ پاکستان کے ساتھ ساتھ یوکے میں بھی ان کورسز کا اہتمام کیا گیا ہے۔

(8) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ دار الافتاء اہلسنّت کے مفتیانِ کرام اور دیگر علماءِ کرام کی جانب سے کافی عرصہ سے مدنی چینل پر ہفتے میں چار دن ''دار الافتاء اہلسنّت'' نامی سلسلے کی ترکیب ہوتی ہے، اس کے علاوہ احکامِ تجارت، احکامِ قرآن، شانِ نزول براہِ راست پیش کیے جاتے ہیں جبکہ متعدد ریکارڈڈ سلسلے، اندھیرے سے اجالے کی طرف، درسِ شفاء شریف، مضامینِ قرآن بھی مدنی چینل کی زینت بنتے ہیں۔

(9) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ رمضان المبارک، ذو الحجۃ الحرام، محرم الحرام، ربیع الاول، ربیع الآخر اور اس کے علاوہ مختلف مواقع پر ہونے والے مدنی مذاکروں میں دار الافتاء کے اسلامی بھائی خصوصی طور پر شرکت فرماتے ہیں۔

(10) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ دار الافتاء کا فیس بک پیج بھی موجود ہے جس پر مہینے میں

تقریباً بارہ سلسلے براہِ راست (LIVE) پیش کیے جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وقتاً فوقتاً دعوتِ اسلامی کے آفیشل پیج اور مدنی چینل کے پیج پر بھی مفتیانِ کرام لائیو سلسلہ کرتے ہیں، فیس بک پیج کا لنک:

(https://www.facebook.com/DaruliftaAhlesunnat)

(11) دارالافتاء اہلسنت کی ایپلیکیشن بھی موجود ہے جس پر سینکڑوں فتاویٰ، کتب اور اس کے ساتھ ساتھ مختصر کلپس، نیز فرض علوم کورس بھی مکمل موجود ہے اور ہر روز ایک مختصر فتوی ایپ میں اپلوڈ کیا جاتا ہے۔ ایپ کا لنک یہ ہے۔

https://play.google.com/store/apps/details?id=com.dawateislami.daruliftaahlesunnat&hl=en

(12) لوگوں کی ضرورت کے پیشِ نظر مختلف اوقات میں دارُالافتاء اہلسنّت کے فتاویٰ پی ڈی ایف کی صورت میں خوبصورت ڈیزائننگ کے ساتھ واٹس اپ پر وائرل بھی کیے جاتے ہیں، جسے عوامی پزیرائی بھی حاصل ہے اور لوگ گویا کہ تحریری فتوے کے منتظر رہتے ہیں۔ جیسے ہی وائرل کیا جاتا ہے، فوراً مختلف گروپس میں بہت زیادہ اس کی شیئرنگ ہوتی ہے۔ نیز یہ وائرل ہونے والا فتوی دارُالافتاء اہلسنّت کے پیج پر اپلوڈ بھی کیا جاتا ہے اور دارُالافتاء کے کسی بھی وائرل شدہ فتوے کی تصدیق پیج کے ذریعے حاصل ہو جائے گی، لہٰذا جو پیج پر اپلوڈ ہو، وہی فتوی دارُالافتاء اہلسنّت کا شمار کیا اور سمجھا جائے۔

(13) مسلمانوں کو پیش آمدہ جدید مسائل کے حل کیلئے مجلس تحقیقاتِ شرعیہ بھی قائم ہے جو دعوتِ اسلامی سے وابستہ علماء و مفتیانِ کرام پر مشتمل ہے۔

(14) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ تنظیمی مسائل میں شرعی رہنمائی کیلئے باب المدینہ کراچی فیضانِ مدینہ میں مرکزی افتاء مکتب قائم ہے اور ساتھ افتاء مکتب کی مزید شاخیں لاہور،

فیصل آباد اور حیدر آباد میں بھی موجود ہیں، جن میں دعوتِ اسلامی کی مختلف مجالس میں کیے جانے والے کاموں کا شرعی اصولوں کے مطابق جائزہ لیا جاتا ہے نیز دعوتِ اسلامی کے تحت سینکڑوں مساجد، نئی تعمیر ہونے والی مساجد، جامعات المدینہ، مدارس المدینہ، دار المدینہ اور اجارہ کے شرعی معاملات بھی دیکھے جاتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ ان مکاتب میں ماہانہ کئی مجالس کے مدنی مشورے بھی کیے جاتے ہیں اور بالمشافہ افتاء مکتب میں آکر اسلامی بھائی شرعی رہنمائی بھی لیتے ہیں۔

(15) ماہنامہ فیضانِ مدینہ میں بھی چار پیجز پر دار الافتاء اہلسنت، قارئین کے سوال، اسلامی بہنوں کے سوال اور احکامِ تجارت کے عنوانات سے فتاویٰ شائع کیے جاتے ہیں۔ ان فتاوی کے علاوہ تفسیرِ قرآن و شرح حدیث اور دیگر مضامین بھی دارالافتاء کی طرف سے لکھے جاتے ہیں۔

(16) مختصر سوال جواب کی صورت میں کتاب پڑھنا قدرے آسان اور عوام کیلئے زیادہ دلچسپ بھی ہوتا ہے، علم دین پھیلانے کے جذبے کے تحت مجلس افتاء نے ماہنامہ فیضان مدینہ میں شائع شدہ فتاوی کو کتابی صورت میں چھاپنے کا فیصلہ کیا اور اسی کی ایک کڑی بنام "مختصر فتاویٰ اہلسنّت کا مجموعہ" ابھی آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے اس کتاب میں دارالافتاء اہلسنّت، اسلامی بہنوں کے مسائل، قارئین کے سوالات والے پیجز شامل ہیں، اوراس میں موجود فتاویٰ کی تعداد تقریباً دو سو تین (203) ہے، آئندہ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ مزید یہ سلسلہ بڑھتا رہے گا اوراحکامِ تجارت کے متعلق سوالوں کے جوابات پر مشتمل الگ سے مجموعہ شائع کرنے کا بھی ارادہ ہے۔

(17) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وقتاً فوقتاً مجلسِ افتاء کی جانب سے مختلف کتب و رسائل کا اجراء بھی کیا جاتا ہے۔ اب تک آٹھ رسائل بنام "فتاویٰ اہلسنّت" نیز زکوۃ کے موضوع پر

سینکڑوں فتاوی پر مشتمل کتاب "زکوٰۃ کے احکام"، عقائدِ اسلامیہ کی معرفت کیلئے "بنیادی عقائد و معمولاتِ اہلسنّت"، حج کے واجبات سے متعلق "27 واجباتِ حج اور تفصیلی احکام" لقمے کے مسائل سے متعلق "نماز میں لقمے کے مسائل" ویلنٹائن ڈے کے موضوع پر کتاب "ویلنٹائن ڈے کا شرعی حکم" اور کرسی پر نماز پڑھنے کے شرعی احکام سے متعلق "کرسی پر نماز پڑھنے کے احکام" شائع ہو چکے ہیں۔

(18) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ دعوتِ اسلامی کے شعبے المدینۃ العلمیہ کی جانب سے شائع کی جانے والی کتب کی شرعی تفتیش کا فریضہ بھی دار الافتاء کے اسلامی بھائی سر انجام دیتے ہیں۔ نیز دعوتِ اسلامی کے تحت چلنے والے اسلامک اسکول سسٹم کی نصابی کتب کی شرعی اسکیننگ کا کام بھی دار الافتاء اہلسنّت کے اسلامی بھائی کرتے ہیں۔

(19) دار الافتاء اہلسنّت سے جاری ہونے والے تحریری فتاوی کو محفوظ بنانے کیلئے شعبہ ریکارڈ بنایا گیا ہے جس میں موجود اسلامی بھائی ایک سافٹ ویئر کے ذریعے دارُ الافتاء اہلسنّت کے فتاوی کو محفوظ کرتے ہیں۔

(20) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ چند ماہ پہلے یوکے کے شہر بریڈ فورڈ میں بھی دارُ الافتاء اہلسنّت کی ایک شاخ کا آغاز ہو چکا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و رسولہ اعلم عزّوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اٰلہ وسلم

اللّٰھم زد فزد۔۔۔ امین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اٰلہ وسلم

مجلس افتاء، دعوتِ اسلامی

مورخہ: 29 شعبان المعظم 1440ھ

مطابق 5 مئی 2019ء

ایمان وعقائد

اللہ تعالیٰ

اللہ پاک کو حاضر وناظر کہنا کیسا؟

فتویٰ 01

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ کو "حاضِر وناظِر" کہنا جائز ہے یا نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

بے شک ہر چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ پر عیاں ہے اور وہ ہر چیز کو دیکھتا بھی ہے لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان صفات کو بیان کرنے کیلئے "حاضِر وناظِر" کے الفاظ استعمال نہیں کرسکتے کیونکہ ایک تو یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے نہیں ہیں اور دوسرا یہ کہ ان لفظوں کے عربی لُغت میں جو معانی بیان کئے گئے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی شان کے لائق نہیں ہیں اسی لئے علماء کرام فرماتے ہیں کہ ان الفاظ کا اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال منع ہے۔ لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان صفات کو بیان کرنے کیلئے "حاضر وناظر" کے بجائے "شہید و بصیر" کہا جائے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خود ارشاد فرمایا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدٌ ﴿۱۷﴾﴾ ترجمۂ کنزالایمان: بیشک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے۔ (پ17، الحج:17) ایک اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ ﴿۷۵﴾﴾ ترجمۂ کنزالایمان: بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔ (پ17، الحج:75) مفتیِ اعظم پاکستان مفتی وقار الدین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: "حاضر وناظر کے جو معنی لُغت میں ہیں ان معانی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر ان الفاظ کا بولنا جائز نہیں ہے۔ "حاضِر" کے معنی عربی لغت کی

معروف و معتبر کتب المنجد اور مختار الصحاح وغیرہ میں یہ لکھے ہیں: نزدیکی، صحن، حاضر ہونے کی جگہ، جو چیز کھلم کھلا بے حجاب آنکھوں کے سامنے ہو اسے حاضر کہتے ہیں۔ اور "ناظِر" کے معنی مختار الصحاح میں آنکھ کے ڈھیلے کی سیاہی جبکہ نظر کے معنی کسی امر میں تفکّر و تدبّر کرنا، کسی چیز کا اندازہ کرنا اور آنکھ سے کسی چیز میں تامل کرنا لکھے ہیں۔ ان دونوں لفظوں کے لُغوی معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کو پاک سمجھنا واجب ہے۔ بغیر تاویل ان الفاظ کو اللہ تعالیٰ پر نہیں بولا جاسکتا۔ اسی لئے اَسماءِ حُسنیٰ میں "حاضِر و ناظِر" بطورِ اسم یا صفت شامل نہیں ہیں۔ قراٰن و حدیث میں یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے لئے آئے ہیں اور نہ ہی صحابۂ کرام اور تابعین یا ائمۂ مجتہدین نے یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال کئے ہیں۔" (وقار الفتاویٰ، 1/66) فتاویٰ فیض الرّسول میں ہے:"اگر حاضر و ناظر بہ معنی شہید و بصیر اعتقاد رکھتے ہیں یعنی ہر موجود اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے اور وہ ہر موجود کو دیکھتا ہے، تو یہ عقیدہ حق ہے مگر اس عقیدے کی تعبیر لفظ حاضر و ناظر سے کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کے بارے میں حاضر و ناظر کا لفظ استعمال کرنا نہیں چاہیے لیکن پھر بھی کوئی شخص اس لفظ کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بولے تو وہ کُفر نہ ہوگا۔" (فتاویٰ فیض الرّسول، 1/3) اور مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:"اللہ عَزَّوَجَلَّ کو حاضر و ناظر کہنے والا کافر تو نہیں مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کو حاضر و ناظر کہنا منع ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَسما توقیفی ہیں یعنی شریعت نے جن اسما کا اطلاق باری تعالیٰ پر کیا ہے اسی کا اطلاق دُرست اور جن اَسما کا اطلاق نہیں فرمایا ان سے احتراز چاہیے۔" (فتاویٰ شارح بخاری، 1/305)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــہ	الجواب صحیح
محمد ساجد عطاری مدنی	مفتی فضیل رضا عطاری

تقدیر

کیا دُعا سے تقدیر بدل جاتی ہے؟

فتویٰ 02

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سنا ہے کہ دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے کیا یہ بات درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

تقدیر کی تین قسمیں ہیں:

(1) "مُبرَمِ حقیقی" جو کسی دعا یا عمل سے نہیں بدل سکتی۔ (2) "تقدیرِ مُعلّق مشابہ مُبرَم" صُحُفِ ملائکہ میں بھی نہیں لکھا ہوتا ہے یہ کس دعا یا عمل سے بدلے گی البتہ خَواص اَکابِر کی اس تک رسائی ہوتی ہے۔ اسی کے متعلق حدیث پاک میں ہے: "اِنَّ الدُّعَاءَ یَرُدُّ الْقَضَاءَ بَعْدَ مَا اُبْرِمَ" یعنی دعا قضائے مُبرَم (معلّق مشابہ مبرم) کو ٹال دیتی ہے۔ (کنز العمال، 1/28، جزء ثانی، بالفاظِ متقاربۃ) (3) "تقدیرِ مُعلّق مَحض" یہ قسم صحف ملائکہ میں لکھی ہوتی ہے کہ کس دعا یا عمل سے یہ تقدیر بدل سکتی ہے اس تک اکثر اولیاء کی رسائی ہوتی ہے اِن کی دعا سے اِن کی ہمت سے ٹل جاتی ہے۔ (بہار شریعت، 1/12، حصہ 1، مکتبۃ المدینہ۔ المعتمد المستند، ص54)

سُنَنِ ابنِ ماجہ میں ہے۔ "عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّ وَلَا یَرُدُّ الْقَدَرَ اِلَّا الدُّعَاءُ" حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ نیکی کے سوا کوئی چیز عمر میں اضافہ نہیں کرتی اور دعا کے سوا کوئی چیز تقدیر کو رد نہیں کرتی۔ (سنن ابن ماجہ، 1/69، حدیث: 90)

حکیمُ الاُمَّت مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ارشاد فرماتے ہیں: ”یعنی دعا کی برکت سے آتی بَلا ٹَل جاتی ہے دعائے درویشاں رَدِّ بلا۔ قضاء سے مراد تقدیرِ مُعلَّق ہے یا مُعلَّق مُشابَہ بِالمُبرَم کہ ان دونوں میں تبدیلی ترمیمی ہوتی رہتی ہے تقدیرِ مُبرَم کسی طرح نہیں ٹلتی۔“ (مراٰۃ المناجیح، 3/295)

اِس مسئلہ کی مزید معلومات کے لئے رَئِیْسُ الْمُتَکَلِّمِیْن مفتی محمد نقی علی خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی کتاب ”اَحْسَنُ الوِعَا لِاٰدَابِ الدُّعَاءِ“ بنام ”فضائلِ دعا“ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، صفحہ 243 تا 248 کا مطالعہ فرمائیے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

یہ جملہ کہنا کیسا ”اللہ کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں“

فتویٰ 03

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ **”اللہ تعالیٰ کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں“** کہنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مذکورہ جملہ بولنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اس سے مراد یہ لیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات بندے کی دُعا دیر سے قبول فرماتا ہے کسی بھی وجہ سے، لیکن بندہ جب بعد میں اس دُعا کی قبولیت کو پاتا ہے تو اسے احساس ہوتا ہے کہ اس کی دُعا رَدّ نہیں گئی۔ اِسی

طرح مزید بھی کئی مختلف اعتبار سے اس جملہ کی درست تعبیریں ممکن ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

"ہر کام اللہ کی مرضی سے نہیں ہوتا" کہنا کیسا؟

فتویٰ 04

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ زید نے اپنے دوست بکر سے کہا: "یہ چیز تمہیں نہیں مل سکتی۔" بکر نے جواب دیا: "اللہ چاہے گا تو مل جائے گی۔" زید نے کہا: "ہر کام اللہ کی مرضی سے نہیں ہوتا، کچھ کاموں میں بندوں کا بھی اختیار ہوتا ہے۔" سوال یہ پوچھنا ہے کہ زید کا یہ جواب کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں زید پر حکمِ کُفر بالکل واضح ہے اور اس پر فرض ہے کہ وہ توبہ و تجدیدِ ایمان کرے اور اگر شادی شدہ ہے تو تجدیدِ نکاح کرے کیونکہ بکر کے قول یعنی "اللہ چاہے گا تو مل جائے گی۔" کے جواب میں جو اس نے جملہ بولا کہ "ہر کام اللہ کی مرضی سے نہیں ہوتا۔۔الخ" اس کا واضح طور پر صاف مطلب یہی بنتا ہے کہ کچھ کام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے چاہنے کے بغیر بھی ہو جاتے ہیں حالانکہ ایسا عقیدہ رکھنا صریح کُفر اور اسلامی عقیدوں کا انکار ہے اس لئے کہ قرآن و حدیث میں بیان کردہ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ چھوٹا بڑا ہر کام اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے ہی ہوتا ہے، اس کی چاہت اور ارادے کے بغیر کچھ بھی

نہیں ہو سکتا حتّٰی کہ اگر وہ نہ چاہے تو بندہ کچھ چاہ بھی نہیں سکتا چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۠﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ سارے جہان کا رب۔ (پ30، التکویر:29)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح
مفتی فضیل رضا عطاری

کتبــــــــــــــہ
محمد ساجد عطاری مدنی

فرشتے

کیا ہر انسان کے کندھوں پر فرشتے ہوتے ہیں؟

فتویٰ 05

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ہر انسان کے کندھوں پر فرشتے ہوتے ہیں؟ میں نے سُنا ہے کہ صرف مسلمان کے کندھوں پر فرشتے ہوتے ہیں غیر مسلم کے کندھوں پر نہیں ہوتے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! ہر انسان کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر، فرشتے اس کے اچھے بُرے ہر عمل کو لکھتے ہیں اور قیامت کے دن ہر ایک کو اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا جس کو وہ پڑھے گا مسلمان کا نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں اور کافر کا اُلٹے ہاتھ میں دیا جائے گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــــہ
مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

اولیاءاللہ

غیرُ اللہ سے مدد مانگنا

فتویٰ 06

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شَرعِ متین اس بارے میں کہ کیامندرجہ ذیل اشعار پڑھنا شرک ہے کہ اس میں غیرُ اللہ سے مدد مانگی گئی ہے؟

اِمداد کُن اِمداد کُن از بندِ غم آزاد کُن

دَر دِین و دُنیا شاد کُن یا غوثِ اَعظم دَستگِیر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوال میں مذکور اشعار پڑھنا شرعاً جائز ہیں، ان میں ہر گز شرک نہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندوں سے مدد مانگنے کے جواز پر قرآن و احادیث شاہد ہیں۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوۡلُہٗ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ رٰکِعُوۡنَ ﴿۵۵﴾﴾ یعنی اے مسلمانو! تمہارا مددگار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز قائم رکھتے اور زکوۃ دیتے اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔ (پ6، المائدۃ:55)

علّامہ احمد بن محمد الصاوی علیہ رحمۃ اللہ الکافی (سالِ وفات: 1241ھ) تفسیرِ صاوی میں آیت ﴿وَلَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ﴾ کے تحت لکھتے ہیں: ”المراد بالدعاء العبادۃ وحینئذ فلیس فی الآیۃ دلیل علی ما زعمہ الخوارج من ان الطلب من الغیر حیا او میتا شرك فانہ جھل مرکب لان سؤال الغیر من حیث اجراء اللہ النفع او الضرر علی یدہ قد یکون واجبا لانہ من التمسك بالاسباب ولا ینکر الاسباب الا جحود او جھول“ ترجمہ: آیت میں پکارنے سے

مراد عبادت کرنا ہے لہٰذا اس آیت میں ان خارجیوں کی دلیل نہیں ہے جو کہتے ہیں کہ غیرِ خدا سے خواہ زندہ ہو یا مردہ کچھ مانگنا شرک ہے خارجیوں کی یہ بکواس جہلِ مرکب ہے کیونکہ غیرِ خدا سے مانگنا اس طرح کہ رب ان کے ذریعے سے نفع ونقصان دے، کبھی واجب بھی ہوتا ہے کہ یہ طَلَبِ اسباب سے ہے اور اسباب کا انکار نہ کرے گا مگر منکر یا جاہل۔(تفسیر صاوی،4/1550)

غیرُ اللّٰہ سے مدد مانگنے کا جواز سرکارِ دوعالَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی احادیثِ مبارکہ سے بھی ثابت ہے چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مَروی ہے کہ رسولُ اللّٰہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم فرماتے ہیں:اطلبوا الخیر والحوائج من حسان الوجوہ ترجمہ: خیر اور حاجتیں طلب کرو نیک وخوبصورت چہرے والوں سے۔(معجم کبیر،11/81،حدیث:11110)

حضرت ابان بن صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولُ اللّٰہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ارشاد فرماتے ہیں:اذا نفرت دابۃ احدکم او بعیرہ بفلاۃ من الارض لا یری بھا احدا، فلیقل: اعینونی عباد اللہ، فإنہ سیعان ترجمہ: جب تم میں سے کسی کا جانور یا اونٹ بیابان جگہ پر بھاگ نکلے جہاں وہ کسی کو نہیں دیکھتا (جو اس کی مدد کرے) تو وہ یہ کہے "اے اللّٰہ کے بندو! میری مدد کرو۔ تو بے شک اس کی مدد کی جائے گی۔" (مصنف ابن ابی شیبہ،6/103)

امام شیخ الاسلام شہاب رَملی انصاری علیہ رحمۃ اللہ البارِی (سالِ وفات:1004ھ) کے فتاویٰ میں ہے: "سئل عما یقع من العامۃ من قولھم عند الشدائد یا شیخ فلان ونحو ذٰلک من الاستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین والصالحین وھل للمشائخ اغاثۃ بعد موتھم ام لا؟ فاجاب بما نصہ ان الاستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین والاولیاء والعلماء الصالحین جائزۃ وللانبیاء والرسل والاولیاء والصالحین اغاثۃ بعد موتھم" یعنی ان سے استفتاء ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت انبیاو مرسلین واولیاو صالحین سے فریاد کرتے اور یا شیخ فلاں (یا رسولَ اللّٰہ،

یا علی، یا شیخ عبد القادر جیلانی) اور ان کی مثل کلمات کہتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں ؟اور اولیا بعد انتقال بھی مدد فرماتے ہیں یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بے شک انبیاو مرسلین واولیاو علما سے مدد مانگنی جائز ہے اور وہ بعدِ انتقال بھی امداد فرماتے ہیں۔(فتاویٰ رملی،4/382)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

مسائل واحکام

وضو وغسل

وضو اور غسل میں داڑھی دھونے کا کیا حکم ہے؟

فتویٰ 07

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ وضو اور غسل کے دوران داڑھی دھونے کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

داڑھی خواہ گھنی ہو یاچھدری یعنی ہلکی، غسل فرض ہونے کی صورت میں اس کے ہر ہر بال کا نوک سے جڑ تک کھال سمیت دھونا فرض ہے البتہ وضو میں چہرے کی حدود میں داڑھی کے بال گھنے نہ ہوں یعنی بالوں کی جڑیں اور کھال بھی ظاہر ہوتی ہو تو اب چہرے کی حد میں موجود داڑھی کے بال مع کھال دھونا فرض ہے اور جو بال چہرے کے حدود سے نیچے ہوں ان بالوں کا دھونا فرض نہیں۔ ان کا مسح سنّت ہے اور دھونا مستحب ہے۔ اگر

داڑھی کے بال گھنے ہوں کہ گھنے پن کی وجہ سے بالوں کی جڑیں اور کھال نظر نہ آتی ہو تو اب بالوں کی جڑیں اور کھال کا دھونا فرض نہیں بالوں کا دھونا فرض ہے۔ اور اگر کچھ حصے میں گھنے بال ہوں اور کچھ چھدرے، تو جہاں گھنے ہوں وہاں بال اور جہاں چھدرے ہیں اس جگہ جلد کا دھونا فرض ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	**کتبـــــــــــہ**
مفتی فضیل رضا عطاری	جمیل احمد غوری عطاری

داڑھ بھروانے کی صورت میں وُضو و غسل کا حکم

فتویٰ 08

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کسی شخص نے اگر اپنی داڑھ بھروائی ہو تو کیا اس کا وُضو و غسل ہو جائے گا؟ جبکہ داڑھ بھروائی ہو تو اس کو نکالا نہیں جاسکتا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

داڑھ بھروانا شرعی طور پر جائز ہے اور اگر کسی نے داڑھ بھروائی ہو تو اس کا وُضو و غسل بِلا کراہت ہو جائے گا اور اس کے نیچے پانی نہ پہنچانے کو وُضو میں ترکِ سنّت اور غسل میں ترکِ فرض قرار نہ دیا جائے گا کیونکہ ایسی حالت میں اس کے نیچے پانی بہانا ناممکن ہوتا ہے اور جس جگہ تک پانی پہنچانا مُتَعَذِّر ہو یا مَشَقَّت و حرج کا باعث ہو وہاں تک پانی پہنچانے کا شریعت نے مُکَلَّف نہیں کیا۔

اس کی نظیر ہلتا ہوا دانت ہے کہ اگر تار سے باندھا ہو یا کسی مسالے وغیرہ سے جمایا ہو یا دانتوں میں چونا یا مِسّی کی ریخیں جم گئی ہوں تو شرعی طور پر اس کے نیچے پانی بہانا ضروری نہیں یونہی مصنوعی دانت لگوانے کی صورت میں اگر دانت کو اُتارنا حرج و مشقّت کا باعث ہو تو اُتار کر نیچے پانی بہانے کی حاجت نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح
مفتی محمد ہاشم خان عطاری

کتبـــــــــــہ
محمد ساجد عطاری مدنی

نمازِ جنازہ کے وضو سے دیگر نمازیں پڑھنا کیسا؟

فتویٰ 09

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ نمازِ جنازہ کے وضو سے دیگر نمازیں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ عوام میں مشہور ہے کہ جنازہ کے وُضو سے دیگر نماز نہیں پڑھ سکتے کیا یہ درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نمازِ جنازہ کے وُضو سے بلاشبہ دیگر تمام نمازیں فرض و واجب اور نفل و سنّت پڑھ سکتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ عوام میں جو مشہور ہے کہ نمازِ جنازہ کے وضو سے دیگر نمازیں نہیں پڑھ سکتے، یہ بات محض غلط و باطل اور بے اصل ہے۔

امامِ اہلِ سنّت شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرَّحمٰن اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ”یہ مسئلہ کہ جُہّال میں مشہور ہے کہ وضوئے جنازہ سے اور نماز

نہیں پڑھ سکتے محض غلط و باطل و بے اصل ہے۔ مسئلہ صرف اس قدر ہے کہ اگر نمازِ جنازہ قائم ہُوئی اور بعض اشخاص آئے تندرست ہیں پانی موجود ہے مگر وضو کریں تو نماز ہوچکے گی اور نمازِ جنازہ کی قضا نہیں، نہ ایک میّت پر دو نمازیں، اس مجبوری میں انہیں اجازت ہے کہ تَیَمُّم کرکے نماز میں شریک ہوجائیں اس تیمم سے اور نمازیں نہیں پڑھ سکتے نہ مسِ مصحف وغیرہ امور موقوفہ علی الطھارۃ (یعنی وہ کام جن کے لئے طہارت ضروری ہے) بجا لاسکتے ہیں کہ یہ تیمم بحالتِ صحت و وجودِ ماء ایک خاص عذر کیلئے کیا گیا تھا جو اُس نمازِ جنازہ تک محدود تھا تو دیگر صلوٰت و افعال کے لئے وہ تیمم محض بے عذر و بے اثر رہے گا حکم یہ تھا کہ عوام نے اسے کشاں کشاں کہاں تک پہنچایا۔" (فتاویٰ رضویہ، 3/305)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم

کتبـــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

غیر ضروری بال صاف کرنے سے غسل فرض ہوتا ہے یا نہیں؟

فتویٰ 10

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بیان میں کہ جسم کے غیر ضروری بال صاف کرنے سے غسل فرض ہوتا ہے یا نہیں؟

سائل: قاری ماہنامہ فیضان مدینہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جسم کے غیر ضروری بال صاف کرنے سے غسل فرض نہیں ہوتا کیونکہ غسل فرض

ہونے کے چند مخصوص اسباب ہیں جو عام طور پر معروف ومشہور ہیں جن میں سوال میں ذکر کردہ بات شامل نہیں ہے۔ کسی نے جہالت کی وجہ سے ایسی غلط بات کی ہے اس کی شرعاً کوئی حقیقت نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

شراب پینے سے کب وضو ٹوٹے گا؟

فتویٰ 11

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا شراب کا ایک قطرہ پینے سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شراب کا ایک قطرہ پینا بھی حرام ہے اور شراب ناپاک بھی ہوتی ہے لہٰذا منہ یا لباس یا جسم کا جو بھی حصّہ مجموعی یا متفرق طور پر اتنا آلودہ ہو کہ درہم کی مقدار کو پہنچے تو نماز پڑھنا جائز ہی نہ ہوگا اور پڑھ لی تو اِعادہ واجب ہوگا اور اگر آلودہ حصّہ درہم کی مقدار سے زیادہ ہوا تو اصلاً نماز ہی نہ ہوگی۔ رہی بات وضو ٹوٹنے کی تو کسی خارجی ناپاکی کے لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا بلکہ جسم سے ناپاک چیز نکلنے پر وضو ٹوٹا کرتا ہے اپنی تفصیل کے ساتھ۔ البتہ اتنی مقدار میں شراب یا کسی نشہ آور چیز کا پینا یا استعمال کرنا جسے لینے کے بعد اتنا نشہ چڑھ جائے کہ چلنے میں پاؤں لڑکھڑائیں وضو کو توڑ دیتا ہے۔ واضح رہے کہ شراب پینا حرام ہے

اور پینے والے پر اس سے بچنا اور توبہ کرنا ضروری ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــــــــــہ	الجواب صحیح
محمد طارق رضا عطاری	مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

موزوں پر مسح کا ایک اہم مسئلہ

فتویٰ 12

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ اگر موزے وضو کے بعد پہنے ہوں اور بعد میں اُتار کر پھر پہن لیں تو کیا اب ان پر مسح ہو سکتا ہے؟ نیز اگر موزے پر مسح کیا ہے تو موزہ اتارنے سے مسح ٹوٹے گا یا وضو ہی ٹوٹ جائے گا؟ اور مسح کن کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

وضو کرنے کے بعد اگر موزے پہن لئے جائیں تو مقیم شخص کو ایک دن ایک رات اور مسافر کو تین دن تین راتیں آئندہ وضو کے دوران پاؤں دھونے کے بجائے اس موزے پر مسح کرنے کی اجازت ہے اور اس کا جواز حضورِ اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے **قولاً و فعلاً** دونوں طرح ثابت ہے۔ یہاں موزے سے مراد وہ موزہ ہے جو چمڑے کا ہو یا جس کا صرف تلا چمڑے کا اور باقی کسی اور دبیز چیز کا جیسے کرمچ وغیرہ کا ہو۔ البتہ عام طور پر جو سوتی یا اونی موزے پہنے جاتے ہیں اُن پر مسح جائز نہیں ان کو اتار کر پاؤں دھونا فرض ہے۔

پوچھی گئی صورت میں موزے اتارنے سے صرف مسح کا عمل ٹوٹے گا یعنی اب پاؤں دوبارہ دھونے ہوں گے، اس طرح کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ لہٰذا دوبارہ پاؤں دھونے

کے بعد موزہ پہنا جاسکتا ہے۔اور نماز بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

مسح درج ذیل چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے:(1) جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے ان سے مسح بھی جاتا رہتا ہے۔(2) مدت پوری ہو جانے سے مسح جاتا رہتا ہے اور اس صورت میں صرف پاؤں دھو لینا کافی ہے پھر سے پورا وضو کرنے کی حاجت نہیں۔(3) موزے اتار دینے سے مسح ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ ایک ہی اتارا ہو یونہی اگر ایک پاؤں آدھے سے زیادہ موزے سے باہر ہو جائے تو مسح جاتا رہا۔ موزہ اتارنے یا پاؤں کا اکثر حصّہ باہر ہونے میں پاؤں کا وہ حصّہ معتبر ہے جو گٹوں سے پنجوں تک ہے پنڈلی کا اعتبار نہیں ان دونوں صورتوں میں پاؤں کا دھونا فرض ہے۔(4) موزے پہن کر پانی میں چلا کہ ایک پاؤں کا آدھے سے زیادہ حصّہ دھل گیا یا اور کسی طرح سے موزے میں پانی چلا گیا اور آدھے سے زیادہ پاؤں دھل گیا تو مسح جاتا رہا۔

نوٹ:اس بارے میں مزید تفصیل جاننے کیلئے بہارِ شریعت حصّہ دوم میں "موزوں پر مسح کا بیان" کا مطالعہ کیجئے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	جمیل احمد غوری عطاری

عورتیں سر کا مسح کس طرح کریں گی؟

فتویٰ 13

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ وضو میں عورتیں سر کا مسح کس طرح کریں گی، کیا مردوں کی طرح ان کے لئے بھی گردن سے واپس پیشانی تک ہتھیلیوں سے مسح کرنا ضروری ہے، کیونکہ بال بڑے ہونے کی وجہ سے اس میں مشکل

پیش آتی ہے، اگر نہیں کریں گی تو کیا وضو ہو جائے گا؟ برائے کرم شرعی رہنمائی فرمائیں۔

سائلہ: بنت اسد عطاری (لالہ زار، راولپنڈی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مرد و عورت دونوں کے لئے وضو میں چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض اور پورے سر کا مسح کرنا سنّت ہے، اگر کسی نے پورے سر کا مسح نہ کیا بلکہ اس سے کم کیا تو وضو ہو جائے گا لیکن بِلا عُذر اسکی عادت بنا لینے سے وہ گنہگار ہو گا، کیونکہ پورے سر کا مسح کرنا سنتِ مُؤَکَّدہ ہے اور کتبِ فقہ میں پورے سر کا مسح کرنے کے دو طریقے منقول ہیں: (1) دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے اور کلمے کی انگلیاں چھوڑ کر بقیہ تین تین انگلیوں کے سِرے ملا کر پیشانی پر رکھے، پھر انکو گُدّی کی طرف اس طرح کھینچ کر لائے کہ ہتھیلیاں سر سے جدا رہیں، پھر فقط ہتھیلیوں سے سَر کی دونوں جانبوں کا مسح کرتا ہوا پیشانی تک لے آئے (2) انگوٹھے اور کلمے کی انگلیوں کے علاوہ دونوں ہاتھوں کی تین تین انگلیاں اور ہتھیلیاں، پیشانی سے گدی کی طرف اس طرح کھینچ کر لائے کہ پورے سر کا مسح ہو جائے۔ پھر بیان کردہ دونوں طریقوں میں انگوٹھوں کے ساتھ کانوں کے بیرونی حصے، اور کلمے کی انگلیوں سے اندرونی حصے کا مسح کرے۔

لہٰذا اگر عورت سَر کے مسح میں دوسرے طریقے کو اپنائے تو مشکل سے بچنے کے ساتھ ساتھ پورے سر کا مسح کرنے والی سنت پر بھی عمل ہو جائے گا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

حیض و نفاس اور جنابت کی حالت میں اسلامی کتب کا پڑھنا چھونا کیسا؟

فتویٰ 14

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ قرآنِ پاک کے علاوہ دیگر اِسلامی کُتُب کو جنابت یا حیض و نفاس کی حالت میں پڑھنا اور انہیں چھونا جائز ہے یا نہیں؟ سائل: محمد سعید (زم زم نگر حیدر آباد)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض و نفاس اور جنابت کی حالت میں قرآنِ مجید کو چھونا اور پڑھنا ناجائز و حرام ہے۔ قرآنِ پاک کے علاوہ دیگر کتب میں جہاں قرآنِ پاک کی آیت مذکور ہو اسے پڑھنا اور خاص اس جگہ کو کہ جس میں آیتِ مُقَدَّسہ لکھی ہوئی ہو اور اس کے بِالمقابل پشت کی جگہ کو چھونا جائز نہیں ہے۔ بَقِیّہ حصہ کو پڑھنا اور چھونا جائز ہے۔ البتہ تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتب یونہی تجوید و قِراءت کی کتب کو اس حالت میں بِلا حائل ہاتھ سے چھونا مکروہ ہے اور اگر کپڑے وغیرہ کسی حائل سے اگرچہ وہ اپنے تابع ہی کیوں نہ ہو مثلاً جو کپڑے پہنے ہوئے تھے اسی کی آستین یا گلے میں موجود چادر کے کسی کونے سے چھو لیا تو مکروہ بھی نہیں ہے۔

یاد رہے کہ قرآنِ پاک کو صرف ایسے کپڑے کے ذریعے پکڑ یا چھو سکتے ہیں جو نہ اپنے تابع ہو اور نہ ہی قرآنِ پاک کے تابع ہو۔ کسی ایسے کپڑے سے چھونا جو اپنے یا قرآنِ پاک کے تابع ہو مثلاً پہنے ہوئے کرتے کی آستین یا پہنی ہوئی چادر کے کسی کونے کے ساتھ قرآنِ پاک کو چھونا جائز نہیں کہ یہ سب چھونے والے کے تابع ہیں۔ اسی طرح وہ غِلاف کہ جو قرآنِ پاک کے ساتھ مُتَّصِل (جڑا ہوا) ہو جسے چولی بھی کہتے ہیں اگر قرآنِ پاک اس

میں ہو تو اس کو چھونا بھی جائز نہیں کہ یہ قرآن مجید کے تابع ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری

کیا عورت کا سر ننگا ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

فتویٰ 15

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر باوضو خاتون سر سے دوپٹّا اتار لے تو کیا اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

سائل: سلیمان ریاض (گجرات پاکستان)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سَر کا بَرَہْنہ (یعنی ننگا) ہو جانا نواقضِ وضو (وضو توڑنے والی چیزوں) سے نہیں ہے اس لئے سَر سے دوپٹّا اُتارنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، اَلْبتّہ اس بات کا خیال رہے کہ غیر محُرَم کے سامنے سَر کے بالوں کا ظاہر کرنا جائز نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح
مفتی محمد ہاشم خان عطاری

کتبـــــــــــــــہ
محمد طارق رضا عطاری

کیا خواتین کو ایامِ مخصوصہ میں وضو کرنے پر ثواب ملے گا؟

فتویٰ 16

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ باری کے دنوں میں وضو

کرنے پر عورتوں کو ثواب ملے گا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

نماز کی عادت برقرار رکھنے کی غرض سے حائضہ عورت کے لئے مستحب ہے کہ وضو کر کے عام دنوں میں نماز پڑھنے کی مقدار وقت ذکر و دُرُود وغیرہ میں مصروف رہے، ایسا کرنے پر عورت کو ثواب ملے گا کیونکہ یہ عورت کے لئے مستحب ہے اور مستحب کام کرنے پر ثواب ملتا ہے، البتّہ حائضہ عورت کو اس موقع کے علاوہ بھی وضو کرنے پر ثواب ملے گا یا نہیں! اس کی صراحت نظر سے نہیں گزری۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

تیمم

معذور کا تیمم کرنا اور بعدِ صحت ان نمازوں کا اِعادہ کرنا

فتویٰ 17

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی غریب شخص مَعذور ہو اس کے دونوں گُھٹنے ٹوٹے ہوں جس کے سبب وہ چل نہ سکتا ہو، وہ پانی تک خود بھی نہ جا سکتا ہو اور کوئی شخص اس کو وضو کرانے والا نہ ہو، نہ ہی پانی دینے والا ہو اور نہ ہی پانی خریدنے کی وہ طاقت رکھتا ہو، الغرض اس کو پانی تک کسی طرح قدرت نہ ہو تو کیا وہ نماز کے وقت تیمم کر سکتا ہے؟ نیز جب ایسا عذر والا شخص تندرست ہو جائے تو کیا اس

کے لئے ان نمازوں کا جو تیمم کے ساتھ ادا کی گئیں ان کا اِعادہ کرنا ضروری ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں ایسے معذور شخص کو تیمم کرکے نماز ادا کرنے کی اجازت ہے اور تیمم کے ساتھ ادا کی گئی نمازوں کا بعد میں اِعادہ (یعنی لوٹانا) بھی نہیں کہ شریعتِ مطہرہ کے قوانین کی رُو سے اگر کوئی شخص ایسا معذور ہو جو پانی تک نہ جاسکتا ہو اور اس کے پاس کوئی ایسا شخص نہ ہو جو اس کو پانی لاکر دے نہ خدمتاً نہ حکماً نہ اُجرتاً یا اُجرت پر لانے والا ہو اور وہ اتنی اُجرت دینے پر قادر نہ ہو یا اُجرت دینے پر قادر ہے لیکن وہ مزدور اُجرتِ مثل [1] سے زیادہ طلب کرتا ہے تو ایسے شخص کو شرعاً تیمم کرکے نماز ادا کرنے کی اجازت ہوتی ہے اور اِعادہ (یعنی نماز لوٹانا) بھی لازم نہیں ہوتا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

تلاوت

عصر کی نماز کے بعد تلاوت کا حکم

فتویٰ 18

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عصر کی نماز کے بعد قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا کیسا ہے؟

1۔۔۔اجرت مثل کے بارے میں جاننے کے لئے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ بہارِ شریعت، جلد 3، صفحہ 15 پڑھئے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عصر کی نماز کے بعد قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا بِلا کراہت جائز ہے البتہ غروبِ آفتاب کے بیس منٹ پہلے سے لیکر غروب تک خلافِ اَولیٰ ہے، یعنی جائز ہے مگر بہتر نہیں، اس وقت افضل یہ ہے کہ قرآنِ پاک پڑھنے والا، تلاوتِ قرآن مجید موقوف کرکے ذکر و دُرود و تسبیحات وغیرھا پڑھنے میں مشغول رہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

شرعی عُذر کی حالت میں عورت کا قرآن پڑھنا پڑھانا کیسا؟

فتویٰ 19

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عُذر (حیض و نفاس) کی حالت میں قرآن پڑھنا اور پڑھانا کیسا؟ کیا معلّمہ بھی نہیں پڑھا سکتی؟ اگر پڑھا سکتی ہے تو کیا طریقہ ہے؟ توڑ توڑ کے کیسے پڑھائے؟ اور مدرسۃُ المدینہ آن لائن میں یا گھروں میں پڑھانے والیوں کو بھی کیا اجازت ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شرعی عذر (حیض و نفاس) کی حالت میں قرآن پاک پڑھنا جائز نہیں ہے، ہاں معلّمہ کے لئے مخصوص طریقے سے قرآن پڑھانے کی اجازت ہے چاہے وہ گھر میں پڑھائے یا کسی ادارے وغیرہ میں پڑھائے۔ مخصوص طریقے سے مراد یہ ہے کہ معلّمہ دو کلمے ایک سانس

میں ادا نہ کرے بلکہ ایک کلمہ پڑھا کر سانس توڑ دے پھر دوسرا کلمہ پڑھائے اور پڑھتے وقت یہ نیّت کرے کہ میں قرآن نہیں پڑھ رہی بلکہ مثلاً یوں نیت کرے کہ عربی زبان کے الفاظ ادا کر رہی ہوں، اور جو ایک ایک حرف کر کے ہجے کروائے جاتے ہیں اس میں اصلاً کوئی حرج نہیں بلکہ ایک کلمے کے مختلف حروف ایک سانس میں بھی پڑھ سکتے ہیں، ہاں ایک کلمے سے زیادہ ایک سانس میں پڑھنے کی اجازت نہیں۔

نوٹ: واضح رہے کہ وہ آیات جن میں دعا یا حمد و ثناء کے معنی پائے جاتے ہیں ان کو شرعی عذر کی حالت میں دعا و حمد و ثناء کی نیت سے پڑھنا ہر عورت کے لئے جائز ہے چاہے وہ معلّمہ ہو یا نہ ہو۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــــــہ	الجواب صحیح
محمد ساجد عطاری مدنی	مفتی فضیل رضا عطاری

طالبات کا ایامِ مخصوصہ میں اپنا سبق یاد کرنے کی نیت سے قرآنِ عظیم پڑھنا

فتویٰ 20

کیا فرماتے ہیں عُلمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدرسۃُ المدینہ للبنات کے حفظِ قرآن کی بالغات طالبات ایّامِ مخصوصہ میں اپنا سبق یاد کرنے کی نیّت سے قرآنِ عظیم پڑھ سکتی ہیں؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ایّامِ مخصوصہ میں سبق یاد کرنے کی نیت سے بھی قرآنِ عظیم نہیں پڑھ سکتیں کہ ان دنوں میں قرآنِ عظیم کی تلاوت کرنا حرام ہے البتّہ قرآن دیکھ اور سُن سکتی ہیں، لہٰذا

عذر کے دنوں میں اپنی منزل کو دیکھ لیا کریں یا کسی سے سُن لیا کریں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ
مفتی محمد ہاشم خان عطاری

حیض والی عورت تلاوت قرآن سن سکتی ہے، اور اس پر سجدہ لازم ہوگا یا نہیں؟

فتویٰ 21

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ کیا حیض (Menses) کی حالت میں عورت قرآن شریف کی تلاوت سُن سکتی ہے؟ نیز اگر اس نے آیتِ سجدہ سُنی تو اس پر سجدہ تلاوت لازم ہو گا یا نہیں؟ سائلہ: اسلامی بہن

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حائضہ عورت قرآن مجید کی تلاوت سن سکتی ہے، ممانعت صرف قرآن مجید پڑھنے یا اس کو بِلا حائل چھونے کی ہے، سُننے کی کہیں ممانعت نہیں ہے۔ نیز حائضہ عورت نے اگر آیتِ سجدہ سُنی تو اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا کیونکہ آیتِ سجدہ پڑھنے یا سُننے والے پر سجدہ اُس وقت واجب ہوتا ہے جبکہ وہ وجوبِ نماز کا اہل ہو اور حائضہ عورت وجوبِ نماز کی اہلیت نہیں رکھتی یعنی اُس پر نہ ان ایام میں نماز فرض ہوتی ہے اور نہ ہی بعد میں قضاء لازم ہوتی ہے۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے: وَكُلُّ مَنْ لَّا يَجِبُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ لَا قَضَاؤُهَا كَالْحَائِضِ وَالنُّفَسَاءِ وَالْكَافِرِ وَالصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْنِ فَلَا سُجُوْدَ عَلَيْهِمْ وَكَذَالِكَ الْحُكْمُ فِيْ حَقِّ

السَّامِعِ، مَنْ كَانَ أَهْلًا لِّوُجُوْبِ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ يَلْزَمُهُ السَّجْدَةُ بِالسِّمَاعِ وَمَنْ لَّا يَكُوْنُ أَهْلًا لَّا يَلْزَمُهُ یعنی جس شخص پر نہ نماز فرض ہو اور نہ اس کی قضاء فرض ہو اس پر سجدۂ تلاوت بھی واجب نہیں جیسے حیض ونفاس والی عورت، کافر، نابالغ بچہ، پاگل۔ اور یہ ہی حکم سننے والے کے حق میں ہے کہ جو وجوبِ نماز کا اہل ہو گا اُس پر آیتِ سجدہ سُننے سے سجدۂ تلاوت واجب ہو گا اور جو اس کا اہل نہیں اُس پر آیتِ سجدہ سننے سے سجدۂ تلاوت بھی واجب نہیں ہو گا۔ (فتاویٰ تاتارخانیہ، 2/466)

بہارِ شریعت میں صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: حَیض ونِفاس والی عورت کو قرآنِ مجید پڑھنا دیکھ کر، یا زبانی اور اس کا چھونا اگرچہ اس کی جلد یا چولی یا حاشیہ کو ہاتھ یا انگلی کی نوک یا بدن کا کوئی حصہ لگے یہ سب حرام ہیں۔

(بہارِ شریعت، 1/379)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

اذان واقامت

کیا اقامت میں حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا سنت ہے؟ نیز کھڑے ہو کر اقامت سننے کا کیا حکم ہے؟

فتویٰ 22

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ اقامت میں کب کھڑا ہونا چاہئے؟ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر کھڑے ہونے کو سنّت کہہ سکتے ہیں؟ نیز کچھ لوگ کھڑے ہو کر اقامت سنتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

سائل: سعید احمد عطاری (گلستان جوہر، کراچی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

احناف کے نزدیک اس بارے میں حکم یہ ہے کہ امام و مقتدی جب مسجد میں موجود ہوں تو اس صورت میں امام و مقتدی سب حَیَّ عَلَی الۡفَلَاح پر کھڑے ہوں اور حَیَّ عَلَی الۡفَلَاح پر کھڑا ہونا سنّت مستحبہ اور اسے صرف سنّت ہی کہہ لیا جائے تو بھی کچھ حرج نہیں اور یوں بھی ٹھیک ہے کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ پر کھڑا ہونا شروع کریں اور حَیَّ عَلَی الۡفَلَاح پر مکمل کھڑے ہو جائیں۔ چنانچہ حاشیۂ شلبی علی التبیین میں ہے: "قال فی الوجیز: والسنة ان یقوم الامام و القوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح اھ۔ و مثلہ فی المبتغی" یعنی وجیز میں ہے: سنّت یہ ہے کہ امام اور قوم اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن حَیَّ عَلَی الۡفَلَاح کہے۔ اسی بات کے مثل "المبتغی" میں ہے۔ (حاشیہ شلبی علی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، 1 / 283)

کتاب مَا لَا بُدَّ مِنۡہُ میں ہے: "طریق خواندن نماز بر وجہ سنت آنست کہ اذان گفتہ شود واقامت ونزد حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ امام برخیزد (ومقتدیاں نیز برخیزد)۔" نماز پڑھنے کا سنّت طریقہ یہ ہے کہ اذان واقامت کہی جائے اور اقامت کہنے والے کے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کے ساتھ امام کھڑا ہو (اور مقتدی بھی)۔ (مالا بد منہ فارسی، ص28)

عمدۃ المحققین حضرت علامہ مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی بھاگلپوری علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: "جب اقامت شروع کرنے سے پہلے مقتدی مسجد میں حاضر ہوں اور امام بھی اپنے مصلے پر یا اس کے قریب میں موجود ہو اور اقامت کہنے والا شخص خود امام نہ ہو تو اس صورت میں سب کو حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ یا حَیَّ عَلَی الۡفَلَاح پر کھڑا ہونا چاہئے، یہی مسنون و مستحب ہے۔ اس صورت میں ابتدائے اقامت سے کھڑے ہونے کو حنفی مسلک میں

ہمارے فقہائے کرام نے مکروہ تحریر فرمایا ہے۔" (حبیب الفتاویٰ، ص134)

اس حالت میں کھڑے کھڑے اقامت سننا مکروہ ہے۔ رد المحتار میں ہے:"یکرہ له الانتظار قائماً ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن حی علی الفلاح "یعنی کھڑے ہو کر انتظارِ نماز نہ کرے کہ مکروہ ہے، بلکہ بیٹھ جائے پھر جب موذن "حَیَّ عَلَی الْفَلَاح" کہے تو کھڑا ہو۔ (ردالمحتار، 2/88)

بخاری شریف کی حدیث پاک "اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتی ترونی" کے تحت عمدۃ القاری شرح بخاری میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْھُم کے عمل کے بارے میں ہے:"وکان انس رضی اللہ تعالیٰ عنه یقوم اذا قال المؤذن قد قامت الصلوٰۃ" یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنه اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب موذن قد قامت الصلوٰۃ کہتا مزید اسی صفحہ پر ہے "وفی المصنف کرہ هشام یعنی ابن عروہ ان یقوم حتی یقول المؤذن قد قامت الصلوٰۃ" یعنی مصنف میں ہے کہ ہشام بن عروہ اقامت میں قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ سے پہلے کھڑے ہونے کو مکروہ جانتے تھے۔ (عمدۃ القاری، 4/215)

علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں:"والجملة فیه ان المؤذن اذا قال حی علی الفلاح فان کان الامام معهم فی المسجد یستحب للقوم ان یقوموا فی الصف" یعنی خلاصہ کلام یہ کہ امام قوم کے ساتھ مسجد میں ہو تو سب کو اس وقت کھڑا ہونا مستحب ہے جب موذن حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہے۔ (بدائع الصنائع، 1/467)

یونہی تَبْیِیْنُ الْحَقَائِق میں ہے:"والقیام حین قیل حی الفلاح لانه امر به و یستحب المسارعة الیه۔" (تبیین الحقائق، 1/283)

صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں:"اقامت کے وقت کوئی شخص آیا تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے، بلکہ بیٹھ جائے جب حَیَّ عَلَی

اَلْفَلَاحِ پر پہنچے اس وقت کھڑا ہو۔ یوہیں جو لوگ مسجد میں موجود ہیں، وہ بیٹھے رہیں، اس وقت اُٹھیں، جب مُکَبِّر حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ پر پہنچے، یہی حکم امام کیلئے ہے۔ آج کل اکثر جگہ رواج پڑ گیا ہے کہ وقت اقامت سب لوگ کھڑے رہتے ہیں بلکہ اکثر جگہ تو یہاں تک ہے کہ جب تک امام مصلے پر کھڑا نہ ہو، اس وقت تک تکبیر نہیں کہی جاتی، یہ خلافِ سنّت ہے۔" (بہار شریعت، حصہ 3، 1/471)

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ نے حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر کھڑا ہونے کے بارے میں 14 کتابوں کا حوالہ دیا ہے چنانچہ در مختار کی عبارت "والقیام لامام ومؤتم حین قیل حی علی الفلاح" کے تحت فتاویٰ شامی میں ہے "کذا فی الکنز ونور الایضاح والاصلاح والظھیریۃ والبدائع وغیرھا والذی فی الدرر متنا وشرحا عند الحیعلۃ الاولی: یعنی حیث یقال حی علی الصلاۃ اھ وعزاہ الشیخ اسماعیل فی شرحہ الی عیون المذاھب والفیض والوقایۃ والنقایۃ والحاوی والمختار اھ قلت واعتمدہ فی متن الملتقی، وحکی الاولی بقیل، لکن نقل ابن الکمال تصحیح الاول ونص عبارتہ: قال فی الذخیرۃ: یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلثۃ" یعنی اسی طرح (1) کنز (2) نور الایضاح (3) اِصلاح (4) ظھیریہ (5) بدائع وغیرہ میں ہے، (6) درر کے متن اور شرح میں یہ ہے کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کہنے پر کھڑا ہو، شیخ اسماعیل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس قول کو (7) عیون المذاھب (8) فیض (9) وقایہ (10) نقایہ (11) حاوی (12) مختار کی طرف منسوب فرمایا، میں کہتا ہوں کہ اس پر (13) ملتقی کے متن میں اعتماد کیا ہے، اور پہلے کو قیل کے ساتھ نقل کیا ہے، لیکن علامہ ابنِ کمال رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے پہلے قول ہی کی تصحیح نقل کی ہے ان کی عبارت یہ ہے: (14) ذخیرہ میں فرمایا:

”امام اور مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہے یہی ہمارے علماء ثلاثہ کے نزدیک حکم ہے“۔ (ردالمحتار،2/216)

14 کتابیں تو علامہ شامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی نے ذکر فرمائیں ہیں۔ اس کے علاوہ تنویرالابصار، درمختار، عمدۃ القاری اور خود ردالمحتار تو یہ کل 18 کتابیں ہوئیں۔ حکمِ شرعی ماننے اور اس پر عمل کرنے والے کے لئے ایک ہی کتاب کافی ہے اور نہ ماننے والے کے لئے اگر پورا ذخیرہ بھی نقل کر دیا جائے تو ناکافی ہے۔ خلیفۂ اعلیٰ حضرت، ملک العلماء، محدث کبیر حضرت علامہ مولانا مفتی ظفر الدّین بہاری علیہ رحمۃ اللہ البارِی نے اس موضوع پر ایک رسالہ ”تنویر المصباح“ کے نام سے تحریر فرمایا ہے جس میں آپ نے 50 کتابوں کے حوالے سے اس مسئلے میں احناف کے مؤقف کو واضح کیا ہے تفصیل کے لئے اُسے ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ حکمِ شرعی پر عمل کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

کیا مؤذن کسی اور سے تکبیر پڑھوا سکتا ہے؟

فَتویٰ 23

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ جماعت کے لئے جو تکبیر پڑھی جاتی ہے، مؤذن کسی اور سے پڑھوا سکتا ہے؟ سائل: قاری ماہنامہ فیضان مدینہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جو اذان دے اقامت کہنے کا حق بھی اسی کا ہے۔ اگر مؤذن موجود ہو تو اس کی

اجازت کے بغیر دوسرے کا اقامت کہنا مکروہ ہے جبکہ مؤذن کو ناگوار گزرتا ہو اور وہ اپنی خوشی سے کسی اور کو اقامت کہنے کی اجازت دے تو دوسرا شخص بھی اقامت کہہ سکتا ہے شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں۔

اگر جماعت کا وقت ہو گیا اور مؤذن وہاں موجود نہ ہو تو اس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی شخص اقامت کہہ سکتا ہے البتہ بہتر ہے کہ امام اقامت کہے۔

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی بہارِ شریعت میں ارشاد فرماتے ہیں: ”جس نے اذان کہی اگر موجود نہیں تو جو چاہے اقامت کہہ لے اور بہتر امام ہے اور مؤذن موجود ہے تو اس کی اجازت سے دوسرا کہہ سکتا ہے کہ یہ اسی کا حق ہے اور اگر بے اجازت کہی اور مؤذن کو ناگوار ہو تو مکروہ ہے۔“

(بہار شریعت، 1/ 470)

بدائع الصنائع میں ہے: ”اِنَّ مَنْ اَذَّنَ فَھُوَ الَّذِیْ یُقِیْمُ وَاِنْ اَقَامَ غَیْرُہٗ فَاِنْ کَانَ یَتَأَذّٰی بِذٰلِكَ یُکْرَہُ لِاَنَّ اِکْتِسَابَ اَذَی الْمُسْلِمِ مَکْرُوْہٌ وَاِنْ کَانَ لَا یَتَأَذّٰی بِہٖ لَا یُکْرَہُ۔“ یعنی جس نے اذان دی وہی اقامت کہے گا اگر کسی اور نے اقامت کہی اور مؤذن کو ناپسند گزرا تو مکروہ ہے کیونکہ مسلمان کو اذیت دینا مکروہ ہے اور اگر مؤذن کو برا نہ لگا تو مکروہ نہیں ہے۔ (بدائع الصنائع، 1/ 375)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	جمیل احمد غوری عطاری

نماز

سجدے میں پاؤں کی کتنی انگلیاں لگانا ضروری ہیں؟

فتویٰ 24

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سجدہ میں کتنی انگلیوں کا زمین پر لگنا فرض اور کتنی کا واجب ہے؟ اگر امام یا کوئی اور نمازی صرف انگلیوں کے سرے زمین پر لگائے تو نماز کا کیا حکم ہے؟ سائل: عبد الرؤف (گاڑی کھاتہ، زم زم نگر حیدر آباد)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

امام ہو یا عام نمازی سجدہ میں دونوں پاؤں کی دس انگلیوں میں سے کسی ایک انگلی کا پیٹ زمین پر لگنا فرض ہے اور ہر پاؤں کی تین تین انگلیوں کا پیٹ زمین پر لگنا واجب ہے اور دونوں پاؤں کی دسوں انگلیوں کا پیٹ زمین پر لگنا اور ان کا قبلہ رو ہونا سنت ہے۔ اگر کسی نے اس طرح سجدہ کیا کہ دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہے یا پاؤں کا صرف ظاہری حصہ زمین پر لگایا یا صرف انگلیوں کی نوک لگائی اور ایک بھی انگلی کا پیٹ زمین پر نہ لگا تو نماز نہیں ہوگی، اس نماز کو دوبارہ درست طریقہ کے ساتھ پڑھنا فرض ہوگا۔ اسی طرح اگر ایک انگلی کا پیٹ تو زمین پر لگا یا مگر دونوں پاؤں کی تین تین انگلیوں کا پیٹ زمین پر نہ لگایا تو ترکِ واجب کی وجہ سے گناہ بھی ہوگا اور نماز واجبُ الاِعادہ ہوگی یعنی اس نماز کو دہرانا (دوبارہ پڑھنا) واجب ہے۔ نیز امام چونکہ مقتدیوں کی نماز کا ضامن ہوتا ہے تو جس صورت میں امام کی نماز نہیں ہوگی اور اعادہ فرض ہوگا اس صورت میں مقتدیوں کی نماز بھی نہیں ہوگی، ان پر بھی اعادہ فرض ہوگا، یونہی جس صورت میں امام کی نماز واجب الاِعادہ ہوگی، مقتدیوں کی نماز بھی واجب الاِعادہ ہوگی۔

الجواب صحیح	کتبــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	محمد سرفراز اختر عطاری

نماز میں اپنی آواز سنائی نہ دے تو کیا حکم ہے؟

فتویٰ 25

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اِس بارے میں کہ نَماز اِتنی اُونچی آواز سے پڑھنا ضروری ہے کہ اپنے کان سُن لیں، اگر اپنی آواز نہ سُنائی دے تو نماز کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

نَماز میں جن چیزوں کا پڑھنا فرض یا واجب یا سنّت یا مُستَحَب ہے اُن کو اِتنی آواز میں پڑھنا کہ شوروغُل یا ثِقَلِ سَماعَت کا عارِضہ نہ ہو تو اُس کی آواز اپنے کانوں سے سُنے، عَلَی التَّرتیب فرض یا واجب یا سنّت یا مُستَحَب رہے گا۔ لٰہذا اگر کسی چیز کا پڑھنا فرض تھا جیسے تکبیرِ تحریمہ یا قِراءَت بہت ہی ہلکی آواز میں کی کہ خود کو بھی آواز نہیں آئی تو فرض اَدا نہ ہوا ایسے ہی یہ نَماز پڑھ لی تو اس نماز کو اَز سرِ نو پڑھنا فرض ہو گا۔ اور جس چیز کا پڑھنا واجِب تھا جیسے اَلتَّحِیّات، اس کا پڑھنا خود کو سنائی نہ دیا تو واجب اَدا نہ ہوا ایسے ہی نماز پڑھ لی تو نماز کا اِعادہ یعنی اِس نماز کا دوبارہ سے پڑھنا واجب ہو گا۔ اور جس چیز کا پڑھنا سنّت تھا جیسے رکوع و سُجود کی تسبیحات وغیرہ اِس کے پڑھنے میں آواز خود کے کانوں کو سُنائی نہ دی تو سنّت اَدا نہ ہوئی ایسی نماز کا اِعادہ مُستَحَب ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح
مفتی فضیل رضا عطاری

کتبـــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
جمیل احمد غوری عطاری

داڑھی مونڈانے اور ایک مٹھی سے کم کرنے والے کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

فتویٰ 26

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ جو شخص داڑھی مونڈے یا ایک مٹھی سے کم کرے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ رہنمائی فرمائیں۔

سائل: قاری ماہنامہ فیضان مدینہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوری ایک مُشت داڑھی رکھنا واجب ہے اور منڈانا یا ایک مٹھی سے کم کروانا دونوں حرام و گناہ ہیں اور ایسا کرنے والا فاسقِ مُعلِن ہے اور فاسقِ مُعلِن کو امام بنانا یا اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی یعنی پڑھنا گناہ ہے اور اگر پڑھ لی ہو تو اس کا اعادہ واجب ہے۔ غنیۃ میں ہے: ”لَوْ قَدَّمُوْا فَاسِقاً یَأْثَمُوْنَ بِنَاءً عَلٰی أَنَّ کَرَاھَۃَ تَقْدِیْمِہٖ کَرَاھَۃُ تَحْرِیْمٍ“ یعنی اگر کسی فاسق کو مقدم کیا تو وہ گناہگار ہوں گے اس بناء پر کہ فاسق کو مقدم کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (غنیۃ المستملی، ص513) فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”داڑھی منڈانا اور کُتَروا کر حدِ شرع سے کم کرانا دونوں حرام و فسق ہیں اور اس کا فسق بالاِعلان ہونا ظاہر کہ ایسوں کے منہ پر جلی قلم سے فاسق لکھا ہوتا ہے اور فاسقِ مُعلِن کی امامت ممنوع و گناہ ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، 6/505)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

مسبوق اپنی بقیہ نماز کس طرح پڑھے گا؟

فتویٰ 27

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ دوسری، تیسری اور چوتھی رکعت بلکہ قعدۂ اخیرہ میں شامل ہونے والا شخص اپنی بقیہ رکعتیں کس طرح مکمل کرے گا؟

سائل: محمد احمد خان عطاری (قاری ماہنامہ فیضانِ مدینہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جماعت میں شریک مقتدی جس کی کچھ رکعتیں نکل گئی ہوں، مَسْبُوق کہلاتا ہے۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد فوت شدہ رکعتوں کی ادائیگی کا طریقہ درج ذیل ہے:

اگر چاروں رکعتیں نکل گئی ہوں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد مسبوق کھڑا ہو کر اس طرح نماز پڑھے جس طرح منفرد یعنی اکیلا شخص نماز پڑھتا ہے یعنی کھڑا ہو کر پہلی رکعت میں ثنا، تَعَوُّذ و تَسْمِیَہ کے بعد قراءت کرے اور حسبِ معمول بقیہ نماز عام طریقۂ کار سے مکمل کرے۔

اگر اس کی تین رکعتیں چھوٹی ہوں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر پہلی رکعت کی طرح ایک رکعت ادا کرے اس میں قعدہ بھی کرے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت سورۂ فاتحہ اور سورت کے ساتھ پڑھے اس میں قعدہ نہیں کرے گا پھر اس کے بعد ایک اور رکعت سورۂ فاتحہ پڑھ کر ادا کرے۔

اور اگر دو رکعتیں نکلی ہوں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر دو رکعتیں سورۂ فاتحہ اور سورت کے ساتھ پڑھے جس کی پہلی رکعت میں ثنا، تعوذ اور تسمیہ بھی

پڑھے۔اگر مغرب کی نماز میں دو رکعتیں رہ گئیں ہوں تو اپنی ایک رکعت ادا کرنے کے بعد قعدہ بھی کرنا ہوگا۔اگر ایک رکعت نکلی ہو تو کھڑا ہو کر ثنا، تعوذ اور تسمیہ کے بعد سورۂ فاتحہ اور سورت کی قراءَت کر کے رکعت مکمل کرے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبــــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	جمیل احمد غوری عطاری

سجدہ میں جانے یا سجدہ سے اٹھتے وقت قمیص یا شلوار صحیح کرنے کا کیا حکم ہے؟

فتویٰ 28

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ دورانِ نماز، سجدے میں جاتے ہوئے اور سجدہ سے قیام کی طرف اٹھتے وقت دونوں یا ایک ہاتھ سے قمیص یا شلوار صحیح کرتے ہیں۔اُن کا یہ عمل کرنا کیسا ہے؟ بیان فرمادیں۔

سائل: قارئین کرام (ماہنامہ فیضان مدینہ)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوال میں "صحیح کرتے ہیں" کے الفاظ مبہم ہیں اس سے کیا مراد ہے سوال میں اس کی وضاحت نہیں کی گئی۔اگر مراد کپڑا اسمیٹنا ہے جیسا کہ بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جب سجدے میں جاتے ہیں تو شلوار اوپر کی طرف کھینچ لیتے ہیں یا قمیص کا دامن اٹھالیتے ہیں تو اس طرح کرنا مکروہ تحریمی یعنی ناجائز و گناہ ہے کہ یہ کَفِّ ثَوب ہے جس سے حدیث شریف میں منع فرمایا گیا ہے اور ایسی صورت میں نماز دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

اور اگر صحیح کرنے سے مراد جسم سے چپک جانے والا کپڑا چھڑانا ہے کہ بسا اوقات رکوع سے اٹھنے کے بعد یا سجدہ سے قیام کی طرف آنے کے بعد کپڑا جسم سے چپک جاتا ہے تو اسے عملِ قلیل کے ذریعہ چھڑانے میں کوئی حرج نہیں لیکن یہ عمل ایک ہاتھ سے بآسانی ہوسکتا ہے لہٰذا بِلاضرورت اس میں دونوں ہاتھوں کا استعمال نہ کیا جائے ورنہ عبث اور مکروہِ تنزیہی ہوگا۔

یاد رہے! کہ اگر دونوں ہاتھوں کا استعمال اِس انداز سے کیا کہ دُور سے کوئی دیکھے تو اُس کا ظنِّ غالب یہی ہو کہ یہ نماز میں نہیں ہے تو یہ صورت عملِ کثیر ہوگی جس کی بناء پر نماز ہی فاسد ہو جائے گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری

ننگے سر نماز پڑھنا کیسا؟

فَتویٰ 29

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ سر پر ٹوپی یا عمامہ نہ ہو تو اس حالت میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

سائل: قاری ماہنامہ فیضانِ مدینہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

نماز پڑھتے ہوئے سر کو عمامہ شریف یا کم از کم ٹوپی سے ڈھانپنا چاہیے، سُستی کاہلی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ البتہ اگر واقعی کوئی ایسا ہے کہ جسے برہنہ سر

نماز پڑھنے میں خشوع نصیب ہوتا ہو اور عمامہ یا ٹوپی پہننے سے خشوع نہ آتا ہو تو اس کے لئے بہتر برہنہ سر نماز پڑھنا ہے۔ البتہ عورت کے لئے ننگے سر نماز پڑھنا جائز نہیں بلکہ اس کی نماز ہی نہیں ہوگی کہ اس کے لئے سر کے بالوں کا نماز کی حالت میں چھپانا شرائطِ نماز میں سے ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبــــــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	جمیل احمد غوری عطاری

سُتُونوں کے درمیان صف بنانا

فتویٰ 30

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ ہماری مسجد کی ایک صف کے درمیان دو سُتون آتے ہیں جس کی وجہ سے قَطعِ صف لازم آتا ہے۔ ایسی صف میں نمازیوں کا صف بنانا کیسا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بلا ضرورت سُتونوں کے درمیان صف بنانا مکروہ و ناجائز ہے کہ اس سے قَطعِ صف لازم آتا ہے جو کہ ناجائز ہے۔ ہاں اگر کوئی عُذر ہو کہ نَمازیوں کی کثرت کی وجہ سے جگہ تنگ ہو یا باہر بارش ہو تو سُتونوں کے درمیان کھڑے ہوسکتے ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

بچوں کو صف میں کہاں کھڑا کریں؟

فتویٰ 31

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچوں کو مسجد کی صَف میں کھڑا نہیں کیا جاتا اس کا شرعی مسئلہ کیا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

وہ بچے جو عَقل مَند اور نماز کی سمجھ بوجھ رکھتے ہیں، ایسے بچوں کے مُتعلق شرعی حکم یہ ہے کہ ان کی صَف مردوں کی صَف کے بعد عَلیحدہ سے بنائی جائے۔ہاں اگر بچہ صِرف ایک ہے تو اس کے لئے الگ سے صَف بنانے کی ضرورت نہیں، بلکہ وہ مَردوں کی صَف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے، چاہے صَف کے درمیان میں کھڑا ہو یا کونے میں، دونوں میں کوئی حَرج نہیں۔ اور وہ بچے جو اتنے چھوٹے ہیں کہ ان کو نماز کی بھی سمجھ بوجھ نہیں تو ان کو صف میں کھڑا نہیں کر سکتے، چاہے ایک ہو یا زیادہ کیونکہ ایسے بچوں کی نماز ہی مُعتبر نہیں اور صف میں جہاں ایسا بچہ کھڑا ہو گا گویا وہاں سے صَف خالی رہے گی اور یہ شرعاً ممنوع و ناجائز ہے۔

نوٹ: یہ بھی واضح رہے کہ ایسے چھوٹے بچے جو نماز کی سمجھ بوجھ نہیں رکھتے، مسجد میں آکر اُلٹی سیدھی حَرکتیں کرتے، بھاگتے دوڑتے اور شور مَچاتے ہیں ان کو مسجد میں لانے کی بھی شرعاً اِجازت نہیں۔

حدیث پاک میں حکم دیا گیا ہے کہ مَساجد کو بچوں اور پاگلوں سے بچاؤ۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	محمد ساجد عطاری مدنی

کسی رُکعت کا سجدہ رہ گیا تو؟

فتویٰ 32

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی تنہا نماز ادا کر رہا ہے، اگر دورانِ نماز کسی رُکعت میں بھول کر اس نے صرف ایک سجدہ کیا اور اگلی رکعت میں اسے یاد آیا کہ میں نے ایک ہی سجدہ کیا تھا تو وہ کیا کرے اور اگر نماز کا سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا تو کیا کرے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

کسی رکعت کا سجدہ رہ گیا تو نماز کے اندر جب یاد آئے کر لے اور آخر میں سجدہ سہو کرے، اگر رُکوع میں یاد آیا کہ نماز کا کوئی سجدہ رہ گیا ہے اور وہیں سے سجدہ کو چلا گیا یا سجدہ میں یاد آیا اور سر اُٹھا کر وہ سجدہ کر لیا تو بہتر یہ ہے کہ اس رُکوع و سُجُود کا اِعَادہ کرے اور سجدہ سہو کرے اور اگر اس وقت نہ کیا بلکہ آخرِ نماز میں کیا تو اس رُکوع و سُجُود کا اِعَادہ نہیں سجدہ سہو کرنا ہوگا۔

اور اگر سَلام کے بعد یاد آیا تو اگر کوئی کام مُنافیِ نماز نہیں کیا یعنی کوئی گفتگو نہیں کی، قصداً وُضو نہ توڑا وغیرہ، تو یاد آتے ہی نماز کا رہ جانے والا سجدہ کرے پھر سَر اٹھا کر تشہد پڑھے، اس کے بعد سجدہ سہو کرے اور تشہد مکمل پڑھ کر سلام پھیر دے۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم

الجواب صحیح
مفتی محمد ہاشم خان عطاری

کتبــــــــــہ
محمد عرفان مدنی

آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا

فتویٰ 33

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہم آنکھیں بند کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

سائل: بشارت علی (جاوید مارکیٹ اچھرہ، لاہور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا کراہت کے ساتھ جائز ہے اور کراہت تنزیہی ہے یعنی گناہ تو نہیں مگر بچنا بہتر ہے البتہ اگر کسی کو آنکھیں کھلی رکھنے کی صورت میں خشوع نہ آتا ہو اور بند کرنے میں خشوع حاصل ہو تو اس کے لئے آنکھیں بند کرنے میں اصلاً حرج نہیں بلکہ بہتر ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورت ملانے کا حکم

فتویٰ 34

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ اگر کسی نے چار رکعت والی فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورتِ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملالی تو کیا حکم ہے؟ اور کیا سورت ملانے کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورتِ فاتحہ کے بعد دوسری سورت پڑھنے میں فقہا کا اختلاف ہے بعض فقہا کے نزدیک مستحب ہے جبکہ بعض مکروہِ تنزیہی قرار دیتے ہیں۔ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرَّحمہ نے اس اختلاف کی فتاویٰ رضویہ، جلد 8، صفحہ 195 پر اس طرح تطبیق ارشاد فرمائی ہے کہ جہاں فرض کی تیسری چوتھی رکعت میں سورت کا ملانا مکروہ بتایا گیا ہے وہاں امام کا فاتحہ کے بعد اضافہ کرنا مراد ہے اور جہاں مستحب اور نفل ہونے کا قول کیا گیا وہاں مراد منفرد کا اضافہ کرنا ہے۔

لہٰذا اس تطبیق کی روشنی میں منفرد یعنی تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورتِ فاتحہ کے بعد دوسری سورت پڑھنے میں کوئی حرج و مضائقہ نہیں بلکہ مستحَب ہے۔ البتّہ امام کے لئے فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورت ملانا مکروہِ تنزیہی ہے۔ اور اگر سورت ملانے سے مقتدیوں کو اذیت ہو تو مکروہِ تحریمی یعنی قریب بحرام ہے۔

اور جہاں تک سجدۂ سہو کا تعلّق ہے تو سجدۂ سہو واجباتِ نماز میں سے کسی واجب کو بھولے سے چھوڑنے کے سبب واجب ہوتا ہے، اور فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورت ملانے سے نماز کا کوئی واجب ترک نہیں ہوتا، لہٰذا امام یا منفرد نے قصداً سورت ملائی ہو یا بلا قصد، بہر صورت کسی پر بھی سجدۂ سہو واجب نہیں ہو گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

قعدۂ اخیرہ میں غلطی سے کھڑا ہو جائے تو؟

فتویٰ 35

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں امامِ مسجد ہوں، نمازِ عصر کی چوتھی رکعت میں قعدہ کے بجائے میں پورا کھڑا ہو گیا لیکن فوراً یاد آ گیا اور خود ہی بیٹھ گیا، کسی نے لقمہ نہیں دیا تھا، سجدۂ سہو بھی کیا تھا۔ کیا اس طرح نماز دُرست ہو گئی یا دوبارہ پڑھنا ضروری ہو گی؟

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

جو شخص نماز کا آخری قعدہ بھول کر کھڑا ہو جائے اسے حکم ہے کہ جب تک اُس زائد رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو لوٹ آئے اور قعدہ کر کے سجدۂ سہو کرے اور اپنی نماز مکمل کرے، نماز درست ہو جائے گی۔ بغیر قعدہ کئے پانچویں کے لئے کھڑے ہو جانے کے بعد اگر واپس نہ لوٹا اور پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو فرض باطل ہو جائیں گے، البتہ نماز فاسد نہیں ہو گی بلکہ نفل ہو جائے گی اور اسے حکم ہو گا کہ مزید ایک رکعت ملا لے، اور فرض نئے سِرے سے پڑھے گا۔ صورتِ مسئولہ میں چونکہ آپ پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے لَوٹ آئے، اور قعدہ کر کے سجدۂ سہو بھی کر لیا، لہٰذا آپ کی اور سب مقتدیوں کی نماز درست ہو گئی۔

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُهٗ اَعۡلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

قعدۂ اخیرہ میں شامل ہونے سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا تو نمازی کیا کرے؟

فتویٰ 36

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ امام قعدۂ اخیرہ میں ہے، زید آیا، اَللہُ اَکْبَر کہہ کر نیت باندھی اور تَشَہُّد میں بیٹھنے کے لئے حدِّ رکوع تک بھی نہ جھکا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا، اب زید کے لئے کیا حکم ہے؟ قعدہ کرے اور تَشَہُّد پڑھ کر کھڑا ہو یا کھڑا رہ کر ہی پہلی رکعت سے نماز کا آغاز کرے؟ سائل: نور الحسن (ننکانہ) قاری ماہنامہ فیضانِ مدینہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں زید کو جماعت نہیں ملی اور نہ ہی اس کی اپنی اکیلے کی نماز شروع ہوئی بلکہ اس کو نئے سِرے سے نماز پڑھنی ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اِقتدا کا مطلب ہے مُقتَدِی کا امام کی نماز میں شریک ہونا اور شرکت اسی صورت میں ہوگی کہ امام جس رکنِ نماز کو ادا کر رہا ہے نماز کے اس حصّہ اور رکن میں مقتدی بھی شریک ہو جائے، تو چونکہ زید کے تَشَہُّد (یعنی اَلتَّحِیَّات) میں بیٹھنے سے قبل ہی امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی کو قعدہ امام کے ساتھ نہ مل سکا اس لئے اس کی اِقتدا دُرست نہ ہوئی اور چونکہ اس نے اپنی اس نماز کو اکیلے پڑھنے کے بجائے مقتدی کی حیثیت سے شروع کیا تھا اور اِقتدا درست نہ ہوئی اس لئے اس کی اپنی اِنفرادی نماز بھی شروع نہیں ہوئی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	جمیل احمد غوری عطاری

نماز میں کھانسنے کا حکم

فتویٰ 37

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ نماز میں بہت دیر تک کھانسنے کی نوبت آجائے جس کی وجہ سے تین سُبْحٰنَ اللہ کی مقدار تاخیر بھی ہو جاتی ہو تو ایسی صورت میں کیا سجدۂ سہو وغیرہ کرنا ہو گا؟ سائل: محمد شفیع عطاری (E-5، نیو کراچی)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

عذر کی بناپر مثلاً کھانسنے کے سبب بالفرض اگر تین مرتبہ سُبْحٰنَ اللہ کہنے کی مقدار قراءت یا تَشَہُّد وغیرہ میں سُکُوت ہو جائے یا فرض و واجب کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائے تو اس سے نماز پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور اس صورت میں سجدۂ سہو بھی لازم نہیں ہوتا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــہ	الجواب صحیح
المتخصص فی الفقہ الاسلامی	مفتی فضیل رضا عطاری
ابوعبداللہ محمد سعید عطاری مدنی	

شلوار کے ساتھ شرٹ پہن کر نماز پڑھنا کیسا؟

فتویٰ 38

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ نماز میں شلوار کے ساتھ شرٹ پہنی ہو تو اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟ سائل: قاری ماہنامہ فیضانِ مدینہ

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

فل آستین کی شرٹ ہو یا نصف آستین کی، اسے شلوار کے ساتھ عام طور پر آدمی گھر

میں سوتے وقت یا کام کاج کے وقت پہن لیتا ہے لیکن اسے پہن کر بزرگوں کے سامنے جانا معیوب (بُرا) سمجھتا اور شرم محسوس کرتا ہے۔ کُتُبِ فقہ میں اس نوعیت کے لباس پہن کر نماز پڑھنے کو مکروہِ تنزیہی قرار دیا گیا ہے یعنی ایسا لباس پہن کر نماز پڑھنے سے بچنا بہتر ہے۔

نمازی کو چاہیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دربار کی حاضری کے وقت یعنی نماز ادا کرنے کے لئے اچھا و عمدہ لباس پہنے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دربار اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ بندہ اس کی بارگاہ میں حاضری کے لئے زینت اختیار کرے۔ امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرَّحمٰن فتاویٰ رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: متون و شروح و فتاویٰ تمام کُتُبِ مذہب میں بلا خلاف تصریح صاف ہے کہ ثیابِ ذِلّت و مِہنت یعنی وہ کپڑے جن کو آدمی اپنے گھر میں کام کاج کے وقت پہنے رہتا ہے جنہیں میل کچیل سے بچایا نہیں جاتا اُنہیں پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، 7/377)

ایسے کپڑوں میں نماز کو مکروہِ تنزیہی قرار دیتے ہوئے علّامہ شامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی ارشاد فرماتے ہیں: وَالظَّاھِرُ اَنَّ الْکَرَاھَۃَ تَنْزِیْھِیَّۃٌ یعنی ظاہر یہی ہے کہ ان کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ (ردالمحتار، 2/491)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــــــــــــہ	الجواب صحیح
جمیل احمد غوری عطاری	مفتی فضیل رضا عطاری

امام کا لمبی قراءت کرنا اور مقتدیوں کا اس پر باتیں کرنا

فتویٰ 39

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں امام کا لمبی قراءت

کرنا اور مُقتدیوں کا لمبی قراءت کرنے پر باتیں کرنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فرض نمازوں میں قراءت کے معاملے میں امام کے لئے سنّت یہ ہے کہ اگر مُقیم ہونے کی حالت میں نماز کا وقت تنگ نہ ہو اور جماعت میں بوڑھا، بیمار، ضعیف اور ضروری کام والا کوئی فرد موجود نہ ہو تو فجر اور ظہر کی نماز میں طِوالِ مُفَصَّل (یعنی سورۂ حُجُرات سے سورۂ بُروج تک)، عصر اور عشاء میں اَوْساطِ مُفَصَّل (یعنی سورۂ بُروج سے لے کر سورۂ بیّنہ تک) اور مغرب میں قِصارِ مُفَصَّل (یعنی سورۂ بیّنہ سے سورۂ ناس تک) پڑھے۔

یا پھر فجر اور ظہر کی دونوں رکعتوں میں فاتحہ کے علاوہ 40 سے 50 آیات تک، عصر اور عشاء میں 15 سے 20 آیات تک اور مغرب میں 10 آیات تک پڑھے۔

اور اگر نماز میں بوڑھا، ضعیف، بیمار اور ضروری کام والا کوئی فرد موجود ہو تو ان کی رعایت کرتے ہوئے قراءت میں تخفیف (یعنی کمی) کرے۔

اور اس سے ہٹ کر امام کا قراءت کرنا بُرا اور خلافِ سنت ہے اور اگر نمازیوں میں کوئی بوڑھا یا مریض یا ضروری کام والا ہے جس پر طویل قراءت گِراں (یعنی دشوار) گزرتی ہو تو یہ ناجائز و حرام ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ (یعنی پوچھی گئی صورت) میں اگر امام سنت کے مطابق قراءت کرتا ہے تو مقتدیوں کو امام کے خلاف باتیں کرنے کی اجازت نہیں اور اگر وہ مذکورہ طریقے پر قراءت نہیں کرتا بلکہ اس سے ہٹ کر دیگر لمبی سورتیں پڑھتا ہے تو اس صورت میں وہ قصوروار ہے، مقتدیوں کو چاہئے کہ پیار و محبت سے اُسے سمجھائیں نہ یہ کہ اس کے خلاف

باتیں کرنا شروع کر دیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

نابالغ، بالغ ہونے کے بعد نماز کا اِعادہ کرے یا نہیں؟

فتویٰ 40

کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ مَتین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نابالغ، وقتی فرض نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے کے بعد اسی وقت میں بالغ ہو تو کیا یہ نماز اسے دوبارہ پڑھنی ہو گی یا نہیں؟ بیان فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نابالغ نے نابالغی کی حالت میں جو نماز پڑھی وہ نفل ہے، فرض نہیں اگرچہ فرض کی نیّت کی ہو کیونکہ فرائض و واجبات مکلَّف پر لازم ہوتے ہیں جبکہ نابالغ اَحکامِ شَرعیّہ کا مکلَّف نہیں ہے۔ لہٰذا پہلے پڑھی ہوئی نماز نفل تھی اب جبکہ وقت کے اندر بالغ ہوا اور اس قدر وقت نماز کا باقی ہے کہ جس میں تکبیرِ تحریمہ کہہ سکے تو اس وقت کی نماز اس پر فرض ہے۔ اگر وقت میں دوبارہ نہیں پڑھی تو قضا کرنا فرض ہے اور اب بلا عُذر قضا کرنے کی صورت میں توبہ بھی کرنی ہو گی یہ تو پوچھے گئے سوال کا جواب ہوا۔ مزید اس ضمن میں امام محمد علیہ رحمۃ اللہ الصمد کی سیرت کا ایک بہت حسین واقعہ ملتا ہے کہ آپ چودہ سال کی عمر میں امامِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ دریافت کیا کہ نابالغ

لڑکا عشاء کی نماز پڑھ کر سو جائے اور اسی رات فجر سے پہلے وہ بالغ ہو جائے تو کیا وہ نماز دہرائے گا یا نہیں؟ امام اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے فرمایا: دہرائے گا۔ امام محمد علیہ رحمۃ اللہ الصمد نے اسی وقت اُٹھ کر ایک گوشہ میں نماز پڑھی (یعنی خود اس کم عمری میں نماز کے پابند تھے اور بالغ ہونے پر نماز کی اتنی فکر تھی کہ ایک نماز بھی میرے ذمّہ پر قضا باقی نہ رہے فوراً ضروری مسئلہ پوچھ کر فرض نماز کی ادائیگی کی تاکہ گناہ سے بچت رہے)۔ اس واقعہ سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پہلے زمانہ میں بچوں کی کس قدر اسلامی تَربیّت کا اہتمام کیا جاتا تھا اور افسوس کہ اب مسلمان ماں باپ، بچوں کی اسلامی تَربیّت سے غافل ہوتے جارہے ہیں جس کی وجہ سے ہماری نئی نسل دِینی ضروری اَحکام سے ناواقف دکھائی دیتی ہے۔ اس واقعہ سے ملنے والا درس یہ ہے کہ بچوں کو دینی ضروری اَحکامات سکھائے جائیں نماز وغیرہ کا انہیں پابند بنایا جائے تاکہ جب وہ بالغ ہوں اور ان پر نماز روزہ وغیرہ فرض ہو تو ضروری اَحکامات کے مُطابق دُرست طریقہ سے ان اَعمال کو بجالانے پر قادِر ہوں اور فرائض وواجبات کے تارِک و گنہگار قرار نہ پائیں۔

تنبیہ: نابالغ پر اگرچہ نابالغی کی حالت میں نماز فرض نہیں ہے لیکن والدین کو چاہئے کہ عادت ڈالنے کے لئے جب وہ سمجھدار ہو جائیں انہیں نماز سکھائیں اور پڑھنے کی تلقین کرتے رہیں۔ سات سال کی عمر ہونے پر لازمی سمجھائیں، وضو و نماز سکھائیں اور اس کی پابندی کا درس دیں پھر جب بچہ دس سال کا ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو مار کر بھی نماز پڑھائیں۔ لیکن مارنے میں ضَربِ شَدید یا لاٹھی وغیرہ استعمال کرنے کی اجازت نہیں یونہی چہرے اور سَر پر مارنے کی اجازت نہیں کہ انسان تو انسان جانور کو بھی چہرہ پر مارنے سے حدیث شریف میں منع فرمایا گیا ہے۔ صرف ہاتھ سے چہرے اور سَر کے علاوہ پیٹھ وغیرہ پر صرف تین ضرب تک کی اجازت ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح
مفتی فضیل رضا عطاری

کتبــــــــــــــہ
محمد ساجد عطاری مدنی

پہلے قعدہ میں صرف التحیات پڑھیں یا دُرود ودُعا بھی؟

فتویٰ 41

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چار رکعت والے فرضوں کے پہلے قعدے میں کتنا پڑھنا ہوتا ہے؟ "عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہ" تک یا دُرود ودُعا سمیت آخر تک؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

چار یا تین رکعت والے فرضوں کے پہلے قعدے میں واجب ہے کہ صرف تَشَہُّد پڑھے یعنی اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ سے لے کر عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہ تک۔ اس سے زیادہ پڑھنا جائز نہیں ہے حتی کہ اگر کسی نے بھول کر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ تک پڑھا تو سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا اور اگر جان بُوجھ کر پڑھا تو نماز کا اِعادہ واجب ہو گا۔

نوٹ: چار رَکعات والی سُنَنِ مُؤکّدہ اور وِتروں کا بھی یہی حکم ہے جو اُوپر بیان ہوا۔ البتہ چار رَکعات والی سنن ِغیر مُؤکّدہ اور نوافل کا یہ حکم نہیں بلکہ ان کے پہلے قعدے میں اَلتَّحِیَّات کے بعد دُرود ودُعا بھی پڑھنی چاہئے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح
مفتی فضیل رضا عطاری

کتبــــــــــــــہ
محمد ساجد عطاری مدنی

اِضطِباع کی حالت میں نماز پڑھنا کیسا؟

فتویٰ 42

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ طواف میں اِضطِباع کیا پھر طواف کے بعد اسی حالت میں نماز پڑھ لی تو کیا نماز ہو گئی؟ سائل: محمد مقصود (کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

طواف پورا ہونے کے بعد طواف کرنے والے کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ اپنا کندھا جو کہ طواف کرتے ہوئے اضطباع کی سنّت کی ادائیگی کے لئے کھولا تھا، اس کو احرام کے کپڑے سے چھپالیں، اگر کندھا کھلا ہونے کی حالت میں نماز پڑھی تو نماز مکروہِ تنزیہی ہوئی جس کا اعادہ مستحب ہے کیونکہ وہ لباس جس میں آدمی مُعززین کے سامنے پہن کر نہ جاتا ہو اس میں نماز مکروہِ تنزیہی ہوتی ہے جیسے پاجامے کے اوپر صرف بنیان پہن کر مُعززین کے سامنے جانا معیوب سمجھا جاتا ہے اور بنیان پہن کر نماز مکروہِ تنزیہی ہوتی ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

کیا عورت سجدہ کرتے وقت اپنی کلائیاں بچھائے گی؟

فتویٰ 43

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت سجدہ کرتے وقت اپنی کلائیاں زمین پر بچھا دے گی یا اُٹھا کے رکھے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

عورت کا سجدہ مردوں کے سجدے کی طرح نہیں بلکہ عورت کو حکم یہ ہے کہ وہ سمٹ

کرسجدہ کرے، اپنے بازو کروٹوں سے، پیٹ ران سے، ران پنڈلیوں سے، اور پنڈلیاں زمین سے ملادے اور اپنی کلائیاں زمین پر بچھادے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

اسلامی بہنیں قعدہ میں کیسے بیٹھیں؟

فتویٰ 44

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عورتیں تشہد میں مَردوں کی طرح ہی بیٹھیں۔ کیا عورتیں مَردوں کی طرح ہی بیٹھیں گی یا مختلف طریقہ ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتیں تشہد میں مَردوں کی طرح نہیں بیٹھیں گی بلکہ ان کے لئے شریعت کا یہ حکم ہے کہ وہ تَوَرُّک کریں یعنی اپنے دونوں پاؤں دائیں جانب نکال کر بائیں سرین پر بیٹھیں کیونکہ ایک تو اس طرح بیٹھنا بھی حضور علیہِ الصّلوۃُ وَالسَّلام سے ثابت ہے اور اس طریقے سے بیٹھنے میں عورتوں کے لئے آسانی بھی ہے اور اس میں پردے کی رعایت بھی زیادہ ہے اور عورتوں کے لئے زیادہ مناسب وہی طریقہ ہوتا ہے جس میں پردے کی رعایت زیادہ ہو جیسا کہ سجدے کا معاملہ ہے کہ اس میں مَردوں کو حکم ہے کہ وہ کہنیاں زمین سے، بازو پہلوؤں سے اور پیٹ رانوں سے دور رکھیں لیکن عورت کو اس کے برخلاف سمٹ کر سجدہ کرنے کا حکم ہے یہی معاملہ بیٹھنے کے متعلق بھی ہے جیسا کہ درج ذیل عبارات سے واضح

ہے۔روایات میں ہے کہ عورتوں کو مَردوں کی طرح بیٹھنے سے منع کیا گیا اور پہلے ان کو حکم تھا کہ وہ چار زانو بیٹھیں پھر حکم دیا گیا کہ وہ چار زانو کے بجائے سمٹ کر اور باہم اعضا کو ملا کر بیٹھیں جو کہ تَوَرُّک کا طریقہ ہے چنانچہ مصنف ابنِ ابی شیبہ میں ہے: کن النساء یؤمرن ان یتربعن اذا جلسن فی الصلاۃ، ولا یجلسن جلوس الرجال ترجمہ: عورتوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز میں چار زانو ہو کر بیٹھیں اور مَردوں کے بیٹھنے کی طرح نہ بیٹھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، 1/303) مسندِ ابی حنیفہ میں حضرت نافع سے مروی ہے کہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہ سئل کیف کن النساء یصلین علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال: کن یتربعن، ثم امرن ان یحتفزن ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سوال کیا گیا کہ عورتیں رسولُ اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے زمانے میں کیسے نماز ادا کیا کرتی تھیں تو فرمایا کہ پہلے وہ چار زانو ہو کر بیٹھا کرتی تھیں پھر انہیں حکم دیا گیا کہ وہ سمٹ کر بیٹھیں۔ سمٹ کر بیٹھنے کی وضاحت کرتے ہوئے مشہور محدث حضرت علّامہ علی قاری علیہ رحمۃ اللہ البارِی لکھتے ہیں: ای یضممن اعضاءھن بان یتورکن فی جلوسھن ترجمہ: یعنی عورتیں اپنے اعضا ملا کر رکھیں بایں طور کہ وہ بیٹھنے میں تَوَرُّک کریں (دونوں ٹانگیں ایک طرف نکال کر سرین پر بیٹھیں) (شرح مسند ابی حنیفۃ لملا علی قاری، 1/191) صحاح جوہری میں ہے: وفی الحدیث عن علی رضی اللہ عنہ اذا صلت المراۃ فلتحتفز ای تتضام اذا جلست واذا سجدت ترجمہ: اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حدیثِ پاک میں ہے: جب عورت نماز پڑھے تو وہ سمٹے۔ یعنی جب وہ بیٹھے اور جب وہ سجدہ کرے تو باہم اعضا ملائے رکھے۔ (الصحاح تاج اللغۃ، 3/874) مصنف ابنِ ابی شیبہ میں ہے: عن ابراھیم، قال: تجلس المراۃ من جانب فی الصلاۃ ترجمہ: حضرت ابراہیم (نخعی) سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: عورت نماز میں ایک جانب ہو کر بیٹھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، 1/304) ہدایہ میں ہے: ان کانت امراۃ جلست علی الیتھا الیسری

واخرجت رجلیھا من الجانب الایمن لانه استر لھا ترجمہ: اگر عورت ہے تو وہ اپنی بائیں سرین پر بیٹھے اور اپنے دونوں پاؤں دائیں جانب نکال لے کیونکہ یہ اس کے لئے زیادہ پردے والی کیفیت ہے۔ (ہدایہ، 1/ 53) علّامہ کاسانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی لکھتے ہیں: اما المراۃ فانھا تقعد کاستر مایکون لھا فتجلس متورکۃ عورت اس ہیئت پر بیٹھے جس میں اس کا پردہ زیادہ ہو لہٰذا وہ تورک کی حالت میں بیٹھے۔ (بدائع الصنائع، 1/ 211) امامِ اہلِ سنّت، سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرَّحمٰن ایک سوال کے جواب میں ضمناً اس مسئلے پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں (فارسی عبارت کا ترجمہ کچھ یوں ہے): اس کی ایک نظیر مسئلہ قعود ہے کہ اس کے دونوں طریقے نبیِّ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم سے منقول ہیں ہمارے علماء نے مردوں کے لئے دایاں پاؤں کھڑا کرنا اور بائیں پر بیٹھنے کو اختیار کیا ہے کیونکہ یہ شاق ہے اور بہتر عمل وہی ہوتا ہے جس میں مشقت ہو اور خواتین کے لئے تورک کا قول کیا کیونکہ اس میں زیادہ ستر اور آسانی ہے اور خواتین کا معاملہ ستر اور آسانی پر مبنی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، 6/ 149)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	محمد ساجد عطاری مدنی

عورت کا جُوڑا باندھ کر نماز پڑھنا

فتویٰ 45

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ احادیثِ طیّبہ میں جُوڑا باندھ کر (یعنی بالوں کو اکٹھا کرکے سر کے پیچھے گرہ دے کر) نماز پڑھنے سے ممانعت وارد ہوئی ہے، تو آجکل عورتیں کیچر (Catcher) لگا کر بالوں کو اوپر کی طرف فولڈ کر لیتی ہیں، کیا کیچر (Catcher) یا

کسی اور چیز کے ذریعہ جُوڑا بنے بالوں سے نماز پڑھنا عورتوں کے لئے منع ہے ؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

احادیثِ طیّبہ میں سرکارِ دوعالَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے جُوڑا بندھے بالوں کے ساتھ نماز پڑھنے کی جو ممانعت فرمائی ہے وہ مَردوں کے ساتھ خاص ہے جس کی صراحت خود حدیثِ پاک میں موجود ہے، عورتوں کے لئے یہ ممانعت نہیں ہے۔ مَردوں کے لئے ممانعت کی حکمت شارحینِ حدیث نے یہ بیان فرمائی تاکہ مرد کے سَر کے ساتھ ساتھ اُس کے بال بھی زمین پر گریں اور ربّ تعالٰی کے حضور سجدہ ریز ہوں، پھر اس پر فقہائے کرام نے یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ جُوڑا باندھ کر نماز پڑھنا مَردوں کے لئے مکروہِ تحریمی ہے۔

جبکہ عورت کے بال سترِ عورت میں داخل ہیں یعنی غیر محرم کے سامنے اور بالخصوص نماز میں ان کو چھپانا فرض ہے، اگر عورتیں جُوڑا نہ باندھیں تو حالتِ نماز میں اُن کے بال بکھر سکتے ہیں، جس سے اُن کے بالوں کی بے ستری کا اندیشہ ہے، جس سے نماز پر اثر بھی پڑے گا، لہٰذا اگر عورتیں اپنے بالوں کو سر کے پیچھے اکٹھا کر کے گرہ لگا لیں یا اُن کو کیچر (Catcher) وغیرہ کے ذریعہ گرفت میں لے لیں تو بالوں کو چھپانے میں معاون ثابت ہوں گے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

عورت کا دودھ کپڑوں پر لگ جائے تو

فتویٰ 46

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ اگر کسی عورت کا

دودھ زیادہ ہونے کی وجہ سے خود ہی نکل کر کپڑوں کے ساتھ لگتا رہے، تو کیا وہ ان کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

انسانی دودھ لگے کپڑوں میں نماز پڑھنا درست ہے، کہ انسان کا دودھ پاک ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

کیا عورت اسکرٹ پہن کر نماز پڑھ سکتی ہے؟

فتویٰ 47

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خواتین کا اسکرٹ پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اسکرٹ میں عورت کے بازو اور پنڈلیاں کھلی رہتی ہیں اور ایسا لباس عورت کو پہننا جائز نہیں اور نہ ہی اسکرٹ پہن کر نماز ہو سکتی ہے اس لئے کہ نماز میں سترِ عورت فرض ہے اور بازو پنڈلیاں عورت کے ستر میں داخل ہیں۔ جب ستر میں شامل کسی بھی عضو کا چوتھائی حصّہ کھلا ہو یا متعدد اعضائے ستر کھلے ہونے کی صورت میں ان میں جو سب سے چھوٹا عضو ہے اس کا چوتھائی حصّہ کھلا ہو تو ایسی حالت میں نماز شروع ہی نہیں ہوتی بلکہ ذمّہ پر باقی رہتی ہے تو ایسا لباس جو اللہ تعالیٰ کے حق کو پورا کرنے میں رکاوٹ بنے وہ کس قدر

بُرا لباس ہے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ لہٰذا نہ تو نماز ایسا لباس پہن کر پڑھی جا سکتی ہے اور نہ ہی نماز کے علاوہ ایسا لباس پہننا جائز ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــہ
مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

کیا عورت اندھیرے میں ننگے سر نماز پڑھ سکتی ہے؟

فتویٰ 48

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ گرمی کے موسم میں اسلامی بہن کمرے میں اندھیرا ہونے کی صورت میں ننگے سر نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ نیز ایسی صورت میں اسے کوئی غیر محرم تو کیا محرم بھی نہیں دیکھ رہا ہوتا؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کے لئے عورت کا سر اور اس کے لٹکتے بال بھی ستر عورت میں شامل ہیں لہٰذا اگر عورت نے لباس ہونے کے باوجود دورانِ نماز اپنا سر نہ چھپایا تو نماز نہ ہو گی اور کمرے میں اندھیرا ہونے اور کسی کے نہ دیکھنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ نماز کے لئے ستر کا اہتمام کرنا فرض ہے۔

صدرُ الشریعہ بدرُ الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی ارشاد فرماتے ہیں: ”سترِ عورت ہر حال میں واجب ہے، خواہ نماز میں ہو یا نہیں، تنہا ہو یا کسی کے سامنے، بلا کسی غرضِ صحیح کے تنہائی میں بھی کھولنا جائز نہیں اور لوگوں کے سامنے یا نماز میں تو ستر بالاجماع فرض

ہے۔ یہاں تک کہ اگر اندھیرے مکان میں نماز پڑھی، اگرچہ وہاں کوئی نہ ہو اور اس کے پاس اتنا پاک کپڑا موجود ہے کہ ستر کا کام دے اور ننگے پڑھی، بالاجماع نہ ہو گی۔۔الخ۔

(بہارِ شریعت، 1/479)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

نماز میں عورت کے بال نظر آرہے ہوں تو؟

فتویٰ 49

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ نماز میں عورت کے بال نظر آرہے ہوں تو کیا عورت کی نماز ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کے بال اَعضائے سَتْر میں سے ہیں، عورت پر ان کا پردہ فرض ہے اور اَعضائے سَتْر میں سے کوئی عُضو حالتِ نماز میں ظاہر ہو تو نماز درست ہونے یا نہ ہونے میں اس کی چوتھائی کا اِعتبار ہے۔ لہٰذا چوتھائی سے کم بال کُھلے ہوئے ہوں تو نماز ہو جائے گی اور اگر چوتھائی یا اس سے زیادہ مِقدار میں بال کُھلے ہوئے ہیں یا چادر، دوپٹہ باریک ہونے کی وجہ سے چوتھائی کی مِقدار بالوں کی رَنگت ظاہر ہو رہی ہے تو اس بِنا پر نماز نہ ہونے کی دو صورتیں ہیں: (1) اگر عورت نے نماز ہی اس حالت میں شروع کی کہ اِس قَدر بال کھلے ہوئے تھے یا ان کی رَنگت ظاہر ہو رہی تھی تو نماز شروع ہی نہیں ہوئی (2) اگر یہ حالت

نماز شروع ہونے کے بعد پیدا ہوئی اور عورت نے اِسی حالت میں کوئی رُکن ادا کر لیا یا ایک رُکن یعنی تین مرتبہ سُبحٰن اللہ کہنے کی مِقدار (دیر) گُزر گئی تو نماز فاسد ہو گئی اور اگر ایک رُکن (یعنی تین مرتبہ سُبحٰن اللہ کہنے) کی مُدت گزرنے سے پہلے ہی بال چھپا لئے تو نماز ہو گئی۔

یاد رہے کہ یہ تفصیل چوتھائی کی مِقدار بِلا قصد (بغیر ارادہ کے) کُھل جانے کی صورت میں ہے، اگر کوئی عورت قَصداً (جان بوجھ کر) حالتِ نماز میں چوتھائی کی مِقدار بال کُھول لے تو فوراً نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ ایک رُکن کی مِقدار تاخیر نہ کی ہو۔

تنبیہ: عورت کے اَعضائے سَتر میں سَر اور سَر سے جو بال لٹک رہے ہوتے ہیں یہ دو الگ الگ عُضو کی حَیثیّت رکھتے ہیں۔ سَر کی تعریف یہ ہے کہ پیشانی سے اوپر جہاں سے عادۃً بال اُگنا شروع ہوتے ہیں وہاں سے لیکر گردن کی شُروع تک طُول میں اور ایک کان سے دوسرے کان تک عَرض میں (یعنی عادۃً جہاں بال اُگتے ہیں) یہ سَر ہے۔ لہٰذا اگر نظر آنے والے بال سَر کی حد میں ہوں مثلاً پیشانی کی جانِب سے بال نظر آ رہے ہوں تو اس میں سَر کی چوتھائی کا لحاظ ہو گا اور اگر سَر سے لٹکنے والے بالوں میں سے کچھ ظاہر ہوں تو صرف ان لٹکنے والے بالوں کی چوتھائی دیکھی جائے گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری

وضو کے بعد ناخن پالش لگانے اور آرٹیفشل جیولری پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

فتویٰ 50

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ (1) وضو کرنے کے بعد ناخنوں پر ناخن پالش (Nail Polish) لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

(2) اصلی سونے کا زیور ہونے کے باوجود ار ÿ جیولری (Artificial jewellery) پہن کر عورت اگر نماز پڑھے تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ سائل: حسن رضا (راولپنڈی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

(1) ناخن پالش لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا البتہ اگر ناخن پالش لگی ہو اور پھر وضو کیا جائے تو وضو نہیں ہو گا کیونکہ ناخن پالش پانی کو ناخن تک پہنچنے سے مانع ہے۔

(2) ار ÿ زیور (Artificial jewellery) پہن کر عورت نماز پڑھے تو اُس کی نماز ہو جائے گی اگرچہ اس کے پاس اَصلی زیور موجود ہو، کیونکہ علماء نے عُمومِ بلویٰ کی وجہ سے ار ÿ جیولری پہننا عورت کے لیے جائز قرار دیا ہے، تو جس زیور کا پہننا اس کے لیے جائز ہے اس کو پہن کر نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبــــــــــــہ
مفتی محمد قاسم عطاری	المتخصص فی الفقہ الاسلامی
	محمد نوید چشتی

کیا دورانِ خطبہ عورت گھر میں نمازِ ظہر پڑھ سکتی ہے؟

فتویٰ 51

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں جمعہ کا خطبہ پڑھا جا رہا ہو تو کوئی عورت اس وقت گھر میں ظہر کی نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

مسجد میں ہونے والے جمعہ کے خطبے کے وقت عورتیں گھر میں نمازِ ظہر پڑھ سکتی ہیں البتہ بہتر یہ ہے کہ جمعہ کی جماعت ہوجانے کے بعد پڑھیں۔ خطبہ سننا مسجد میں موجود حاضرین پر فرض ہے گھر میں موجود عورتوں پر نہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــہ
مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

وقتِ نماز شُروع ہونے کے بعد اگر عورت کو حیض آجائے؟

فتویٰ 52

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر نماز کا وقت شُروع ہو چکا ہو اور عورت کو حیض آجائے، تو کیا عورت پر پاک ہونے کے بعد اس وقت کی نماز قضا کرنا لازم ہے؟

سائلہ: بنتِ جنید عطّاری (راولپنڈی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کا وقت داخل ہو چکا اور عورت نے ابھی تک نماز ادا نہ کی کہ اسے حیض یا نفاس آگیا تو پاک ہونے کے بعد عورت پر اس نماز کی قضا لازم نہیں، کیونکہ فرضیتِ نماز کا سببِ حقیقی حکمِ الٰہی اور سببِ ظاہری وقت ہے، اس کے کسی بھی جُز میں نماز ادا کی جائے تو فرض ذمّہ سے ساقط ہو جاتا ہے، ابتدائی وقت میں ہی نماز ادا کرنا لازمی نہیں، اس اختیار کے سبب اگر کسی نے اول وقت میں نماز ادا نہ کی یہاں تک کہ اسے ایسا عذر لاحق ہو گیا جس کی وجہ سے نماز ساقِط ہو جائے تو اس وقت کی نماز مُعاف اور اس کی قضا بھی لازم نہیں ہوتی۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

سجدۂ سہو

سجدۂ سہو کسے کہتے ہیں؟

فتویٰ 53

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سجدۂ سَہْو کسے کہتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کے (بھولے سے) رہ جانے کی وجہ سے جو کمی پیدا ہوئی اس کمی کو پورا کرنے کے لئے شریعتِ مُطَہَّرہ نے جو سجدہ واجب فرمایا، اسے "سجدۂ سَہْو" کہتے ہیں۔ سجدۂ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ قعدۂ اخیرہ میں تَشَہُّد یعنی اَلتَّحِیّات پڑھنے کے بعد صرف ایک سلام دائیں جانب پھیر کر اس کے بعد دو سجدے کرے پھر دوبارہ قعدہ کرے اور اس میں تَشَہُّد، دُرود، وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے۔

یاد رہے کہ سجدۂ سَہْو سے پہلے اور بعد والے دونوں قعدوں میں اَلتَّحِیّات پڑھنا واجب ہے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں میں دُرود شریف بھی پڑھ لے اور یہ بھی اختیار ہے کہ پہلے قعدہ میں اَلتَّحِیّات و دُرود پڑھے اور دوسرے میں صرف اَلتَّحِیّات۔

نوٹ: جن امور کی وجہ سے سجدۂ سَہْو واجب ہوتا ہے ان کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے بہار شریعت حصہ 4 اور امیرِ اہلِ سنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی تالیف "نماز کے احکام" کا مطالعہ فرمائیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

سنتیں اور نوافل

سنّتِ مُؤکّدہ چھوڑنا کیسا؟

فتویٰ 54

کیا فرماتے ہیں عُلَمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلے کے بارے میں کہ جو شخص ہمیشہ سُنّتِ مُؤکدہ چھوڑ دیا کرے، اُس کے متعلّق شرعی حکم کیا ہے؟ بیان فرمادیں۔

سائل: قاری ماہنامہ فیضانِ مدینہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

سُنّتِ مؤکدہ کا ایک آدھ بار ترک کرنا اِساءت یعنی بُرا ہے اور عادتاً ترک کرنا گناہ ہے، لٰہذا جو عادتاً سُنّتِ مُؤکدہ ترک کرتا ہے یا پڑھتا ہی نہیں ضرور گنہگار ہے، اُس پر اِس گناہ کے فعل سے توبہ واجب ہے، آئندہ سُنّتِ مُؤکدہ کی پابندی کا اِلتزام کرے۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

قضا نمازیں

نمازِ فجر قضا ہونے کی صورت میں کب تک سُنّتیں پڑھ سکتے ہیں؟

فتویٰ 55

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ جس شخص کی فجر کی نماز قضا ہو گئی ہو اور اُسی دن پڑھنی ہو، تو اکیلے فرض پڑھے گا یا سنّتیں بھی پڑھنی ہیں؟ سائل: معیذ احمد (شیخوپورہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

فجر کی نماز قضا ہو جانے کی صورت میں اُسی دن زوال سے پہلے پڑھنی ہو، تو سنّتوں کی قضا بھی کر لے اور زوال کے بعد پڑھنے کی صورت میں سنّتوں کی قضا نہیں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”والسنن اذا فاتت عن وقتها لم يقضها الا ركعتي الفجر اذا فاتتا مع الفرض يقضيها بعد طلوع الشمس الى وقت الزوال ثم يسقط“ ترجمہ: اور سنّتیں اگر اپنے وقت سے قضا ہو جائیں، تو ان کی قضا نہیں، البتہ اگر فجر کی سنّتیں فرائض کے ساتھ رہ جائیں، تو طلوعِ شمس کے بعد زوال سے پہلے قضا کی جائیں، اس کے بعد ساقط ہو جائیں گی۔ (فتاویٰ عالمگیری، 1/112) بہارِ شریعت میں ہے: ”فجر کی نماز قضا ہو گئی اور زوال سے پہلے پڑھ لی، تو سنّتیں بھی پڑھے ورنہ نہیں۔“ (بہارِ شریعت، 1/664)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

عصر اور فجر کی نماز کے بعد قضا نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

فتویٰ 56

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ کیا عصر اور فجر کے بعد قضا نماز ادا کر سکتے ہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

تین اوقات ایسے ہیں جن میں قضا نماز پڑھنا جائز نہیں: (1) سورج طلوع ہونے کے بعد 20 منٹ تک (2) ضحوۂ کبریٰ کے وقت (3) غروبِ آفتاب سے پہلے کے آخری 20 منٹ تک۔

ان تین اوقات میں قضا نماز پڑھنا جائز نہیں، اگر کسی نے ان اوقات میں قضا نماز شروع کی ہو تو واجب ہے کہ اسے توڑ دے اور وقتِ غیر مکروہ میں پڑھے، اگر انہی اوقات میں کسی نے قضا نماز پڑھی تو فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا مگر گنہگار ہو گا۔ ان تین اوقات کے علاوہ کسی بھی وقت قضا نماز پڑھ سکتے ہیں لہٰذا نمازِ فجر کے بعد بھی طلوعِ آفتاب سے پہلے پڑھ سکتے ہیں اور نمازِ عصر کے بعد غروبِ آفتاب سے بیس (20) منٹ پہلے تک قضا نماز پڑھ سکتے ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــــــــه

مفتی فضیل رضا عطاری

سجدۂ تلاوت و سجدۂ شکر

بے وضو سجدۂ شکر کرنا کیسا؟

فتویٰ 57

کیا فرماتے ہیں عُلمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بے وُضو یا قبلہ کی تعیین کئے بغیر یا زوال کے وقت میں سجدۂ شکر کرے تو کیا یہ درست ہے؟ اور سجدۂ شکر کا صحیح طریقہ بھی بتا دیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سجدۂ تلاوت اور سجدۂ شکر میں بھی نماز کی طرح طہارت اور استقبالِ قبلہ (قبلہ رُخ ہونا) شرط ہے لہٰذا طہارت یا قبلہ رُو ہوئے بغیر سجدہ ادا نہیں ہو گا، اور چونکہ یہ سجدہ واجب نہیں ہوتا بلکہ نفلی طور پر کیا جاتا ہے اس لئے جِن جِن اَوقات میں نوافل پڑھنا مکروہ ہے ان اَوقات میں یہ سجدہ کرنا بھی مکروہ ہو گا۔ سجدۂ شکر کا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی نِعمت ملے، خوشی حاصل ہو یا کوئی مُصیبت ٹلے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر اَدا کرنے کی نِیّت سے باطہارت قِبلہ رُخ کھڑے ہوں اور تکبیر کہتے ہوئے سَجدے میں جائیں، سَجدے میں تسبیح وحمد وغیرہ کے اَلفاظ کہیں (الفاظ کچھ مخصوص نہیں ہیں کوئی بھی ہو سکتے ہیں) اور پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدے سے اٹھ جائیں۔ مختصر یہ ہے کہ سجدۂ تِلاوت کا جو طریقہ ہے وہی سجدۂ شکر کا بھی ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبــــــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	محمد ساجد عطاری مدنی

نابالغ پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں

فتویٰ 58

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نابالغ نے آیتِ سجدہ تلاوت کی تو کیا اس پر سجدہ کرنا واجب ہو گا یا نہیں؟ نیز نابالغ نے آیتِ سجدہ تلاوت کی اور بالغ نے سُنی تو کیا سُننے سے بالغ پر سجدۂ تلاوت واجب ہو جائے گا یا نہیں؟ بیان فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نابالغ اَحکام شَرعیہ کا مُکلّف نہیں، لہٰذا اگر وہ آیتِ سجدہ تلاوت کرے یا سُنے تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہو گا، البتہ اگر نابالغ نے تلاوت کی اور عاقِل بالغ مسلمان نے اس سے آیتِ سجدہ کی تلاوت سُنی تو سُننے والے پر سجدۂ تلاوت واجب ہو جائے گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

جمعہ

کیا دو خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ سکتے ہیں؟

فتویٰ 59

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ دو خطبوں کے درمیان دعا ہاتھ اٹھا کر مانگنی چاہیے یا بغیر ہاتھ اٹھائے؟ سائل: اسامہ محبوب عطاری (باب المدینہ کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

خطیب دونوں خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر زبانی دعا کر سکتا ہے، لیکن مناسب یہ ہے کہ ہاتھ اٹھائے بغیر دعا کرے تاکہ خطیب کو دیکھ کر مقتدی بھی ہاتھ اٹھا کر زبانی دعا کرنا نہ شروع ہو جائیں کیونکہ قولِ اَرجح کے مطابق دورانِ خطبہ مقتدیوں کو زبان سے دعا کرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔ البتہ خطیب کے علاوہ حاضرین ہاتھ اٹھا کر دل میں دعا مانگیں تو اس میں فِی نَفْسِہٖ تو حرج نہیں لیکن وہی خدشہ کہ عوام ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے دیکھیں گے تو

زبانی دعا میں مشغول ہو جائیں گے اس لئے سامعین کو بھی دل ہی میں بغیر ہاتھ اٹھائے دعا کر لینی چاہئے۔

لیکن یاد رہے کہ اگر سننے والوں میں سے کوئی دونوں خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر زبان سے بھی دعا کرتا ہے تو اس سے اُلجھنا، اسے روکنا، منع کرنا بھی رَوا نہیں کہ ایک صحیح اور معتمد قول پر اس کی بھی اجازت ہے، یہی وجہ ہے کہ خود امامِ اہلِ سنّت علیہ الرَّحمہ نے اپنے ایک فتوی میں ارشاد فرمایا ہے کہ (میں نے) ہمیشہ سامعین کو بَیْنَ الْخُطْبَتَیْن دعا کرتے دیکھا اور کبھی منع وانکار نہیں کرتا۔ مزید تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ میں اس مسئلہ کی تحقیق میں عمدہ تنقیحات پر مشتمل فتاویٰ موجود ہیں ان کا مطالعہ کیا جائے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

جمعہ میں نابالغ سمجھدار بچہ اگلی صف میں ہو تو پیچھے والوں کی نماز کا کیا حکم ہے؟

فتویٰ 60

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہوئے خاص طور پر جمعہ میں اگلی صَف میں نابالغ سمجھ دار بچہ ہو تو جو اس کے پیچھے نمازی کھڑے نماز پڑھ رہے ہوں تو کیا ان کی نماز ہو جائے گی؟ سائل: قاری ماہنامہ فیضانِ مدینہ (باب المدینہ کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سمجھدار نابالغ بچوں کی صف مردوں کی صف سے پیچھے بنانے کا حکم ہے تاہم اگر کوئی

سمجھدار نابالغ ایک بچہ مَردوں کی صف میں کھڑا ہوجاتا ہے تو اس سے اس صف میں موجود یا اس بچے کے بالکل پیچھے پچھلی صف کے نمازی کی نماز میں کچھ اثر نہیں پڑتا اور ایسے ایک بچے کو مَردوں کی صف میں کھڑا ہونا بھی جائز ہے۔ امامِ اَہلِ سنّت اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اس ضمن میں اپنے ایک فتوے میں کلام کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "اور یہ بھی کوئی ضروری اَمر نہیں کہ وہ صف کے بائیں ہی ہاتھ کو کھڑا ہو علماء اسے صف میں آنے اور مَردوں کے درمیان کھڑے ہونے کی صاف اجازت دیتے ہیں۔ درمختار میں ہے: "لَوْ وَاحِداً دَخَلَ فِی الصَّفِّ۔" (یعنی اگر بچہ اکیلا ہو تو صف میں داخل ہو جائے۔ مترجم) مراقی الفلاح میں ہے: "اِنْ لَمْ یَکُنْ جَمْعٌ مِنَ الصِّبْیَانِ یَقُوْمُ الصَّبِیُّ بَیْنَ الرِّجَالِ" (اگر بچے زیادہ نہ ہوں تو بچہ مَردوں کے درمیان کھڑا ہو جائے۔ مترجم) بعض بے عِلم جو یہ ظُلم کرتے ہیں کہ لڑکا پہلے سے داخلِ نماز ہے، اب یہ آئے تو اسے نیت بندھا ہوا ہٹا کر کنارے کردیتے اور خود بیچ میں کھڑے ہو جاتے ہیں یہ محض جہالت ہے، اسی طرح یہ خیال کہ لڑکا برابر کھڑا ہو تو مرد کی نماز نہ ہوگی غلط وخطا ہے جس کی کچھ اصل نہیں۔ فتح القدیر میں ہے: "اَمَّا مُحَاذَاۃُ الْاَمْرَدِ فَصَرَّحَ الْکُلُّ بِعَدَمِ اِفْسَادِہٖ اِلَّا مَنْ شَذَّ وَلَا مُتَمَسَّکَ لَہٗ فِی الرِّوَایَۃِ کَمَا صَرَّحُوْا بِہٖ وَلَا فِی الدِّرَایَۃِ۔" (بے ریش بچے کے مُحاذِی ہونے پر تمام علماء نے تصریح کی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی مگر شاذ طور پر کوئی فسادِ نماز کا قائل ہے اور اس کے لئے کوئی دلیل نہ روایت میں ہے جیسا کہ فقہانے اس کی تصریح کی ہے اور نہ ہی درایت میں ہے۔ مترجم) وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ جَلَّ مَجْدُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ۔ (فتاویٰ رضویہ، 7/51)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	جمیل احمد غوری عطاری

عیدین

جمعہ اور عید ایک ہی دن آجائے تو

فتویٰ 61

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اِس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا جمعہ اور عید کا جمع ہونا بھاری یا منحوس ہے؟ نبیِّ کریم صلَّی اللہُ تعالٰی علیہِ واٰلہٖ وسلَّم یا صحابۂ کرام علیہِمُ الرِّضْوَان کے دور میں کبھی ایسا ہوا کہ جمعہ اور عید دونوں جمع ہوئے ہوں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰھُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جمعہ اور عید کا جمع ہونا بھاری یا منحوس نہیں بلکہ باعثِ خیر وبرکت ہے کہ ایک دن میں دو عیدیں اور دو عبادتیں نصیب ہوئیں، سرکار صلَّی اللہُ تعالٰی علیہِ واٰلہٖ وسلَّم اور صحابہ علیہِمُ الرِّضْوَان کے ادوارِ مبارک میں بھی کئی بار ایسا ہوا کہ جمعہ وعید ایک دن میں اکٹھے ہوئے مگر اسے بھاری یا منحوس سمجھنا کسی سے منقول نہیں، بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ دونوں کا جمع ہونا خیر وبرکت ہی کا ذریعہ ہے اور دونوں کے جمع ہونے کو بھاری یا منحوس سمجھنا بدشگونی لینا ہے جو کہ جائز نہیں۔

حدیث میں جمعہ کے دن عید ہونے کو مسلمانوں کے واسطے خیر قرار دیا گیا، چنانچہ مُصَنَّف عبدُ الرَّزاق میں ہے، ترجمہ: ذَکوان سے مروی کہ رَسُولُ اللہ صلَّی اللہُ تعالٰی علیہِ واٰلہٖ وسلَّم کے زمانۂ مبارک میں عیدُ الفطر یا عیدُ الاضحیٰ جمعہ کے دن ہوئی، کہتے ہیں: رَسولُ اللہ صلَّی اللہُ تعالٰی علیہِ واٰلہٖ وسلَّم تشریف لائے اور فرمایا: بے شک تم نے ذِکر اور بھلائی کو پایا ہے۔

(مصنف عبد الرزاق، 3/176، حدیث:5745)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ
مفتی محمد ہاشم خان عطاری

بیماری، عیادت اور موت

قریبی رشتہ داروں کا میّت کے گھر رُکنا

فتویٰ 62

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ لوگوں کے ہاں میّت ہونے پر سات دن تک یہ ہوتا ہے کہ دُور کے رشتہ دار چلے جاتے ہیں، مگر قریبی رشتہ دار اور اہلِ خانہ گھر بیٹھے رہتے ہیں، کام کاج وغیرہ کے لئے نہیں جاتے، جو لوگ تعزیت کرنے آتے ہیں ان سے ملتے ہیں اور میّت کے لئے دعا کرتے ہیں، اس دوران بعض اوقات رونے دھونے کی نوبت بھی آجاتی ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

بہتر تو یہ ہے کہ تعزیت وصول کرنے کے لئے کسی دن بھی نہ بیٹھا جائے اور اگر بیٹھنا ہی ہو تو اہلِ خانہ کو تین دن تک تعزیت وصول کرنے کے لئے گھر میں بیٹھنے کی بِلا کراہت رخصت و اجازت ہے جبکہ کوئی ممنوع کام نہ کریں (مثلاً عمدہ عمدہ بچھونے بچھانا، میّت کی تعریف میں حد سے غلو، تعزیت کے وقت وہ باتیں جو غم و اَلم کو زیادہ کریں اور میّت کی بھولی ہوئی باتیں یاد دلائیں) اور تین دن کے بعد اس غرض سے بیٹھنا مکروہِ تنزیہی ہے اور میت کے لئے دُعا و ایصالِ ثواب کرنا تو شرعی طور پر اچھا عمل ہے، یہ تو زیادہ سے زیادہ ہونا چاہیے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــــــــــــہ
مفتی محمد ہاشم خان عطاری

میت کو سرد خانہ میں رکھنا

فتویٰ 63

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کبھی کوئی قریبی عزیز باہر کے ملک میں ہوتا ہے تو اس کو میت کا چہرہ دکھانے کے انتظار میں میّت کو سرد خانے میں رکھا جاتا ہے اور بعض اوقات لاوارث لاش سرد خانے میں رکھی جاتی ہے یا مقتول کی لاش رکھی جاتی ہے، ان تمام صورتوں میں میت کو سرد خانے میں رکھنا کیسا ہے؟

نوٹ: لاوارث لاش اور مقتول کے متعلق معلومات یہ ہیں کہ اگر لاوارث لاش کو بغیر سرد خانے میں رکھے دفن کردیا جائے تو اس پر کوئی گرفت نہیں ہوتی بلکہ دفن کر سکتے ہیں یونہی مقتول کے ورثاء کو اختیار ہوتا ہے وہ چاہیں تو سرد خانے میں رکھے بغیر دفن کر دیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوال میں مذکور کسی صورت میں میت کو سرد خانے میں رکھنا جائز نہیں ہے۔ تفصیل اس میں یہ ہے کہ جس چیز سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اس چیز سے مردہ کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور جس طرح زندہ کو بلاوجہِ شرعی تکلیف دینا جائز نہیں ہے اسی طرح مردہ کو بھی بلاوجہِ شرعی تکلیف دینا جائز نہیں اور سرد خانے میں اگر زندہ کو تھوڑی دیر کے لئے رکھا جائے تو اسے بھی سخت تکلیف ہوتی ہے کہ وہاں ٹمپریچر مائنس میں ہوتا ہے لہٰذا اس سے میت کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور کسی قریبی کو میت کا چہرہ دکھانا وغیرہ ایسے اعذار

نہیں کہ جن کے لئے میت کو تکلیف دینا جائز ہو سکے۔

سرد خانے میں رکھنے سے جو تکلیف ہوتی ہے وہ قبر پر پیشاب، پاخانے سے ہونے والی تکلیف اور قبر پر چلنے کی تکلیف سے کہیں زیادہ ہے یہ تو بدرجہ اولیٰ ناجائز ہو گا۔ نیز اس میں میت کی تجہیز و تدفین میں بِلاوجہ کی تاخیر ہے جو کہ ممنوع ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــــــــــــــــــہ
مفتی محمد ہاشم خان عطاری	محمد عرفان مدنی

تعزیت سے متعلق احکام

فتویٰ 64

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ان مسائل کے بارے میں کہ (1) تین دن بعد تعزیت کا حکم کیا ہے مکروہِ تنزیہی یا تحریمی؟ (2) کلماتِ تعزیت کیا ہیں۔ کیا کلماتِ دعاء اور صرف یہ کہنا آپ کی والدہ کا پتا چلا اللہ پاک مغفرت فرمائے یہ کلماتِ تعزیت ہیں یا نہیں؟ (3) تعزیت کا مقصد کیا ہے اور یہ کیوں کی جاتی ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1) تعزیت کا وقت وفات سے تین دن تک ہے افضل یہ ہے کہ پہلے ہی دن تعزیت کی جائے۔ البتہ جس شخص کو فوتگی کا علم نہ ہو تو وہ بعد میں بھی تعزیت کر سکتا ہے۔ باقی لوگوں کے لئے تین دن[1] بعد تعزیت کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔[2]

1۔۔۔ وَاَوَّلُهَا اَفْضَلُ وَتُكْرَهُ بَعْدَهَا اِلَّا لِغَائِبٍ (در مختار مع رد المحتار، 3/177)

2۔۔۔ رد المحتار میں ہے: "وَالظَّاهِرُ اَنَّهَا تَنْزِيهِيَّةٌ" (رد المحتار، 3/177)

سیّدی اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ارشاد فرماتے ہیں: "پہلے ہی دن ہونا بہتر و افضل ہے فی الدر المختار اَوَّلُهَا اَفْضَلُهَا یعنی ایام تعزیت" یعنی تعزیت کے ایام میں سب سے افضل پہلا دن ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، 9/395)

(2) تسلّی اور دُعا دونوں طرح کے الفاظ تعزیت کے کلمات کہلاتے ہیں۔[1] تعزیت کا طریقہ بیان کرتے ہوئے صدر الشَّرِیعہ بدرُ الطریقہ مفتی محمد امجد علی اَعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اِرشاد فرماتے ہیں: "تعزیت میں یہ کہے، اللہ تَعَالٰی میّت کی مغفرت فرمائے اور اس کو اپنی رحمت میں ڈھانکے اور تم کو صبر روزی کرے اور اس مصیبت پر ثواب عطا فرمائے۔ نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِن لفظوں سے تعزیت فرمائی: لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَاَعْطٰی وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی خدا ہی کا ہے جو اُس نے لیا دیا اور اُس کے نزدیک ہر چیز ایک میعادِ مقرر (وقتِ مقرر) کے ساتھ ہے۔" (بہار شریعت، 1/852، حصہ 4، مکتبۃ المدینہ)

مُفسّرِ شَہِیر حکیمُ الاُمَّت مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "تعزیت کے ایسے پیارے الفاظ ہونے چاہئیں جس سے اس غمزَدہ کی تسلی ہو جائے یہ الفاظ بھی کتبِ فقہ میں منقول ہیں۔ فقیر کا تجرِبہ ہے کہ اگر اس موقع پر غمزدوں کو واقعاتِ کربلا یاد دلائے جائیں اور کہا جائے کہ ہم لوگ تو کھا پی کر مرتے ہیں وہ شاہزادے تو تین دن کے روزہ دار شہید ہوئے تو بہت تسلی ہوتی ہے۔" (مراۃ المناجیح، 2/507)

(3) تعزیت کا بنیادی مقصد لَواحِقین کے غم میں شریک ہو کر اُنہیں حوصلہ دینا اور انہیں صبر کی تلقین کرنا ہے۔ تعزیت مَسنُون عمل ہے اور اگر قریبی رشتہ ہو تو صِلَۂ رَحمی

1۔۔ "تَصْبِیْرُھم وَالدُّعَاءُ لَھُمْ بِہٖ" (ردالمحتار، 3/174)

کے تقاضے کے پیشِ نظر تعزیت کی اَہمیَّت مزید بڑھ جاتی ہے یونہی حقِّ پڑوس اور حقِ رفاقت یا دوستی یا ساتھ کام کرنا وغیرہ وہ تعلقات ہیں جن میں تعزیت کرنا اور لَوَاحِقِین کو حوصلہ دینا اِنتہائی اَہم عمل ہے۔ اس عمل سے ایک طرف رشتہ داروں یا ساتھ اُٹھنے بیٹھنے والوں سے تعزیت کرنے، تَسلِّی دینے اور میت کے لئے دُعا کرکے لَوَاحِقِین کے دل میں خوشی داخل کرنے سے لَوَاحِقِین پر پہاڑ جیسے صَدْمہ کا بوجھ کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ تو دوسری طرف تعزیت کرنے والا خود غرضی اور مطلب پرستی کا شکار نہیں ہوتا کیونکہ جو انسان اپنے رشتہ داروں، دوست احباب اور پڑوسیوں کی خوشی غمی میں شریک ہوتا ہے وہ مِلنْسار کہلاتا ہے اور مِلنْسار ہونا اَخلاقیات میں ایک اچھا وصف ہے۔ فَیضُ القدیر میں ہے: امام نَوَوِی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ تعزیت کا مطلب یہ ہے کہ صبر کی تلقین کی جائے اور ایسی باتیں ذکر کی جائیں جو میت کے لَوَاحِقِین کو تسلی دیں اور اُن کے غم اور مصیبت کو ہلکا کریں۔ (فیض القدیر، 6/232)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

میت کا غسل وکفن

میت کو دو بار غسل دینا درست ہے یا نہیں؟

فتویٰ 65

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بیان میں کہ عوام میں مشہور ہے کہ جب میّت کی روح نکلے تو اسے غسل دے دیا جائے پھر دوسری بار جنازہ کے

وقت دیں۔ کیا میّت کو دوبار غسل دینا درست ہے یا نہیں؟ سائل: قاری ماہنامہ فیضان مدینہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

میّت کو ایک مرتبہ غسل دینا فرضِ کِفایہ ہے اور اس میں پورے بدن پر تین بار پانی بہانا سنّت ہے لیکن یہ ایک ہی غسل ہے، اسکے بعد پھر دوبارہ غسل دینا ثابت نہیں حتّٰی کہ غسل دینے کے بعد میّت کے جسم سے کوئی نَجاست وغیرہ خارج ہوئی تو اس صورت میں بھی صرف اس جگہ کو دھویا جائے گا، مکمّل غسل کے اِعادہ کا حکم اس صورت میں بھی نہیں ہوتا۔ لٰہذا جب ایک مرتبہ بطریق سُنّت میّت کو غسل دے دیا گیا تو اب دوبارہ غسل دینا لَغْو وفضول ہے ہرگز نہ دیا جائے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

نمازِ جنازہ

نمازِ جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑنا

فتویٰ 66

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم شروع سے نمازِ جنازہ پڑھتے آرہے ہیں اور چوتھی تکبیر کے بعد جب امام دائیں طرف سلام پھیرتا ہے تو دایاں ہاتھ اور جب بائیں طرف سلام پھیرتا ہے تو بایاں ہاتھ چھوڑ دیتے تھے، پچھلے دِنوں ایک شخص نے جنازہ پڑھایا تو اُس نے کہا کہ جیسے ہی چوتھی تکبیر ہو دونوں ہاتھ چھوڑ دیئے

جائیں، اس کے بعد سلام پھیریں، آپ یہ ارشاد فرمائیں کہ کونسا طریقہ صحیح ہے؟

سائل: حاجی لیاقت (کینٹ، مرکز الاولیاء لاہور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

صحیح یہ ہے کہ جیسے ہی امام جنازہ کی چوتھی تکبیر کہے تو دونوں ہاتھ چھوڑ دیں پھر اس کے بعد سلام پھیریں، وجہ اس کی یہ ہے کہ قیام میں جہاں ٹھہرنا ہوتا ہے یا جہاں ذکر و تلاوت کرنی ہوتی ہے وہاں ہاتھوں کو باندھیں گے اور جہاں ایسا معاملہ نہیں ہے وہاں ہاتھ نہیں باندھیں گے اور چوتھی تکبیر کے بعد چونکہ کچھ ذکر و اذکار نہیں کرنا ہوتا اور نہ ہی مزید ٹھہرنا ہوتا ہے بلکہ تکبیر کے فوراً بعد سلام پھیرنا ہوتا ہے، اس لئے یہاں ہاتھ باندھنے کی حاجت نہیں جس طرح کہ عیدین کی تکبیراتِ زائدہ (زائد تکبیروں) کے دوران کچھ نہیں پڑھنا ہوتا اس لئے وہاں ہاتھ نہیں باندھتے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

نامحرم عورت کے جنازے کو کندھا دینے کا کیا حکم ہے؟

فتویٰ 67

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ غیر محرم عورت کے جنازے کو کندھا دے سکتے ہیں؟

سائل: ولید رضا عطاری (اسلام آباد)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جنازہ کو کندھا دینا باعثِ اجر و ثواب کام ہے، جنازہ مرد کا ہو یا عورت کا اس کا کچھ فرق نہیں۔ لہٰذا غیر محرم عورت کے جنازے کو بھی کندھا دیا جاسکتا ہے۔ البتہ قبر میں اتارنے والے محارِم ہونے چاہئیں۔ یہ نہ ہوں تو دیگر رشتہ دار تدفین کریں اور یہ بھی نہ ہوں تو پرہیزگار مسلمان قبر میں اتاریں۔

نیز عورت کے جنازے میں مزید یہ احتیاط بھی کی جائے گی کہ اس کے جنازے کی چارپائی کسی کپڑے سے چُھپی ہوئی ہو اور سلیپ یا تختوں سے قبر بند ہونے تک اس کی قبر کو کسی چادر سے ڈھانپ کر رکھیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــہ	الجواب صحیح
جمیل احمد غوری عطاری	مفتی فضیل رضا عطاری

کیا عورتیں نمازِ جنازہ پڑھ سکتی ہیں؟

فتویٰ 68

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورتیں نمازِ جنازہ پڑھنے کیلئے جنازے کے ساتھ جاسکتی ہیں؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

عورتوں کا نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے جنازے کے ساتھ جانا، ناجائز و گناہ ہے، کیونکہ ہمارے نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے جنازے کے ساتھ عورتوں کو جانے سے منع فرمایا، بلکہ ایسی عورتوں کو ثواب سے خالی، گناہ سے بھری ہوئی فرمایا۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مجموعۂ احادیث "سننِ ابنِ ماجہ" میں نقل کرتے ہیں:
عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم فَإِذَا نِسْوَةٌ جُلُوسٌ فَقَالَ: مَا يُجْلِسُكُنَّ قُلْنَ: نَنْتَظِرُ الْجَنَازَةَ، قَالَ: هَلْ تَغْسِلْنَ قُلْنَ: لَا، قَالَ: هَلْ تَحْمِلْنَ، قُلْنَ: لَا، قَالَ: هَلْ تُدْلِينَ فِيمَنْ يُدْلِي، قُلْنَ: لَا، قَالَ: فَارْجِعْنَ مَأْزُورَاتٍ غَيْرَ مَأْجُورَاتٍ یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسولُ اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم تشریف لائے تو کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا: تم کیوں بیٹھی ہو؟ عرض کی: ہم جنازے کا انتظار کررہی ہیں۔ فرمایا: کیا تم غسل دوگی؟ عرض کی: نہیں۔ فرمایا: کیا تم جنازہ اُٹھاؤ گی؟ عرض کی: نہیں۔ فرمایا: کیا تم میّت کو قبر میں اتاروگی؟ عرض کی: نہیں۔ فرمایا: گناہ سے بھری ہوئی، ثواب سے خالی ہوکر لوٹ جاؤ۔ (ابنِ ماجہ، ص113 کراچی) امام عبد الرحمٰن جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ "الجامع الصغیر" میں نقل کرتے ہیں: گناہ سے بھری ہوئی، ثواب سے خالی لوٹ جاؤ۔ (جامع الصغیر مع فیض القدیر، 1/605)

عورتوں کے جنازہ کے ساتھ جانے کا حکم بیان کرتے ہوئے علامہ علاؤ الدین حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ "دُرِّ مُختار" میں لکھتے ہیں: عورتوں کا جنازہ کے ساتھ جانا مکروہِ تحریمی ہے۔ (درمختار، 3/162) عورتوں کا جنازہ اُٹھانے کا حکم بیان کرتے ہوئے "الاشباہ والنظائر" میں ہے، عورت جنازہ نہیں اُٹھائے گی، اگرچہ عورت کی میّت ہو۔ (الاشباہ والنظائر، ص358)

صدرُ الشّریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "بہارِ شریعت" میں لکھتے ہیں: عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا، ناجائز و ممنوع ہے۔ (بہار شریعت، 1/823)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ
مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ کا کیا حکم ہے؟

فتویٰ 69

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا خودکشی (Suicide) کرنے والے کی نمازِ جنازہ ادا کی جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

خودکشی کرنا سخت ناجائز و حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ خودکشی کرنے والے کے بارے میں قرآنِ پاک اور احادیث مبارکہ میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں مگر جبکہ وہ مسلمان ہے تو اس کی نمازِ جنازہ ضرور فرضِ کفایہ ہے جس جس تک اطلاع پہنچی ان میں سے اگر کوئی بھی نہ پڑھے گا تو سب گنہگار ہوں گے ہاں اگر علما و مشائخ، مُقتدا پیشوا حضرات زَجر و تنبیہ کے لئے نہ پڑھیں دوسرے پڑھ لیں تو اس میں حرج نہیں بلکہ یہی مناسب ہے۔ یونہی خودکشی کرنے والے مسلمان کے لئے دعائے مغفرت کرنا اسے ایصالِ ثواب کرنا سب جائز ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

قبر و دفن

کیا ایک ہی قبر میں متعدد مردوں کو دفن کرسکتے ہیں؟

فتویٰ 70

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ کیا متعدد لاشوں کو بیک وقت ایک

بڑی قبر میں دفن کیا جاسکتا ہے؟ سائل: قاری ماہنامہ فیضانِ مدینہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر کسی حادثہ کے سبب کثیر اموات و شہادتیں ہوگئی ہوں تب بھی حکم یہی ہے ہر ایک لاش کو الگ الگ قبر میں دفن کیا جائے۔ بلا ضرورت ایک قبر میں متعدد لاشیں دفن کرنا جائز نہیں۔ البتّہ فقہاءِ کرام نے ضَرورت کی بناء پر ایک قبر میں متعدد میّتوں کو دفن کرنے کا جواز بھی ارشاد فرمایا ہے وہ ضرورتیں درج ذیل ہیں:

(1) لاشیں زیادہ ہوں اور دفن کرنے والے کم ہوں۔ (2) تدفین کرنے والے ضعیف افراد ہوں کہ ہر ایک کے لئے الگ الگ قبر نہیں کھود سکتے کمزوری اور بڑھ جائے گی۔ (3) تدفین کرنے والے اس سے بھی زیادہ ضروری کام مثلاً جنگی حالات میں جہاد وغیرہ میں مصروف ہوں تو اس طرح کے ضرورت کے مواقع پر مجبوراً ایک ہی قبر میں ایک سے زیادہ میّتوں کو دفن کرسکتے ہیں۔

اس کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ جانبِ قبلہ میّتوں میں جو افضل ہو اس کو رکھیں گے جب کہ سب مرد یا سب عورتیں ہوں اور مرد عورت بچوں کی میّتیں ہوں تو جانبِ قبلہ مرد کو رکھیں گے پھر لڑکے کو پھر عورت کو پھر نابالغہ بچّی کو اور ہر ایک کے درمیان مٹّی وغیرہ سے آڑ کردیں گے۔

البتہ اپنے مرحوم عزیز کی قبر یا اس کے برابر والی کسی مسلمان کی قبر کو کھود کر اس میں نئے مردے کی تدفین کرنا جائز نہیں کہ کسی بھی مسلمان کی قبر کو بلا ضَرورتِ شَرعیہ کھولنا حرام ہے۔ اور اَقرِبا یعنی رشتے داروں کی قبروں کا ایک جگہ ہونا کوئی ضرورتِ شرعیہ نہیں

کہ جس کے باعث کسی مسلمان کی قبر کھولنا جائز ہو جائے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح
مفتی فضیل رضا عطاری

کتبــــــــــہ
جمیل احمد غوری عطاری

زکوٰۃ

زکوٰۃ اور قربانی کے نصاب میں فرق

فتویٰ 71

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ قربانی کا نصاب کیا ہے؟ اور زکوٰۃ و قربانی کے نصاب میں کیا فرق ہے؟

سائل: عبد القدیر جلالی (شادی پورہ، مرکز الاولیاء، لاہور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ضروریاتِ زندگی سے زائد ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی مالیت کے برابر کسی بھی سامان، زمین، دوکان یا پیسوں کا مالک ہونا وجوب قربانی کا نصاب ہے۔

زکوٰۃ اور قربانی کے نصاب میں دو فرق ہیں قربانی کے نصاب میں مال نامی ہونا اور سال گزرنا شرط نہیں ہے جبکہ زکوٰۃ میں یہ دونوں شرطیں ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــہ
مفتی محمد ہاشم خان عطاری

ایڈوانس زکوٰۃ نکالنے کا حکم

فتویٰ 72

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایڈوانس زکوٰۃ نکالتے ہوئے غلطی سے زیادہ ادا ہوگئی تو جو ایڈوانس زیادہ ادا ہوگئی تھی تو وہ آئندہ سال کے لئے کہ جو ابھی شروع بھی نہیں ہوا اس کے لئے شمار ہوگی یا نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں آپ نے جو غلطی سے زیادہ زکوٰۃ نکال دی تھی وہ آئندہ سال کے لئے شمار کر سکتے ہیں کیونکہ مالکِ نصاب کے لئے آنے والے سالوں کی زکوٰۃ پہلے سے ہی ادا کر دینا جائز ہے۔ وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبـــــــــــــــہ
ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

زکوٰۃ کس مہینے میں ادا کریں؟

فتویٰ 73

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا زکوٰۃ رجب المرجب کے مہینے میں دینا ضروری ہے یا رمضان میں دینی چاہیئے؟ سائل: گلستان انجم (چکوال)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

زکوٰۃ کا تعلق رمضان شریف یا رجب المرجب سے نہیں بلکہ زکوٰۃ کی ادائیگی سال پورا ہونے پر فرض ہوتی ہے یعنی جب آپ صاحبِ نصاب ہوئے اور پھر آپ کے نصاب

پر سال گزرا تو اب زکوٰۃ فرض ہو گی چاہے وہ کوئی سا بھی مہینا ہو تاخیر جائز نہیں گناہ ہے، مثلاً کوئی شخص شوال المکرم کی پانچ تاریخ کو صبح دس بجے صاحبِ نصاب ہوا اور پھر اگلے سال اسی مہینے، اسی تاریخ پر صاحبِ نصاب ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ لہٰذا اب اسی وقت زکوٰۃ نکالنا فرض ہے تاخیر کرنے والا گنہگار ہو گا۔ اسی طرح اگر صاحبِ نصاب رجب میں ہوا یا رمضان میں تو اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔ البتہ اس مہینے کے آنے سے پہلے اگر زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو اس میں حرج نہیں جیسے شوال المکرم میں جس پر زکوٰۃ نکالنا فرض ہے وہ اگر رمضان میں دینا چاہے تو درست ہے بلکہ رمضان میں فرض پر عمل کرنے والے کو ستّر گنا بڑھا کر ثواب دیا جاتا ہے اس لئے سال پورا ہونے سے پہلے اگر کوئی رمضان میں ادا کرے تا کہ زیادہ ثواب حاصل کرے تو اچھی بات ہے لیکن اگر کسی کا سال رجب یا شعبان میں پورا ہو رہا ہو اور وہ یہ سوچے کہ ایک دو مہینے بعد رمضان آنے والا ہے میں اس میں دوں گا تو ایسا کرنا جائز نہیں بلکہ فوراً سال پورا ہوتے ہی زکوٰۃ ادا کرنی ہو گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــہ	الجواب صحیح
ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری	مفتی فضیل رضا عطاری

گھر میں کتابیں جمع ہوں جن کی مالیت نصاب کے برابر ہو تو زکوٰۃ ہو گی یا نہیں؟

فتویٰ 74

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ گھر میں اسلامی کتابیں موجود ہوں مثلاً کسی نے گھر میں مدنی لائبریری بنائی اور وہ کتابیں اتنی ہیں کہ زکوٰۃ کے نصاب تک ان کی مالیت پہنچ گئی تو کیا ان کتابوں پر زکوٰۃ واجب ہو گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صرف تین قسم کے اَموال پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے: (1) ثَمَن یعنی سونا چاندی تمام ممالک کی کرنسی اور بانڈز بھی اسی میں شامل ہیں (2) مالِ تجارت (3) اور چرائی کے جانور۔

صورتِ مسئولہ میں وہ اِسلامی کتابیں جیسا کہ مالِ تجارت نہیں ہیں یعنی اُن کو بیچنے کی نیت سے خریدا نہیں گیا ہے، تو اُن کتابوں پر زکوٰۃ اصلاً واجب نہیں چاہے وہ لاکھوں کی مالیت ہی کی کیوں نہ ہوں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

روزہ

سحری اور روزہ

فتویٰ 75

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی رمضان میں آنکھ لیٹ کھلی وہ یہ سمجھتے ہوئے کہ ابھی سحری کا ٹائم باقی ہے کھانا کھاتا رہا بعد میں پتہ چلا کہ سحری کا ٹائم تو ختم ہو چکا تھا پھر بھی اس شخص نے روزہ رکھ لیا تو اس شخص کا روزہ ہوا یا نہیں؟ اگر ایسا ہو چکا ہو تو اب کیا حکم ہے؟ کیا گناہ و کفّارہ ہے؟ برائے مہربانی رہنمائی فرما دیں۔ سائل: قاری ساجد عطاری (نارووال)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں اس کا روزہ نہیں ہوا اس پر اس دن کے روزے کی قضا رکھنا

فرض ہے یعنی اس روزے کے بدلے میں ایک روزہ رکھنا پڑے گا لیکن کوئی کفّارہ نہیں اور چونکہ خطاءً ایسا ہوا ہے اس لئے گناہ بھی نہیں ہے۔ یاد رہے کہ ایسی صورت میں اگرچہ روزہ نہیں ہوتا لیکن بقیہ سارا دن روزہ دار کی طرح رہنا واجب ہوتا ہے لہٰذا اگر اس طرح کی صورت کسی کو درپیش ہوئی ہو اور اس نے سارا دن روزہ دار کی طرح نہ گزارا تو وہ ضرور گنہگار ہوگا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

کیا انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

فتویٰ 76

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ شوگر کے مریض انسولین کا انجیکشن استعمال کرتے ہیں جو کہ رگ کے بجائے گوشت میں لگایا جاتا ہے تو شوگر والے روزے کی حالت میں انسولین لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟ سائل: محمد عدنان عطاری (مرکز الاولیاء، لاہور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حالتِ روزہ میں انسولین کا انجیکشن لگانا جائز ہے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ عمومی طور پر انجیکشن کی سوئی جوف (معدہ یا معدہ تک جانے والے راستوں کے اندرونی حصے) یا دماغ تک نہیں پہنچائی جاتی اور جوف تک جانے کا کوئی عارضی راستہ بھی نہیں بنتا کہ جس کے ذریعے دوائی جوف تک پہنچ سکے لہٰذا یہ انجیکشن روزہ ٹوٹنے کا سبب نہیں۔ مسامات کے ذریعے کسی

چیز کا داخل ہونا ویسے ہی روزے کے منافی نہیں جیسا کہ جسم پر تیل لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کہ تیل اگرچہ جسم کے اندر جاتا ہے لیکن مسامات کے ذریعے اور یہ روزے کے خلاف نہیں۔

فتاویٰ فیض الرسول میں ہے: "تحقیق یہ ہے کہ انجیکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا چاہے رگ میں لگایا جائے چاہے گوشت میں۔" (فتاویٰ فیض الرسول، 1/516)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــــہ	الجواب صحیح
محمد ساجد عطاری مدنی	مفتی فضیل رضا عطاری

حالتِ روزہ میں غلطی سے پانی حلق میں اتر جائے

فتویٰ 77

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر وضو کرتے ہوئے غلطی سے پانی حلق میں اتر جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

روزہ یاد ہونے کی صورت میں کلی کرتے ہوئے اگر غلطی سے پانی حلق سے نیچے اتر جائے تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کی قضا بھی لازم ہو گی، اور اگر کسی کو روزہ یاد ہی نہ ہو تو پھر نہیں ٹوٹے گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــــہ	الجواب صحیح
ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری	مفتی محمد قاسم عطاری

غلطی سے وقت سے پہلے افطار کرنے کا حکم

فتویٰ 78

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص نے روزہ رکھا لیکن افطار کا وقت کیلنڈر سے دیکھنے میں غلطی ہو گئی جس کی وجہ سے ایک منٹ پہلے ہی روزہ کھول لیا تو اس کا روزہ ہو گیا یا نہیں؟ اور اب اسے کیا کرنا چاہئے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں ایک منٹ پہلے روزہ کھولنے والے کا روزہ نہ ہوا، اُس پر اس روزے کی قضا لازم ہے، البتہ کفارہ نہیں۔ لہٰذا اب اسے چاہیے کہ قضاء کی نیت سے ایک روزہ رکھ لے جیسا کہ صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں: ”کافر تھا مسلمان ہو گیا، نابالغ تھا بالغ ہو گیا، رات سمجھ کر سحری کھائی تھی حالانکہ صبح ہو چکی تھی، غروب سمجھ کر افطار کر دیا حالانکہ دن باقی تھا ان سب باتوں میں جو کچھ دن باقی رہ گیا ہے، اُسے روزے کی مثل گزارنا واجب ہے اور نابالغ جو بالغ ہوا یا کافر تھا مسلمان ہوا اُن پر اس دن کی قضا واجب نہیں باقی سب پر قضا واجب ہے۔“

(بہارِ شریعت، 1/990)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

روزہ ٹوٹنے کے گمان پر کھا پی لیا تو کیا کریں؟

فتویٰ 79

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کسی شخص کو خود بخود اُلٹی آئی اور اس نے یہ سمجھا کہ روزہ اب ٹوٹ گیا ہے تو اس نے کچھ کھانا، پینا شروع کر دیا۔ سوال یہ ہے کہ ایسے شخص پر قضا لازم ہے یا پھر کفارہ بھی ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں صرف قضا لازم ہے کفارہ نہیں۔ البتہ جب الٹی کے بعد جان بوجھ کر کھانا کھا کر اس نے روزہ توڑ بھی لیا تھا تب بھی اس کے بعد کھانے پینے کی شرعاً اجازت نہ تھی کیونکہ روزہ اگر کسی غلطی کے پیشِ نظر ٹوٹ بھی جائے تو پھر بھی رمضان المبارک کے تقدس کی وجہ سے اسے کھانے پینے کی اجازت نہیں بلکہ لازم ہے کہ روزے داروں کی طرح رہے لہٰذا اس گناہ سے توبہ بھی کرے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبــــــــــہ
مفتی محمد قاسم عطاری	ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

امتحانات کی وجہ سے طلبا فرض روزے قضا کریں یا والدین روزے چھڑوائیں تو کیا حکم ہے؟

فتویٰ 80

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ رمضان المبارک موسم گرما میں آرہا ہے، کیا سالانہ امتحانات کی وجہ سے طلبا کا رمضان کے فرض روزے قضا کرنا جائز ہے؟ نیز

جو والدین بچوں کے اس فعل سے راضی ہوں یا خود روزے چھڑوائیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ سائلہ: بنتِ اکبر عطاریہ (پشاور)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ہر عاقل و بالغ مسلمان پر رمضان کا روزہ فرض ہے، بلا عذرِ شرعی اس کا چھوڑنا گناہ ہے اور سالانہ امتحانات یا گرمی شرعاً فرض روزہ چھوڑنے کا قابلِ قبول عذر نہیں ہیں لہٰذا بالغ طلبا تو بیان کردہ اعذار کی بنا پر فرض روزہ چھوڑنے پر گنہگار ہوں گے ہی ان کے والدین بھی اگر بلا عذرِ شرعی روزہ چھڑوائیں گے یا چھوڑنے پر باوجودِ قدرت پوچھ گچھ نہ کریں گے تو وہ بھی گناہگار ہوں گے۔

طالبِ علم کے نابالغ ہونے کی صورت میں اگرچہ اس پر روزہ فرض نہیں ہے اور بے عذر چھوڑے بھی تو گنہگار نہ ہوگا لیکن جب سات سال کے بچے کو روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو والدین پر لازم ہے کہ اسے روزہ کا حکم دیں اور گیارہویں سال کے بعد والدین پر واجب ہے کہ روزہ چھوڑنے پر بچے کو سزا دیں لہٰذا سات سال یا اس سے بڑے نابالغ بچے کو والدین اسی وقت روزہ چھڑوا سکتے ہیں جب کہ روزہ کی وجہ سے اسے ضرر کا اندیشہ ہو ورنہ بلا عذرِ شرعی چھڑائیں گے یا اس کے چھوڑنے پر خاموش رہیں گے تو واجب ترک کرنے کی بنا پر گنہگار ہوں گے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

شوال کے روزے کیسے رکھے جائیں؟

فتویٰ 81

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے دوستوں کی آپس میں یہ بات ہو رہی تھی کہ شوال کے روزے ایک ساتھ رکھنے چاہئے یا الگ الگ یعنی کس طرح رکھنا بہتر ہے۔ ایک ساتھ یا الگ الگ؟ برائے کرم اس حوالے سے ہماری راہنمائی فرمائیں۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوال کے چھ روزے متفرق یعنی الگ الگ رکھنا افضل ہے اور چاہیں تو ایک ساتھ بھی رکھ سکتے ہیں لیکن افضل الگ الگ رکھنا ہی ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار، 3/485 ملخصًا)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبہ
مفتی فضیل رضا عطاری	محمد حسان رضا عطاری مدنی

شوّال کے چھ روزے

فتویٰ 82

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ رَمضان المُبارک کے بعد شوّال کے جو چھ روزے رکھے جاتے ہیں کیا ان کو عید کے بعد لگاتار رکھنا ضروری ہے یا الگ الگ بھی رکھے جاسکتے ہیں؟ سائل: تنویر اقبال (راولپنڈی)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوّال کے چھ روزوں کی کتبِ احادیث میں بہت فضیلت آئی ہے، جو شخص شوّال کے چھ روزے رکھے گویا اُس نے زمانے بھر کا روزہ رکھا اور ان کا لگاتار رکھنا ضروری نہیں بلکہ افضل یہ ہے کہ ان روزوں کو الگ الگ رکھا جائے۔ نبیِّ پاک صلَّی اللہُ تعالٰی علیہِ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے رَمضان کے روزے رکھے پھر اِن کے بعد چھ روزے شوّال میں رکھے تو گویا کہ اُس نے زمانے بھر کا روزہ رکھا۔ (مسلم، ص456، حدیث:2758)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

دودھ پلانے والی ماؤں کیلئے رمضان کے روزے کا حکم

فتویٰ 83

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ دودھ پلانے والی ماؤں کے لئے رمضان کے روزے کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دودھ پلانے والی ماں کے بارے میں یہ حکم ہے کہ دودھ پلانے سے اگر اسے یا اس کے بچے کی جان کو نقصان پہنچنے کا صحیح اندیشہ ہو تو اسے اجازت ہے کہ اس وقت روزہ نہ رکھے۔ پھر رمضان گزر جانے کے بعد ان چھوڑے گئے روزوں کی قضا کرے۔ بہارِ شریعت میں ہے: ''حمل والی اور دودھ پلانے والی کو اگر اپنی جان یا بچہ کا صحیح اندیشہ ہو تو اجازت ہے کہ اس وقت روزہ نہ رکھے۔'' (بہارِ شریعت، 1/ 1003، مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

مخصوص ایام اور روزے کا ایک مسئلہ

فتویٰ 84

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمیں یہ مسئلہ تو معلوم ہے کہ اگر عورت کو روزے کی حالت میں حیض آجائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اب وہ کھا، پی سکتی ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ چھپ کر کھائے اور ایسی عورت پر روزے داروں کی طرح بھوکا پیاسا رہنا ضروری نہیں۔ آپ سے معلوم یہ کرنا تھا کہ وہ عورت جو رمضان کے کسی دن میں طلوعِ فجر کے بعد پاک ہو جائے تو اس دن کا بقیہ حصہ اس کو روزے داروں کی طرح گزارنا ضروری ہے یا نہیں؟ اس بارے میں رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جو عورت رمضان کے کسی دن میں طلوعِ فجر کے بعد پاک ہو جائے تو اس دن کا بقیہ حصہ اس کو روزے داروں کی طرح گزارنا واجب ہے کیونکہ قوانینِ شریعت کی رُو سے ہر وہ شخص جس کے لیے دن کے اول وقت میں رمضان کا روزہ رکھنے میں عذر ہو اور پھر وہ عذر دن میں کسی وقت زائل ہو جائے اور اب اس کی حالت ایسی ہو کہ اول وقت میں ہوتی تو اس پر روزہ رکھنا فرض ہوتا تو ایسے شخص پر روزے داروں کی طرح رہنا واجب ہوتا ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

رمضان میں شرعی مجبوری کی وجہ سے روزے چھوٹ جائیں تو کس وقت رکھیں؟

فتویٰ 85

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اِس بارے میں کہ اگر کسی شَرعی مجبوری کی وجہ سے رَمضان کے روزے چھوٹ جائیں تو انہیں کسی بھی وقت رکھ سکتے ہیں یا سردیوں میں چھوٹے ہوئے سردیوں میں اور گرمیوں میں چھوٹے ہوئے گرمیوں ہی میں رکھنے ہوں گے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

کسی بھی وجہ سے خواہ عذرِ شَرعی کی بِنا پر یا بِغیر کسی عُذر کے رَمضانُ المبارک کے فرض روزے نہ رکھے ہوں تو اُن کی قضا کرنا ضروری ہے اور قضا میں اِس کا اَصلاً اعتبار نہیں کہ جس موسم میں روزے چھوٹے ہیں اسی موسم میں رکھے جائیں یعنی سردیوں کے روزے سردیوں میں اور گرمیوں کے روزے گرمیوں میں رکھنے کا شرعاً کوئی حکم نہیں، اَلبتہ جلد اَز جلد روزے رکھنے چاہئیں اور اِتنی تاخیر نہ کی جائے کہ اَگلا ماہِ رَمضان آجائے کہ پچھلے فرض روزے ذِمّہ پر باقی رہنے کی صورت میں اِس رمضان کے روزے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مقامِ قبولیّت پانے سے محروم رہتے ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح
مفتی فضیل رضا عطاری

کتبـــــــــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
جمیل احمد غوری عطاری

مخصوص ایام میں روزہ رکھنے کا حکم

فتویٰ 86

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کَثَّرَھُمُ اللہُ الْمُبِیْن اس مسئلے کے بارے میں کہ رمضان میں اگر عورت کو دورانِ روزہ حیض آجائے تو اس کے لئے روزے کا کیا حکم ہے اسے پورا کرے یا توڑ دے اور ایسی صورت میں وہ کھا پی سکتی ہے یا نہیں؟

سائل: محمد ذیشان عطاری (میر پور خاص)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو اگر روزے کی حالت میں حیض آگیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور رمضان کے بعد اس روزے کی قضا کرنا ہوگی اور اس کے لئے بقیہ دن روزہ دار کی طرح رہنا واجب نہیں ہے اور وہ کھا پی سکتی ہے، اسے اختیار ہے کہ چُھپ کر کھائے یا کھلے عام، مگر بہتر یہ ہے کہ چُھپ کر کھائے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبہ

مفتی فضیل رضا عطاری

اعتکاف

جائے نماز میں اعتکاف کرنے کا حکم

فتویٰ 87

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ جائے

نماز میں رمضان کے آخری عشرے کا مسنون اعتکاف کروایا جا سکتا ہے یا نہیں؟

سائل: محمد عرفان عطاری (سندھ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

مَردوں کے اعتکاف کے لئے وقف مسجد کا ہونا شرط ہے جائے نماز چونکہ مسجد نہیں ہوتی اس لئے اس میں مَردوں کا اعتکاف بھی نہیں ہو سکتا۔ احناف کے نزدیک وقف مسجد کے علاوہ صرف عورتوں کا اعتکاف نماز کے لئے گھر میں مخصوص کی گئی جگہ جسے مسجدِ بیت کہتے ہیں اس میں ہو سکتا ہے۔ مَردوں کے اعتکاف کے لئے بہر صورت مسجد ضروری ہے جائے نماز میں اعتکاف ہرگز درست نہ ہوگا۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

عورت کا غسل کیلئے مسجدِ بیت سے نکلنا کیسا؟

فتویٰ 88

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت دورانِ اعتکاف شدید گرمی کے سبب جائے اعتکاف کے علاوہ باتھ روم میں غسل کر سکتی ہے؟

سائلہ: اسلامی بہن (باب المدینہ کراچی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

مَرد اصلِ مسجد (یعنی وہ جگہ جو نماز پڑھنے کے لئے خاص کر کے وقف ہوتی ہے) سے متصل وقف

جگہ جو ضروریات و مصالحِ مسجد کے لئے وقف ہوتی ہے جسے فنائے مسجد کہا جاتا ہے اس میں بنے ہوئے غسل خانہ میں دورانِ اعتکاف بغیر ضرورت کے بھی غسل کرسکتا ہے فنائے مسجد میں جانے سے اس کا اعتکاف نہیں ٹوٹتا، جبکہ عورت گھر میں متعیّن کردہ جگہ میں اعتکاف کرتی ہے، جو "مسجدِ بیت" کہلاتی ہے اور مسجدِ بیت میں فنا کا کوئی تصور نہیں ہوتا اس لئے عورت مسجدِ بیت سے باہر بِلا ضرورت نہیں نکل سکتی، صورتِ مسئولہ (یعنی پوچھی گئی صورت) میں عورت اگر فرض غسل کے علاوہ کسی غسل مثلاً گرمی کی وجہ سے ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے نکلے گی تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

حج و عمرہ

حجِ اکبر کی تعریف کیا ہے؟

فتویٰ 89

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ حجِ اکبر کی تعریف کیا ہے؟

سائل: محمد خالد (شاد باغ، مرکز الاولیاء، لاہور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حجِ اکبر کے متعلق فقہاء کے مختلف اقوال ہیں اور مشہور قول یہ ہے کہ نبیِّ پاک صلَّی اللہ علیہ وسلَّم نے جس دن حج فرمایا تھا اسے حجِ اکبر کہا جاتا ہے اور چونکہ وہ حج جمعہ کے دن کیا گیا

تھا تو نبیِّ پاک صلَّی اللہ علیہ وسلَّم کے حج کی یاد تازہ کرتے ہوئے مسلمان اس حج کو کہ جو جمعہ کے دن واقع ہو حجِ اکبر کہتے ہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

پہلے فرض حج کریں یا بیٹی کی شادی؟

فتویٰ 90

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص پر حج فرض ہو جائے مگر اسکی بیٹی جوان گھر میں ہو تو کیا اسے حج کرنے جانا چاہیے یا پہلے بیٹی کی شادی کرنی چاہیے بعض لوگ کہتے ہیں کہ پہلے بیٹی کا فرض ادا کرلیں پھر حج کو جائیں گے جبکہ بیٹی کے لیے ابھی رشتہ تلاش کررہے ہوتے ہیں کیا اس وجہ سے حج میں تاخیر کرنا جائز ہے؟

سائل: محمد کاشف (اسلام پورہ، لاہور)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جس شخص پر حج فرض ہو چکا اس پر فرض ہے کہ اسی سال حج کو جائے بلاعذر شرعی اس سال حج نہ کرنا گناہ ہے اور فقہاء نے جن اعذار کی وجہ سے حج کی ادائیگی فرض نہ ہونے کا حکم دیا ہے ان میں بیٹی کی شادی کو شمار نہیں کیا لہذا اس وجہ سے جو حج مؤخر کرے گا گناہگار ہوگا چند سال تک نہ کیا تو فاسق ہے اور اس کی گواہی مردود مگر جب کریگا ادا ہی ہے قضا نہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ اگر حج کرنے جائیں گے تو بچیوں کی شادی کے لیے

پیسے نہیں بچیں گے تو یاد رہے کہ شادی کے لیے کثیر اخراجات کرنا نہ فرض ہے نہ لازم بلکہ بعض صورتوں میں گناہ جیسے گانے باجے اور ناجائز رسموں پر خرچ کرنا تو شریعت کے مطابق اور سادگی سے شادی کریں جس کے لیے کثیر مال ہونا کوئی ضروری نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ حج کرنا مُفلِسی پیدا نہیں کرتا بلکہ حج تو غنی بناتا ہے لہٰذا حج کریں مقدّس مقامات پر جاکر دُعا کریں اللہ کریم بہتر اسباب پیدا فرمائے گا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــہ
مفتی محمد ہاشم خان عطاری

نفل حج وعمرہ کب کرنا افضل ہے؟

فتویٰ 91

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ نفل حج و عمرہ کرنا افضل ہے یا کسی غریب مقروض تنگدست کی مدد کرنا؟ سائل: ذوالفقار علی (عارف والہ)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰھُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نفلی کاموں کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ جس کی حاجت زیادہ ہو اور جس کا نفع زیادہ ہو وہ افضل ہوتا ہے لہٰذا اگر کسی محتاج شخص کو بہت زیادہ حاجت ہو تو اس کی مدد کرنا نفلی حج وعمرہ کرنے سے افضل ہے ورنہ نفلی حج وعمرہ صدقہ کرنے سے افضل ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــہ
مفتی محمد ہاشم خان عطاری

حالتِ احرام میں کپڑے یا ٹشو پیپر سے ناک صاف کرنا کیسا

فتویٰ 92

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ حالتِ احرام میں زکام ہونے کی صورت میں کیا کپڑے یا ٹشو پیپر سے ناک صاف کر سکتے ہیں؟ نیز چہرے سے کپڑے کے ذریعے پسینہ صاف کرنے کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

احرام کی حالت میں زکام ہو جائے تو کپڑے یا ٹشو پیپر سے اسے صاف نہیں کر سکتے، ایسے موقعے پر کپڑا ناک سے دور رکھتے ہوئے کچھ قریب کر کے اس میں ناک صاف کر لی جائے، اسی طرح کپڑے وغیرہ سے پسینہ صاف کرنے کی بھی اجازت نہیں۔

مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ حالتِ احرام میں محرم پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اپنا چہرہ کھلا رکھے، کسی بھی چیز سے نہ چھپائے خواہ وہ چیز کپڑا ہو یا کوئی اور چیز مثلاً ٹشو پیپر، ناک یا پسینہ صاف کرنے کے لئے جب کپڑا یا ٹشو پیپر چہرے کے کسی حصے مثلاً ناک یا پیشانی وغیرہ پر رکھیں گے تو چہرہ چھپ جائے گا جس کی محرم کو اجازت نہیں لہٰذا کپڑے اور ٹشو پیپر وغیرہ سے زکام ہونے پر ناک صاف کرنے اور پسینہ صاف کرنے کی اجازت نہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم

کتبـــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

فتویٰ 93

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ طواف یا سعی کرتے وقت

باتیں کرنا کیسا ہے؟ سائل: اظہر بشیر (مصطفیٰ آباد، لاہور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

طواف اور سعی کے دوران دینی بات کرنے میں تو کوئی حرج نہیں یونہی حاجت کی دنیاوی بات حاجت کے مطابق کرنے میں بھی حرج نہیں ہے ہاں بغیر حاجت دنیا کی باتیں کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

کتبــــــــه	الجواب صحيح
محمد ساجد عطاری مدنی	مفتی فضیل رضا عطاری

دورانِ طواف یادداشت کے لئے دَھات کا چھلّا پہننا

فتویٰ 94

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ طواف کے لئے ایک قسم کی دھات کا چھلّا ملتا ہے جس کے ساتھ دانوں والی تسبیح لٹک رہی ہوتی ہے اسے یادداشت کے لئے انگلی میں ڈالتے ہیں اور پھر ہر چکّر پر ایک دانہ شمار کرتے جاتے ہیں۔ شرعی رہنمائی فرمائیں کہ اس طرح کا چھلّا انگلی میں ڈالنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور جو چھلّا پہننا گناہ ہے یہ اس میں شمار ہوگا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

تانبا اور پیتل میں صرف تَحَلّی (یعنی زیور کے طور پر پہننا) حرام ہے اور تَحَلّی زیور کے ساتھ ہوتی ہے اور زیور وہ چیز ہوتی ہے جس سے زینت حاصل کی جاتی ہے اور تسبیحات وغیرہ کو پکڑنے کے لئے جو چھلّا ان کے ساتھ لگا ہوتا ہے یہ زیور کی طرز پر نہیں بنا ہوتا اور

اس طرح کا نہیں ہوتا کہ اس سے زینت حاصل کی جائے اور اس کو انگلی میں زیور اور زینت کے طور پر ڈالا بھی نہیں جاتا بس حفاظت کے لئے انگلی میں اَٹکا لیا جاتا ہے۔ پس اسے حفاظت کے لئے انگلی میں اَٹکا لینا جائز ہے۔

جُزئیات سے ثابت ہے کہ زیور وہ ہے جس سے تزَیُّن (یعنی زیب و زینت اختیار کرنا) مقصود ہوتا ہے اور تسبیحات وغیرہ اَشیاء کے ساتھ جو چھلّا ہوتا ہے اس سے تزَیُّن مقصود نہیں ہوتا لہٰذا یہ زیور میں شمار نہیں ہوگا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــہ	الجواب صحیح
محمد عرفان مدنی	مفتی محمد ہاشم خان عطاری

مِنٰی میں پانچ نمازیں اور حج سے قبل وقوف کا حکم

فتویٰ 95

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مِنٰی میں وقوف اور پانچ نمازیں پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

آٹھ ذوالحجہ کی نمازِ ظہر سے لے کر نویں ذوالحجہ کی نمازِ فجر تک پانچ نمازیں مِنٰی میں پڑھنا اور آٹھ اور نو ذوالحجہ کی درمیانی رات مِنٰی میں گزارنا سنتِ مؤکدہ ہے۔ اگر کوئی اس سنّت کو ترک کردے تو وہ اِساءَت کا مرتکب ہوگا۔ فی زمانہ بعض معلّم عرفہ کی پوری رات مِنٰی میں گزارنے اور فجر کی نماز مِنٰی میں پڑھنے کا موقع نہیں دیتے رات ہی میں عرفات پہنچا

دیتے ہیں بوڑھے افراد یا فیملی والوں کا اپنے طور پر اگلے دن فجر پڑھ کر عرفات کے لئے جانا بہت سخت دِقّت کا کام ہے۔ جوان افراد میں سے بھی جو پہلی بار گیا ہے وہ بھی اکیلا عرفات پہنچ کر اپنے خیمہ تک پہنچ جائے یہ بہت مشکل ہوتا ہے لہٰذا ایسی صورت میں بامرِ مجبوری قافلے کے ساتھ ہی عرفات کی طرف نکلا جاسکتا ہے۔ واضح ہو کہ یہاں حرج کی وجہ سے سنّتِ مؤکدہ کے ترک کی خاص موقع پر اجازت دی گئی ہے۔ حج کے بعد بہت سارے لوگ محض آرام طلبی کے لئے منیٰ کی راتیں عزیزیہ یا اپنے ہوٹل میں کہیں اور گزارتے ہیں وہ بُرا کرتے ہیں وہاں رخصت کی گنجائش نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

کیا نفلی طواف کے بعد بھی نوافل پڑھنا ضروری ہیں؟

فتویٰ 96

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ طوافِ عمرہ کے علاوہ جو نفلی طواف کیا جائے اس کے بعد بھی مقامِ ابراہیم پر نوافل ادا کرنا ضروری ہے اور کسی اور جگہ یہ نوافل پڑھے جاسکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طواف یعنی کعبہ شریف کے گرد سات چکر بہ نیتِ عبادتِ طواف لگانے پر دو رکعت نمازِ طواف پڑھنا واجب ہے چاہے وہ کوئی بھی طواف ہو لہٰذا نفلی طواف کے بعد بھی دو رکعت نمازِ طواف ادا کرنا واجب ہے، یہ نماز مقامِ ابراہیم پر ہی پڑھنا ضروری نہیں ہے

البتہ افضل یہ ہے کہ مقامِ ابراہیم کے قُرب میں اس کے پیچھے کھڑا ہو کر پڑھے کہ مقامِ ابراہیم اس کے اور کعبہ شریف کے درمیان ہو۔ مقامِ ابراہیم کے بعد اس نماز کے لئے سب سے افضل جگہ خاص کعبۂ معظمہ کے اندر پڑھنا ہے، پھر حطیم میں میزابِ رحمت کے نیچے، اس کے بعد حطیم میں کسی اور جگہ، پھر کعبۂ معظمہ سے قریب تر جگہ میں، پھر مسجدُ الحرام میں کسی جگہ، پھر حرمِ مکّہ کے اندر جہاں بھی ہو، اس کے بعد کسی جگہ کو فضیلت نہیں البتہ اگر بیرونِ حرم پڑھ لی تب بھی ادا ہو جائے گی مگر کراہتِ تنزیہی کے ساتھ۔ (شرح لباب المناسک لملاعلی قاری، ص156) فی زمانہ طواف کا دائرہ بہت وسیع ہوتا ہے اور مقامِ ابراہیم کے مقابل نمازِ طواف پڑھنا رَش کے اوقات میں بہت ہی مشکل ہوتا ہے بعض لوگ تو صرف اس فضلیت کو حاصل کرنے کے لئے طواف کرنے والوں کے درمیان ہی کھڑے ہو کر نیت باندھ لیتے ہیں جس سے طواف کرنے والوں کو دھکے پڑتے ہیں اور لوگ گر بھی جاتے ہیں۔ ایک عمل میں جب وُسعت رکھی گئی ہے اور پوری مسجدِ حرام میں کہیں بھی نمازِ طواف پڑھنے کی رخصت ہے تو رَش کے اوقات میں رخصت پر عمل کیا جائے ہاں جب رَش نہ ہو اور موقع ملے تو مقامِ ابراہیم پر پڑھنے کی سعادت حاصل کی جائے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

حلق کروانے سے پہلے نئے احرام کی نیت کرنا کیسا؟

فتویٰ 97

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک

شخص عمرے میں طواف و سعی کرنے کے بعد حلق کروانے سے پہلے ہی بیرونِ حرم جاکر دوبارہ نئے احرام کی نیت کرکے آگیا، اور پھر کسی نے بتایا کہ تمہیں تو پہلے حلق کروانا چاہئے تھا تو اس نے پہلے حلق کروادیا اور پھر اس دوسرے عمرے کے ارکان یعنی طواف، سعی کی اور آخر میں پھر حلق کروادیا تو اب ایسے شخص پر کتنے دم لازم ہوں گے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں اس پر دو دَم لازم ہیں۔ ایک تو حلق سے پہلے احرامِ عمرہ باندھنے کا اور دوسرا دَم دوسرا احرام باندھنے کے بعد اس کے پورا ہونے سے پہلے ہی سَر کا حلق کروانے کی وجہ سے۔ نیز ایک احرام سے فارغ ہونے سے پہلے ہی دوسرے عمرے کا احرام شروع کرنے اور حالتِ احرام میں سَر منڈانے کی وجہ سے یہ شخص گنہگار بھی ہوا ہے اس سے توبہ بھی لازم ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبـــــــــہ
ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

طواف یا سعی کے دوران کچھ دیر آرام کرنا کیسا؟

فتویٰ 98

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ طواف یا سعی کے دوران تھکن کی وجہ سے کچھ دیر آرام کرسکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

طواف اور سعی کے پھیرے لگانے میں ان کا پے در پے ہونا سنّت ہے اور بلا عذر ان

میں فاصلہ کرنا مکروہ ہے۔ عذر سے مراد وضو کرنا یا جماعت قائم ہونا یا جنازہ آجانا یا پیشاب پاخانہ کی حاجت ہونا یا تھک جانا ہے۔ لہٰذا اگر طواف یا سعی کے چند چکر لگانے کے بعد تھکاوٹ محسوس ہوئی اور کچھ دیر آرام کر لیا پھر جہاں سے سعی یا طواف چھوڑا تھا وہاں سے دوبارہ شروع کر دیا تو جائز ہے البتہ اگر بہت زیادہ فاصلہ کر دیا ہو تو شروع سے کرنا مستحب ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

نابالغ بچہ عمرے پر جائے تو احرام کی نیت کیسے کرے نیز سلے ہوئے کپڑے پہن سکتا ہے یا نہیں؟

فتویٰ 99

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ نابالغ بچہ اگر عمرے پر جائے تو وہ اِحرام کی نیت کیسے کرے اور کیا وہ اِحرام میں سِلے ہوئے کپڑے پہن سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نابالغ بچے دو طرح کے ہوتے ہیں: (1) سمجھدار و عاقل جو پاکی وناپاکی اور دینِ اسلام کے بارے میں معرفت رکھتا ہو۔ (2) ناسمجھ و غیر عاقل جس میں مذکور باتوں کی سمجھ بوجھ نہ ہو۔

اگر بچہ عاقل و سمجھدار ہے تو احرام کی نیّت کے ساتھ تَلْبِیَہ (یعنی لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ۔۔۔پڑھنا) وہ خود ہی اپنی زبان سے کہے گا اس کی طرف سے اس کا ولی اِحرام کی نیت نہیں کر سکتا نیز اَفعالِ حج و عمرہ وہ خود ہی ادا کرے گا۔ رَمی (یعنی کنکر مارنا) وغیرہ کچھ چیزیں چھوڑ دینے کی صورت

میں اس پر کفارہ نہیں۔ اگر ایسا سمجھدار بچہ حج کو فاسد بھی کر دے تو اس پر قضا واجب نہیں۔

اور اگر بچہ ناسمجھ ہے تو وہ اَفعال جن میں نیت ضروری ہے تو وہ ناسمجھ بچہ نہیں کر سکتا اس کی طرف سے اس کا وَلی یعنی باپ یا بھائی وغیرہ اِحرام کی نیت کرے اور تلبیہ کہے۔ نیت اس طرح کرے ''اَحْرَمتُ عَن فُلَانٍ'' یعنی فلاں کی طرف سے اِحرام باندھتا ہوں (فلاں کی جگہ اس بچے کا نام لے) اسی طرح لبیک بھی بچے کی طرف سے اس طرح کہے ''لَبَّیكَ عَن فُلَانٍ'' (فلاں کی جگہ اس کا نام لے اور آخر تک لبیک پڑھے)۔ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ دل میں نیت ہونا شرط ہے اور زبان سے نیت کر لینا مُستحب ہے، لٰہذا اگر زبان سے نیت نہ بھی کی ہو تو حَرَج نہیں جبکہ لبیک زبان سے کہنا ضروری ہے اور وہ بھی اتنی آواز سے کہ اگر سننے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو خود سُن لے۔

حالتِ احرام میں نابالغ بچہ خواہ سمجھدار ہو یا ناسمجھ دونوں کو سِلے ہوئے کپڑے نہیں پہنائے جائیں، اسے بھی چادر اور تہبند پہنائیں اور اسے بھی ان تمام باتوں سے روکنا چاہیے جو مُحْرِم کے لیے ناجائز ہیں۔ البتہ سلے ہوئے کپڑے پہن لینے سے نابالغ بچے پر دَم لازم نہیں ہو گا۔

نوٹ: نابالغ بچے کے حج و عمرہ اور اِحرام سے متعلق مزید معلومات کے لئے شیخِ طریقت، امیرِ اہلِ سنّت، حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی حج و عمرہ پر لکھی گئی مایہ ناز کتابیں ''رفیق الحَرَمین'' اور ''رفیق المعتمرین'' میں نابالغ کے حج و عمرہ سے متعلق مسائل کا مطالعہ کیجئے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	جمیل احمد غوری عطاری

عورت کا بغیر مَحرَم کے حج و عمرہ پر جانا کیسا؟

فتویٰ 100

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مُفتیانِ شرعِ مَتین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا کوئی عورت بغیر مَحرَم حج و عمرے کیلئے جاسکتی ہے؟ جبکہ عورت بغیر محرم دیگر ممالک اور اپنے ملک میں دیگر شہروں کا سفر کرتی ہے تو حج یا عمرے کے لئے کیوں نہیں جاسکتی؟ کسی عورت کے پاس محدود رقم ہو جس سے وہ خود حج یا عمرہ کرسکتی ہے تو کیا کسی گروپ یا فیملی کے ساتھ جاسکتی ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جس عورت کو حج و عمرہ یا کسی اور کام کے لئے شَرْعی سفر کرنا پڑے (شرعی سفر سے مراد تین دن کی راہ یعنی تقریباً 92 کلو میٹر یا اس سے زائد سفر کرنا پڑے بلکہ خوفِ فتنہ کی وجہ سے تو عُلَما ایک دن کی راہ جانے سے بھی منع کرتے ہیں) تو اس کے ہمراہ شوہر یا مَحرَم ہونا شرط ہے، اس کے بغیر سفر کرنا ناجائز و حرام ہے۔ لہٰذا یہ حکم صرف حج و عمرے کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کسی بھی جگہ شرعی سفر کرنا پڑے تو یہی حکم ہوگا خواہ عورت کتنی ہی بوڑھی ہو، بغیر مَحرَم سفر نہیں کرسکتی، کسی گُروپ و فیملی کے ساتھ بھی نہیں جاسکتی اگر جائے گی تو گنہگار ہوگی اور اس کے ہر قدم پر گُناہ لکھا جائے گا۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	ابو عبداللہ محمد سعید عطاری مدنی

عورت کے مخصوص ایّام میں فرض طواف کا حکم

فتویٰ 101

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ حج کے موقع پر اگر کسی اسلامی بہن کو 8 ذوالحجۃ الحرام کے دن ماہواری آئے اور ماہواری ختم ہونے سے پہلے اس کی واپسی کی ٹکٹ ہو اور اس نے طوافِ زیارت نہ کیا ہو، ٹکٹ منسوخ کروانے میں شدید دشواری کا سامنا ہو تو اس صورت میں اس کے لئے شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں کیا حل ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ایسی عورت اپنی ٹکٹ منسوخ کروائے اور پاک ہونے کے بعد طوافِ فرض ادا کرے، اگرچہ بارہویں کے بعد ہی پاک ہو، اگر ٹکٹ منسوخ کروانے میں اپنی یا ہمسفروں کی سخت تکلیف و دشواری کا سامنا ہو تب بھی ایسی عورت کے لئے اس ناپاکی کی حالت میں مسجد میں داخل ہونا ناجائز و گناہ ہے۔ اور اگر وہ اسی حالت میں داخل ہوگئی اور اس نے طواف بھی کرلیا تو گناہ گار ہوگی البتہ اس صورت میں طواف والا فرض ادا ہو جائے گا اور اس پر اس گناہ سے توبہ کرنا لازم ہوگی اور ناپاکی کی حالت میں طواف کرنے کے سبب حرم میں ایک بدنہ (یعنی گائے یا اونٹ کی قربانی) دینا اس پر لازم ہوگا، پھر بعد میں اگر بارہویں کے غروبِ آفتاب تک طہارت کرکے طوافُ الزیارۃ کا اعادہ کرنے میں کامیابی ہوگئی تو کفارہ ساقط ہوگیا اور بارہویں کے بعد اگر پاک ہونے کے بعد موقع مل گیا اور اعادہ کرلیا تو بدنہ ساقط ہوگیا مگر دم دینا ہوگا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

کیا عورت حج و عمرہ کیلئے حیض روکنے والی گولیاں کھا سکتی ہے؟

فتویٰ 102

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورت حج و عمرہ کے لئے حیض روکنے والی گولیاں کھا سکتی ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جی ہاں! استعمال کر سکتی ہے بشرطیکہ جسمانی طور پر کسی بڑے اور فوری ضرر کا سبب نہ بنیں، لعدم المانع الشرعی۔ اور اگر جسمانی طور پر کسی بڑے اور فوری ضرر کا سبب بنیں تو اجازت نہیں، اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ (پ2، البقرۃ:195)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

عورت کا عمرے کے طواف و سعی کے بعد اپنے شوہر کا حلق یا تقصیر کرنا کیسا؟

فتویٰ 103

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت جو عمرہ کے طواف وسعی سے فارغ ہو چکی، ابھی تقصیر نہیں کی وہ اپنے شوہر کے احرام سے نکلنے کے وقت (یعنی اس کے عمرہ کے طواف وسعی سے فارغ ہونے کے بعد) کیا اس کا حلق یا تقصیر کر سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! کرسکتی ہے کہ جب احرام سے باہر ہونے کا وقت آگیا تو اب مُحرم اپنا یا دوسرے کا سرمونڈ سکتا ہے، اگرچہ یہ دوسرا بھی مُحرم ہو اور اسکا احرام سے باہر ہونے کا وقت آگیا ہو۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

حالتِ حیض میں سعی کا حکم

فتویٰ 104

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عمرہ کے لئے جانے والی عورت اگر حیض کی حالت میں ہو تو اس کو طواف کی اجازت تو نہیں ہے۔ کیا یہ درست ہو گا کہ وہ پہلے سعی کرلے اور جب حیض سے پاک ہو جائے تو طواف کرے اور تقصیر کرکے احرام سے باہر آجائے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حیض کی وجہ سے عورت جب طواف نہیں کرسکتی تو اس کی سعی بھی درست نہیں ہو گی کیونکہ سعی کے لئے اگرچہ طہارت شرط نہیں مگر یہ شرط ہے کہ سعی پورے طواف یا اس کے اکثر یعنی چار پھیروں کے بعد ہو۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح

مفتی فضیل رضا عطاری

کتبـــــــــــــــــــہ

محمد سرفراز اختر عطاری

عورت کا حج و عُمرہ کے لئے اِحرام (خصوصی اسکارف) لینا کیسا؟

فتویٰ 105

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کو حج یا عمرہ کرنے کے لئے احرام (خصوصی اسکارف) لینا ضروری ہے یا وہ اپنے عَبایا میں بھی عمرہ کر سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حج یا عمرہ یا دونوں کی نیّت کرکے تَلْبِیَہ (لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ...اِلَخ) پڑھتے ہیں جس سے بعض حلال چیزیں بھی حرام ہو جاتی ہیں اس کو اِحرام کہتے ہیں اور مجازاً اُن دو اَن سِلی سفید چادروں کو اِحرام کہہ دیا جاتا ہے جو حالتِ اِحرام میں استعمال کی جاتی ہیں لیکن یہ چادریں اِحرام نہیں ہیں صرف مَردوں کے لئے اس وجہ سے ضروری ہیں کہ مَردوں کے لئے حالتِ احرام میں سِلا ہوا کپڑا پہننا حرام ہے لیکن عورتوں کے لئے ایسا نہیں ہے انہیں حالتِ احرام میں سلے ہوئے کپڑے موزے دستانے پہننے کی اجازت ہے بلکہ چہرے، دونوں ہاتھ پہنچوں تک، قدم اور ان کی پُشت کے علاوہ حسبِ معمول اپنا سارا بدن چھپانا فرض ہے صرف چہرہ کُھلا رکھنا ضروری ہے کہ اس کو حالتِ اِحرام میں اس طرح چُھپانا کہ کپڑا وغیرہ چہرے سے مَس کر رہا ہو عورت کے لئے حرام ہے ہاں اَجنبیوں سے پردہ کرنے کے لئے چہرے کے سامنے چہرے سے جُدا کسی چیز کی آڑ کر لے مثلاً گتّا وغیرہ یا ہاتھ والا پنکھا چہرے کے سامنے رکھے لہٰذا عورت اپنے عَبایا میں یا کسی بھی قسم کے کپڑے جن میں چہرے کے علاوہ سارا جسم چھپا ہوا ہو حج یا عُمرہ کر سکتی ہے خاص اِحرام کے نام پر جو بازار سے اسکارف ملتا ہے وہ پہننا ضروری نہیں ہے۔

یادرہے کہ پہنچوں تک کلائیوں سے نیچے نیچے تک ہاتھ اور قدم اور اس کی پُشت کُھلی رکھ سکتی ہے مگر چُھپانا چاہے تو اس میں بھی حَرَج نہیں بلکہ بہتر ہے اس لئے دستانے اور موزے پہن سکتی ہے ہاں چہرہ ہرگز نہیں چُھپا سکتی کُھلا رکھنا ضروری ہے جو طریقہ بیان ہوا چہرے سے جدا کسی چیز سے آڑ کرلے اسی صورت پر عمل کرسکتی ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

حالتِ حیض میں احرام کی نیت

فتویٰ 106

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ اگر کوئی عورت پاکستان سے عمرہ پر جانے کا ارادہ رکھتی ہے تو جس وقت روانگی ہو اس دن وہ حیض کی حالت میں ہو تو کیا کیا جائے؟ کیا احرام اس حالت میں باندھا جاسکتا ہے؟ نیز اسی حالت میں غُسل کیا جائے گا جیسا کہ عام حالت میں بھی غسل کرکے احرام باندھا جاتا ہے اس بارے میں رہنمائی فرمائیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حالتِ حیض میں بھی احرام کی نیّت (Intention) ہوسکتی ہے اور جو عورت عمرہ کے لئے ہی پاکستان سے سفر کررہی ہے اس پر لازم ہے کہ احرام کے بغیر میقات سے نہ گزرے، اور حالتِ حیض میں ہونا، احرام سے مانع نہیں ہے، اور حالتِ حیض یا نِفاس والی عورت کو بھی حُکم ہے کہ احرام سے پہلے غسل بھی کرے کیونکہ یہ غسل طہارت کے لئے

نہیں ہے بلکہ صفائی، ستھرائی اور اپنے آپ سے بد بو کو دور کرنے کے لئے ہے۔

اس حالت میں چونکہ عورت پر قرآن کی تلاوت کرنا، نماز پڑھنا، مسجد میں جانا، طواف کرنا یہ سب کام حرام ہیں لہٰذا وہ عورت احرام کی نیّت ضرور کرے گی اور احرام کی تمام پابندیوں کا بھی خیال رکھے گی، لیکن مکّہ مکرّمہ پہنچ کر بھی جب تک حیض کی حالت رہے وہ مسجد میں نہیں جائے گی بلکہ ہوٹل میں ہی پاک ہونے کا انتظار کرے گی، جب حیض ختم ہو جائے تو پھر پاکی کے لئے غسل کرے اور پھر طواف اور دیگر مناسکِ عُمرہ ادا کرے۔

ہاں البتہ اس حالت میں تلاوتِ قرآن کے علاوہ تسبیحات، دُرُود شریف، ذِکرُ اللہ وغیرہ کرنا منع نہیں ہے، اس کی اجازت ہے بلکہ جتنے دن ایسی حالت میں رہے تو یہ اعمال بجالاتی رہے اِنْ شَآءَ اللہ عزّوجلّ ثواب کا ذخیرہ حاصل ہو گا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــہ
مفتی محمد قاسم عطاری	ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

حالتِ احرام میں اگر پاؤں کی اُبھری ہوئی ہڈی چھپ جائے تو؟

فتویٰ 107

کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ عورت کے پاؤں کی اُبھری ہوئی ہڈّی حالتِ احرام میں چُھپ جانے میں شرعاً کوئی حرج ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کے پاؤں کی ہڈّی چُھپ جانے میں کوئی حرج نہیں کہ عورت کا احرام فقط

چہرے میں ہے یعنی چہرہ نہیں ڈھانپے گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

محرم کے بغیر عمرے پر جانا

فتویٰ 108

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ پاکستان سے دو عورتیں جو شادی شدہ ہیں اور وہ عمرے پر جانا چاہتی ہیں ان کے ساتھ ان کا کوئی مَحْرَم نہیں ہے۔ کیا وہ کسی ایسے گروپ کے ساتھ جس میں بہت سے غیر مرد اور عورتیں ہوں ان کے ساتھ عمرہ کرنے جاسکتی ہیں؟ سائل: محمد علی رضا (مانوالہ، پنجاب)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں اُن عورتوں کا بغیر مَحْرَم کسی گروپ کے ساتھ عُمرے پر جانا جائز نہیں کہ حکمِ شرعی یہ ہے کہ عورت کا شوہر یا مَحْرَم کے بغیر تین دن (یعنی 92 کلومیٹر) کی راہ کا سفر ناجائز و حرام و گناہ ہے۔ خواہ سفر حج و عمرے کے لئے ہو یا کسی اور غرض سے، اگر چلی گئی تو قدم قدم پر اس کے لئے گناہ لکھا جائے گا۔ لہٰذا ان کو چاہئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ و رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اِطاعت کو بجالاتے ہوئے جب تک کسی مَحْرَم کا ساتھ نہ ہو اِس اِرادے کو ترک کر دیں، یاد رکھئے کہ عُمرہ سے مقصود اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور ثواب حاصل کرنا ہوتا ہے لہٰذا شرعی تقاضوں کے مطابق ہی یہ نیک کام کیا جائے اور اللہ تعالٰی اور اس کے رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَحکامات کی خِلاف ورزی اور گناہ سے بہر صورت بچا جائے۔

حضرت سَیِّدُنا ابو ہُریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے حضور نبیِّ رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''لَا تُسَافِرُ اِمْرَأَۃٌ مَسِیْرَۃَ ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ، اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ''

ترجمہ: کوئی عورت تین دن کی مسافت ذی رحم محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔ (مسندِ امام احمد، 14/235)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

قربانی

پچھلے سالوں کی قربانی نہ کرنے کا حکم

فتویٰ 109

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ زید پر 17 سال سے قربانی واجب تھی مگر کم علمی کی وجہ سے اس نے نہیں کی، اب مسئلہ معلوم ہوا ہے تو قربانی کرنا چاہتا ہے ایسی صورت میں زید کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟ قربانی کے ساتھ کوئی کفارہ بھی دینا ہوگا یا نہیں؟ سائل: محمد رضوان حسین (مرکز الاولیاء لاہور)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

زید پچھلے سالوں کی قربانی نہ کرنے سے گنہگار ہوا اس لیے زید پر توبہ کرنا اور ہر سال کی قربانی کے بدلے ایک بکری کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے یعنی 17 سال کی قربانی لازم ہے تو 17 بکریوں کی قیمت صدقہ کرے، اس کے علاوہ کوئی کفارہ نہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــہ
مفتی محمد ہاشم خان عطاری

سابقہ قربانی کی رقم صدقہ کرنا/ قربانی کی رقم کا حیلہ کرنا

فتویٰ 110

کیا فرماتے ہیں علمائے کِرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ (1) اگر کسی شخص نے گزشتہ پانچ سال کی قربانیاں نہ کی ہوں جبکہ وہ اس پر واجب تھیں تو اب ہر قربانی کے بدلہ ایک بکرے کی ہی قیمت صَدَقہ کرے یا گائے کے حصّوں کے حساب سے 5 حصوں کی رقم صَدَقہ کرنا بھی جائز ہے؟ قربانی واجب تھی لیکن جانور یا حصہ وغیرہ نہیں خریدا تھا۔

(2) جس طرح زکوٰۃ کی رقم شرعی حِیلہ کرنے سے مَدرَسہ کی تعمیر (Construction) میں لگائی جاسکتی ہے کیا اسی طرح پچھلی قربانیوں کی جو رقم ادا کرنا لازم ہے وہ حیلہ کے ذریعہ مَدرَسہ کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1) اگر کسی نے بِلاعُذر پانچ سال تک قربانی نہیں کی تو وہ اِس واجب کو چھوڑنے کی وجہ سے گنہگار ہوا، اب اس سے توبہ بھی کرے اور اس پر ہر سال کی قربانی کے بدلہ ایک بکری کی ہی قیمت صَدَقہ کرنا واجب ہے، گائے کے حصوں کی قیمت صدقہ نہیں کرسکتے کہ کُتُبِ فِقہ میں اس صورت کا یہی حُکم بیان کیا گیا ہے۔

(2) جی ہاں! گذشتہ سالوں کی قربانی کی رقم حِیلہ شَرعِیّہ کے ذریعہ مدرسہ کی تعمیر وغیرہ پر لگا سکتے ہیں کیونکہ یہ صَدَقۂ واجِبہ ہے اور صدقاتِ واجبہ مثلاً زکوٰۃ اور صدقۂ فطر

وغیرہ کا یہی حکم ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

چار افراد کا برابر رقم ملا کر جانور قربان کرنا کیسا؟

فَتویٰ 111

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ اگر چار افراد مِل کر برابر برابر رقم ڈال کر ایک بڑا جانور مثلاً گائے خرید کر بہ نیّتِ قربانی ذَبح کریں تو ان کی قربانی ہوجائے گی یا نہیں حالانکہ بڑے جانور میں تو سات حصے ہوتے ہیں؟ نیز ان میں گوشت کی تقسیم کس طرح ہو گی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مَسْئولہ میں ان چار افراد کی قربانی ہوجائے گی کہ گائے، اونٹ وغیرہ جانوروں میں کم اَز کم ہر شخص کا ساتواں حصہ ہونا ضروری ہے اور اس سے زیادہ ہو تو حَرَج نہیں، گوشت وَزن کرکے برابر برابر تمام شُرَکا میں تقسیم کیا جائے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

قربانی کے جانور میں عقیقے کا حصّہ شامل کرنا

فَتویٰ 112

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ گائے،

بھینس، اونٹ وغیرہ کی قربانی میں عقیقہ کا حصّہ شامل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا عقیقہ کا حصہ شامل کرنے سے قربانی وعقیقہ ہو جائیں گے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

گائے، بھینس، اونٹ کی قربانی میں عقیقہ کا حصہ شامل کرنا جائز ہے اور عقیقہ کا حصّہ شامل کرنے سے قربانی اور عقیقہ دونوں ہو جائیں گے کیونکہ قربانی کے جانور میں دیگر واجبات یا نفل عبادت کی نیّت کرنا جائز ہے اور پھر چاہے 7 حصّوں میں سے صرف ایک ہی حصہ میں قربانی کی نیّت ہو اور باقی حصّوں میں دیگر واجبات و نوافل کی نیّت ہو جیسے کفّارہ وعقیقہ کی نیّت، قربانی اور تمام واجبات و نوافل صحیح ہو جائیں گے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

جانور ذبح کرتے وقت تکبیر بھول جائے تو گوشت کا کیا حکم ہے؟

فتویٰ 113

کیا فرماتے ہیں عُلَمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی مسلمان جانور ذَبح کرتے وقت تکبیر کہنا بھول جائے تو اُس ذَبح کردہ جانور کا گوشت کھانا حلال ہے یا نہیں؟

سائل: قاری ماہنامہ فیضانِ مدینہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر واقعی کوئی جانور ذَبح کرتے وقت تکبیر کہنا بھول جائے تو حرج نہیں، اُس جانور کا

گوشت کھانا حلال ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

بغیر دانت والے بیل کی قربانی

فتویٰ 114

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ ایسا بیل جس کی عمر تو پوری ہو چکی ہو لیکن ابھی تک اس کے دانت نہ نکلے ہوں، اس کی قربانی کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ایسا بیل جس کی عمر اسلامی اعتبار سے دو سال **مکمّل** ہو اور اس میں قربانی سے مانع (روکنے والا) کوئی بھی عیب نہ ہو تو اسکی قربانی بلا شبہ جائز ہے، اگرچہ ابھی تک اس کے سامنے والے دو بڑے دانت نہ نکلے ہوں (جن کی وجہ سے جانور کو عُرف میں "دوندا یعنی دو دانت والا" کہا جاتا ہے) کیونکہ شریعت کی طرف سے قربانی کے جانوروں کی مُقرّر کردہ عمر کا پورا ہونا ضروری ہے، بڑے دانت نکلنا ضروری نہیں۔

البتہ یہ یاد رہے کہ سامنے کے دو بڑے دانتوں کا نکلنا جانور کی عمر پوری ہونے کی علامت ہے، کیونکہ اونٹ کے پانچ سال کی عمر کے بعد، گائے وغیرہ کے دو سال بعد اور بکری وغیرہ کے ایک سال کے بعد ہی دانت نکلتے ہیں، اس سے پہلے نہیں، لہٰذا اگر کسی جانور کے دانت نہ نکلے ہوں تو خریدنے سے پہلے اچھی طرح تسلّی کر لی جائے کہ اس کی

عمر مکمل ہے یا نہیں، اگر شک ہو تو ایسے جانور کو قربانی کے لئے نہ خریدا جائے، خصوصاً اس دور میں کہ جس میں جھوٹ بول کر جانور بیچنا عام ہو چکا ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــہ
مفتی محمد قاسم عطاری

جس جانور کے سینگ نکال دیئے گئے ہوں اس کی قربانی

فتویٰ 115

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی نے قربانی کا ایسا جانور خریدا جس کے سینگ جڑ سے نکال دیے گئے تھے، پھر اس کا زَخْم بھر کر ٹھیک ہو گیا اور وہاں کھال (Skin) جُڑ کر مکمل ٹھیک ہو گئی تو اب کیا ایسے جانور کی قربانی ہو جائے گی؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔ تفصیل اس مسئلہ میں یہ ہے کہ جس جانور کا سینگ ٹوٹ گیا ہو، اگر سر کے اوپر والا حصّہ ٹوٹا ہو جو ظاہر ہوتا ہے تو قربانی جائز ہے اور اگر سر کے اندر جڑ تک ٹوٹے تو قربانی جائز نہیں لیکن اس صورت میں اگر سر کا زَخْم بھر جائے جیسا کہ سوال میں ذکر کیا گیا ہے تو اب قربانی جائز ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری

شادی

وقتِ نکاح دولہا، دلہن سے کلمے سننا کیسا؟

فتویٰ 116

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ نکاح کے وقت کسی دولہا یا دلہن سے کلمے نہ سنے جائیں یا دو تین سے زیادہ وہ کلمے نہ سنا سکے تو نکاح میں کوئی فرق پڑھے گا یا نہیں؟ وضاحت فرمادیں۔ سائل: محمد عاطف سہیل (چوآسیدن شاہ، چکوال)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

نکاح میں کلمے پڑھنا لازم یا شرط نہیں ہے یعنی یہ سمجھنا کہ اگر کلمے نہیں پڑھیں گے تو نکاح منعقد ہی نہ ہوگا، یہ شرعاً درست نہیں، کیونکہ دو مسلمانوں کا نکاح گواہوں (دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں) کی موجودگی میں ایجاب و قبول کرنے سے ہو جاتا ہے، اس میں کلمے پڑھنا شرط نہیں۔ البتہ نکاح کے وقت کلمے پڑھنا مستحسن عمل ہے کہ ان کلمات میں اللہ و رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے، اور ان کا ذکر نزولِ برکات کا سبب، خصوصاً اس اہم موقع پہ ویسے ہی حصولِ برکت و سلامتی کے لئے کثرت سے ذکر کرنا مناسب ہے کہ اب سے دونوں کی نئی زندگی کا آغاز ہو رہا ہے، اور اس کا آغاز اللہ و رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت نام سے کرنا نیک فال ہے۔

اس کے علاوہ نکاح کے موقع پر کلمے پڑھنے کا ایک مقصد توبہ و تجدید ایمان کرنا بھی ہو سکتا ہے۔ یہ خیال رہے کہ اگر شوہر کو کلمے یاد ہیں اور بھرے مجمع میں وہ پڑھ سکتا ہے تو پڑھ دے ورنہ بھری محفل میں اس کو شرمندگی سے بچانے کے لیے نکاح خواں اسے

پڑھاتا جائے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح — کتبــــــــــــه

مفتی محمد قاسم عطاری — محمد نوید چشتی

شادی میں دیے جانے والے نیوتا کا حکم

فتویٰ 117

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے خاندان میں ولیمہ وغیرہ دعوتوں کے مواقع پر کچھ نہ کچھ پیسے دیئے جاتے ہیں اور نیت یہ ہوتی ہے کہ جب ہمارے ہاں شادی وغیرہ ہوگی تو یہ کچھ زیادتی کے ساتھ ہمیں مل جائیں گے مثلاً 1000 ہم نے دیا ہے تو یہ 1500 دیں گے اور ہم اگلی بار اس سے بھی کچھ زیادہ دیں گے، یہ باقاعدہ رجسٹر پر لکھا بھی جاتا ہے، اگر بالکل ہی وہ نہ دے تو ناراضگی کا اظہار اور برا بھلا بھی کہا جاتا ہے۔ دریافت طلب امر (پوچھنے کی بات) یہ ہے کہ مذکورہ صورتِ حال میں پہلے کم پیسے دینا پھر زیادہ پیسے لینا اور بالکل ہی نہ دیں تو ناراضگی کا اظہار کرنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ سائل: محمد سعید عطاری (مدرس کورس، صدر، باب المدینہ کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شادی اور دیگر مواقع پر جو رقم دی جاتی ہے اس کی دو صورتیں ہیں:(1) جہاں برادری نظام ہے اور وہ اس رقم کو باقاعدہ لکھتے ہیں کہ کس نے کتنا دیا ہے پھر جب دینے والے کے گھر کوئی دعوت ہوتی ہے تو یہ اس سے کچھ زیادہ رقم دیتا ہے، یہ بھی اس رقم کو لکھتا ہے۔ اس رقم کا حکم یہ ہے کہ یہ لینا جائز ہے مگر اس پر ثواب نہیں ملتا اور نہ ہی اس میں

برکت ہوتی ہے البتہ اس رقم کا واپس کرنا فرض ہے اور اس صورت میں جس نے بغیر کسی عذرِ شرعی کے وہ رقم واپس نہیں کی، اس سے ناراضگی کا اظہار کرنا اور اسے برا بھلا کہنا جائز و درست ہے۔(2) جہاں برادری نظام نہیں ہے یا غیر برادری کے لوگ عقیدت یا دوستی یا خیر خواہی کی نیت سے دیتے ہیں تو بلا اجازتِ شرعی اس کا مطالبہ کرنا یا نہ دینے پر ناراض ہونا، اس پر طعن و تشنیع کرنا (برا بھلا کہنا) غلط و باطل ہے۔ مذکورہ حکم کی وجہ یہ ہے کہ جہاں برادری نظام میں اسے لکھ کر رکھتے ہیں وہاں یہ رقم دوسرے شخص پر قرض ہوتی ہے، پھر جب وہ اس رقم کو لوٹاتا ہے تو اس پر مزید کچھ قرض چڑھا دیتا ہے مثلاً یہ 1000 روپے دے کر آیا تھا تو وہ اسے 1500 دیتا ہے جس میں 1000 کے ذریعے قرض سے سبکدوش ہوتا ہے اور باقی 500 اس پر مزید قرض ہو جاتے ہیں اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ چونکہ یہ رقم لینے والے پر قرض ہے اس لیے اس کی ادائیگی کرنا فرض ہے اور اگر یہ بلا اجازتِ شرعی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا تو اس پر اظہارِ ناراضگی و مطالبے میں سختی فی نفسہٖ (بذاتِ خود) جائز لیکن عرفاً معیوب (بُرا) اور عموماً دوسرے کثیر گناہوں مثلاً قطع رحمی (رشتہ داروں سے تعلق توڑ دینا) وغیرہ کا ذریعہ بنتی ہے۔

اور جہاں برادری سسٹم نہیں یا غیر برادری کے لوگ عقیدت یا دوستی میں دیتے ہیں وہاں یہ رقم ہدیہ و تحفہ ہوتی ہے اور اس کے تمام احکام یہاں بھی جاری ہوں گے لہٰذا مثلاً کسی نے 1000 روپے دیئے اور اس نے لے کر خرچ کر لیے تو اب دینے والا اس رقم کا مطالبہ نہیں کر سکتا اور جب لینے والے پر واپس کرنا ہی ضروری نہیں تو نہ دینے کی وجہ سے اس پر اظہارِ ناراضگی اور طعن و تشنیع کرنا بہت قبیح (بُرا) اور بری حرکت ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔ بہر صورت (ہر حال میں) ہونا یہ چاہیے کہ اس رسم کو ختم کیا جائے اور صرف

رضائے الٰہی پانے کے لیے جس کے ہاں دعوت ہو اسے رقم وغیرہ دی جائے تاکہ ہمیں اس پر ثواب بھی ملے اور برکت بھی۔ اور جو یہ چاہتے ہوں کہ ہم اس قرض سے بچ جائیں انہیں چاہیے کہ ابتدا میں ہی لوگوں سے کہہ دے کہ میں قرض لینا نہیں چاہتا، اگر مجھ سے ممکن ہوا تو میں بھی دینے والے کی تقریب میں کچھ خرچ کر دوں گا۔ اس طرح جو رقم ملے گی وہ قرض نہیں، تحفہ ہوگی اور بعد میں واپس نہ بھی کی تو اس پر کوئی مواخذہ (پکڑ) نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ”وَمَاۤ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا۟ فِیْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ“ ترجمۂ کنزالایمان: اور تم جو چیز زیادہ لینے کو دو کہ دینے والے کے مال بڑھیں تو وہ اللہ کے یہاں نہ بڑھے گی۔ (پارہ 21، سورۃ الروم، آیت 39) اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”لوگوں کا دستور تھا کہ وہ دوست احباب اور آشناؤں (جاننے والوں) کو یا اور کسی شخص کو اس نیّت سے ہدیہ دیتے تھے کہ وہ انہیں اس سے زیادہ دے گا، یہ جائز تو ہے لیکن اس پر ثواب نہ ملے گا اور اس میں برکت نہ ہوگی کیونکہ یہ عمل خالصاً لِلّٰہ تعالیٰ (اللہ کی رضا کے لیے) نہیں ہوا۔“

(تفسیر خزائن العرفان، صفحہ 754، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی)

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: فتاوی خیریہ میں ہے: شادی وغیرہ میں ایک شخص جو چیزیں دوسرے کو بھیجتا ہے، اس کے بارے میں سوال ہوا کہ کیا ان کا حکم قرض کی طرح ہے اور اسے ادا کرنا لازم ہے یا نہیں؟ جواب ارشاد فرمایا: اگر عرف یہ ہو کہ لوگ بدل کے طور پر دیتے ہیں تو ادائیگی لازم ہے، اگر دی جانے والی مثلی ہے تو اس کی مثل لوٹائے اور قیمی ہے تو قیمت واپس کرے۔ اور اگر عرف اس کے خلاف ہو اور دینے والے یہ چیزیں بطور تحفہ دیتے ہوں نیز اس کے بدلے میں ملنے والی چیز کی طرف ان

کی نظر نہ ہوتی ہو تو یہ تمام احکام میں ہبہ (تحفے کے طور پر دی گئی چیز) کی طرح ہے لہٰذا اس چیز کے ہلاک ہونے یا اس کو ہلاک کرنے کے بعد رجوع نہیں ہو سکے گا (یعنی اسے واپس نہیں لوٹایا جاسکے گا)۔ اور اس معاملے میں اصل یہ ہے کہ جو معہود (ذہن میں طے) ہوتا ہے وہ مشروط کی طرح ہی ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ عرف ہمارے شہروں میں بھی پایا جاتا ہے، ہاں بعض علاقوں میں لوگ اسے قرض شمار کرتے ہیں یہاں تک کہ ہر دعوت میں وہ ایک لکھنے والے کو بلاتے ہیں جو انہیں ملنے والی چیزیں لکھتا ہے اور جب دینے والا کوئی دعوت کرتا ہے تو وہ اسی لکھے ہوئے کی طرف مراجعت کرتا (دیکھتا) ہے اور پہلا دوسرے کو اسی طرح کی چیز دیتا ہے جیسی اس نے دی تھی۔ (ردالمحتار، کتاب الہبہ، جلد8، صفحہ 583، کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "نیوتا وصول کرنا شرعاً جائز ہے اور دینا ضروری ہے کہ وہ قرض ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد 23، صفحہ 268، رضا فاؤنڈیشن، مرکز الاولیاء لاہور) ایک اور مقام پر آپ اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں: "اب جو نیوتا جاتا ہے وہ قرض ہے، اس کا ادا کرنا لازم ہے، اگر رہ گیا تو مطالبہ رہے گا اور بے اس کے معاف کئے معاف نہ ہو گا والمسئلة فی الفتاوی الخیریة (اور یہ مسئلہ فتاوی خیریہ میں ہے۔) چارہ کار (بچنے کی صورت) یہ ہے کہ لانے والوں سے پہلے صاف کہہ دے کہ جو صاحب بطورِ امداد عنایت فرمائیں، مضائقہ نہیں مجھ سے ممکن ہوا تو اُن کی تقریب میں امداد کروں گا لیکن میں قرض لینا نہیں چاہتا، اس کے بعد جو شخص دے گا وہ اس کے ذمّہ قرض نہ ہو گا ہدیہ ہے جس کا بدلہ ہو گیا فبہا، نہ ہوا تو مطالبہ نہیں۔" (فتاوی رضویہ، جلد 23، صفحہ 586، رضا فاؤنڈیشن، مرکز الاولیاء لاہور) سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ قرض کی وصولی کے متعلق فرماتے ہیں: "قرض حسنہ دے کر مانگنے کی ممانعت نہیں، ہاں مانگنے میں بے جا سختی نہ

ہو: ”وَاِنۡ كَانَ ذُوۡ عُسۡرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيۡسَرَةٍ“ (ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر قرضدار تنگی والا ہے تو اسے مہلت دو آسانی تک۔)

اور اگر مدیون (مقروض) نادار (مفلس) ہے جب تو اسے مہلت دینا فرض ہے یہاں تک کہ اس کا ہاتھ پہنچے اور جو دے سکتا ہے اور بلا وجہ لَیت و لَعل (ٹالم ٹول) کرے وہ ظالم ہے اور اس پر تشنیع و ملامت (برا بھلا کہنا) جائز۔ قَالَ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم: مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ وَلَیُّ الْوَاجِدِ یُحِلُّ مَالَهُ وَعِرْضَهُ (ترجمہ: نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: غنی کا (ادائے قرض میں) ٹالم ٹول کرنا ظلم ہے اور مال ہوتے ہوئے ٹالم ٹول کرنا اس کے مال اور اس کی عزت کو حلال کر دیتا ہے۔) (فتاوی رضویہ، جلد 23، صفحہ 585-586، رضا فاؤنڈیشن، مرکز الاولیاء لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”شادی وغیرہ تمام تقریبات میں طرح طرح کی چیزیں بھیجی جاتی ہیں اس کے متعلق ہندوستان میں مختلف قسم کی رسمیں ہیں، ہر شہر میں ہر قوم میں جدا جدا رسوم ہیں، ان کے متعلق ہدیہ اور ہبہ کا حکم ہے یا قرض کا۔ عموماً رواج سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دینے والے یہ چیزیں بطور قرض دیتے ہیں اِسی وجہ سے شادیوں میں اور ہر تقریب میں جب روپے دیئے جاتے ہیں تو ہر ایک شخص کا نام اور رقم تحریر کر لیتے ہیں جب اُس دینے والے کے یہاں تقریب ہوتی ہے تو یہ شخص جس کے یہاں دیا جاچکا ہے فہرست نکالتا ہے اور اُتنے روپے ضرور دیتا ہے جو اُس نے دیئے تھے اور اس کے خلاف کرنے میں سخت بدنامی ہوتی ہے اور موقع پا کر کہتے بھی ہیں کہ نیوتے کا روپیہ نہیں دیا اگر یہ قرض نہ سمجھتے ہوتے تو ایسا عرف نہ ہوتا جو عموماً ہندوستان میں ہے۔“ (بہار شریعت، جلد 3، صفحہ 79، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”نیوتا بھی بہت بری رسم ہے جو غالباً دوسری قوموں سے ہم نے سیکھی ہے اس میں خرابی یہ ہے کہ ہم نے کسی کے گھر چار موقعوں پر دو دو روپے دیئے ہیں تو ہم بھی حساب لگاتے رہتے ہیں اور وہ بھی جس کو یہ روپیہ پہنچا۔ اب ہمارے گھر کوئی خوشی کا موقع آیا ہم نے اس کو بلایا تو ہماری پوری نیّت یہ ہوتی ہے کہ وہ شخص کم از کم دس روپے ہمارے گھر دے تاکہ آٹھ روپے ادا ہو جائیں اور دو روپے ہم پر چڑھ جائیں ادھر اس کو بھی یہ ہی خیال ہے کہ اگر میرے پاس اتنی رقم ہو تو میں وہاں دعوت کھانے جاؤں ورنہ نہ جاؤں، اب اگر اس کے پاس اس وقت روپیہ نہیں تو وہ شرمندگی کی وجہ سے آتا ہی نہیں اور اگر آیا تو دو چار روپے دے گیا۔ بہر حال ادھر سے شکایت پیدا ہوئی، طعنے بازیاں ہوئیں، دل بگڑے۔ بعض لوگ تو قرض لے کر نیوتا ادا کرتے ہیں۔“ (اسلامی زندگی، صفحہ 25، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی)

مفتی محمد وقار الدین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”جن لوگوں میں برادری نظام ہے ان میں نیوتا قرض ہی شمار کیا جاتا ہے، وہ لکھ کر رکھتے ہیں، کس نے کتنا دیا ہے، اُس کے یہاں شادی ہونے کی صورت میں اتنا ہی واپس کرتے ہیں، اِن برادریوں میں نیوتا قرض ہی سمجھا جاتا ہے اور جن برادریوں میں ایسا کوئی برادری کا قانون نہیں ہے یا غیر برادری کے لوگ دوستی، تعلقات اور عقیدت کی وجہ سے شادی میں کچھ دیتے ہیں وہ ہدیہ ہے۔“ (وقار الفتاویٰ، جلد 3، صفحہ 117، بزم وقار الدین، باب المدینہ کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــہ
مفتی محمد قاسم عطاری

بیوی مہر معاف کر دے تو؟

فتویٰ 118

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ نکاح کے وقت جو مہر مقرر ہوا تھا اگر عورت اپنی رضامندی سے اُسے معاف کر دے تو کیا اس طرح حق مہر معاف ہو جاتا ہے؟ اور پھر عورت بعد از طلاق اس کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر عورت بغیر کسی دباؤ کے اپنی خوشی سے اپنا مہر معاف کر دے اور شوہر مہر کی معافی کو ردّ نہ کرے بلکہ قبول کر لے یا بس خاموش ہی رہے تو مہر معاف ہو جاتا ہے اور اب بیوی اس مہر کا مطالبہ نہیں کر سکتی نہ طلاق سے پہلے اور نہ ہی طلاق کے بعد۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

مہر کی ادائیگی میں روپے کی قدر کا اعتبار

فتویٰ 119

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری شادی کم و بیش 36 سال قبل ہوئی تھی اور 11000 حق مہر طے ہوا تھا ابھی تک میں نے مہر ادا نہیں کیا تھا اب جب میں نے مہر ادا کرنا چاہا تو میری زوجہ کا کہنا ہے کہ 11000 تو اس وقت طے ہوا تھا مگر اب تو روپے کی ویلیو (Value) بڑھ گئی ہے لہٰذا اب میں بطورِ مہر آپ سے

1,50,000 ایک لاکھ پچاس ہزار لوں گی۔ اب مجھے معلوم کرنا ہے کہ کیا مہر میں اس طرح روپے کی ویلیو (Value) کا اعتبار ہو گا یا نہیں اور مجھے کتنا مہر ادا کرنا ہو گا؟

سائل: سید عبد المختار (پی، آئی، بی کالونی، باب المدینہ کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جتنا مہر مقرر ہوا تھا اتنا ہی دینا ہو گا کرنسی کی ویلیو (Value) زیادہ ہونے کا یہاں کوئی اعتبار نہیں ہے چنانچہ صدرُ الشّریعہ بدرُ الطّریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مہر کم از کم دس درہم (2تولہ ساڑھے 7ماشہ چاندی) ہے خواہ سکّہ ہو یا ویسی ہی چاندی یا اس قیمت کا کوئی سامان، اگر درہم کے سوا کوئی اور چیز مہر ٹھہری تو اس کی قیمت عَقْد (نکاح) کے وقت دس دِرْہَم سے کم نہ ہو اور اگر اس وقت تو اسی قیمت کی تھی مگر بعد میں قیمت کم ہو گئی تو عورت وہی پائے گی پھیرنے کا اسے حق نہیں۔

(بہارِ شریعت، 2/64، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ	الجواب صحیح
المتخصص فی الفقہ الاسلامی	مفتی فضیل رضا عطاری
ابو مصطفی محمد ماجد رضا عطاری مدنی	

لڑکی کے نکاح کے وقت مہر اور جہیز کے علاوہ جو رقم لی جاتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟

فتویٰ 120

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض

علاقوں میں باپ وغیرہ سرپرست لڑکی کے نکاح کے عوض کثیر رقم کا مطالبہ کرتے ہیں اور اس رقم کے عوض لڑکی کا نکاح کرتے ہیں۔ یہ رقم مہر وجہیز کے علاوہ ہوتی ہے۔ اور یہ رقم لڑکی کو نہیں دیتے بلکہ رشتہ دینے کے عوض اپنے لیے لیتے ہیں۔ اس کے متعلق حکم شرعی کیاہے؟ بیان فرمادیں۔ سائل: ممتاز (تھرپارکر، سندھ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

رشتہ دینے کے عوض رقم کا مطالبہ کرنا اور اس رقم کے بدلے رشتہ دینا ناجائز وحرام ہے کہ یہ رشوت ہے۔ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رشوت لینے اور دینے والے کے متعلق لعنت فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے کہ: لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الراشی و المرتشی۔ اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رشوت دینے والے اور لینے والے (دونوں) پر لعنت فرمائی ہے۔ (ابوداؤد، 2/148)

ایک اور حدیث پاک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ومامن قوم یظھر فیھم الرشا الا اخذوا بالرعب۔ اور کوئی قوم ایسی نہیں کہ جس میں رشوت عام ہوجائے مگر انہیں مرعوبیت میں مبتلا کردیا جاتا ہے۔ (مشکوۃ، 2/656)

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ ارشاد فرماتے ہیں: "یعنی رشوت لینے والا شخص مرعوب ہوتا ہے اور رشوت لینے والی قوم پر دوسری قوم کی ہیبت طاری ہوجاتی ہے جیسا کہ آج ہم لوگ کفار سے مرعوب ہیں۔" (مراۃ المناجیح، 5/338)

عالمگیری میں ہے: خطب امراۃ فی بیت اخیھا فابی ان یدفعھا حتی یدفع دراھم فدفع وتزوجھا یرجع بما دفع لانھا رشوۃ۔ عورت کہ جو اپنے بھائی کے گھر میں تھی اسے

کسی شخص نے نکاح کا پیغام بھیجا تو اس کے بھائی نے نکاح سے انکار کیا یہاں تک کہ اس کو کچھ دراہم دیئے جائیں تو اس شخص نے دراہم دیئے اور نکاح کرلیا تو جو دراہم اس نے دیئے وہ واپس لے کیونکہ وہ رشوت ہیں۔ (عالمگیری،4/403)

سیدی اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خاں رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ارشاد فرماتے ہیں: اگر وہ روپیہ دینے والا اس لئے دیتا ہے کہ اس کے لالچ سے میرے ساتھ نکاح کردیں جب تو وہ رشوت ہے اس کا دینا لینا سب ناجائز و حرام۔ یُوں ہی اگر اولیائے عورت نے کہا کہ اتنا روپیہ ہمیں دے تو تجھ سے نکاح کردیں گے ورنہ نہیں جیسا کہ بعض دہقانی جاہلوں میں کفار ہنود سے سیکھ کر رائج ہے تو یہ بھی رشوت و حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ،12/284،ملخصاً)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں سچے دل سے توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ، اس غرض سے لی گئی رقم جس سے لی اس کو واپس کرنا ضروری ہے۔ علامہ محقق ابنِ عابدین الشامی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بحر الرائق کی عبارت (لوخطب امراۃ فی بیت اخیھا فابی الاخ الا ان یدفع الیہ دراھم فدفع ثم تزوجھا کان للزوج ان یسترد ما دفع لہ "عورت کہ جو اپنے بھائی کے گھر میں تھی اسے کسی شخص نے نکاح کا پیغام بھیجا تو اس کے بھائی نے نکاح سے انکار کیا حتیٰ کہ اس کو کچھ دراہم دیئے جائیں تو اس شخص نے دراہم دیئے پھر اس سے نکاح کرلیا تو جو دراہم اس نے دیئے ہیں شوہر وہ واپس لے سکتا ہے) کے تحت منحۃ الخالق میں فرماتے ہیں: "ای قائما او ھالکا لانہ رشوۃ کذا فی البزازیۃ"۔ یعنی وہ دراہم خواہ اس کے پاس موجود ہوں یا اس کے پاس ہلاک ہو چکے ہوں (بہر صورت واپس لے سکتا ہے) کیونکہ یہ رشوت ہے۔ اسی طرح فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔

(منحۃ الخالق مع بحر الرائق،3/324)

سیدی اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خاں رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اسی طرح کے ایک

سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: یہ روپے جو (نکاح میں دینے کے عوض) باندھے گئے ہیں محض رشوت وحرام ہیں، نہ ان کا کھانا جائز، نہ بانٹ لینا جائز، نہ مسجد میں لگانا جائز، بلکہ لازم ہے کہ جس شخص سے لئے ہیں اسے واپس دیں۔ (فتاویٰ رضویہ، 23/538)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

08ربیع الثانی1438ھ/07جنوری2017ء

جہیز کے سامان کا حکم

فتویٰ 121

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ میری عزیزہ کو طلاق ہوئی۔ اس کے پاس دو طرح کا سامان تھا۔ ایک وہ سامان (فرنیچر، کپڑے، زیورات وغیرہ) جو اس کے والدین نے دیا اور دوسرا وہ سامان (کپڑے، زیورات وغیرہ) جو شوہر اور اس کے والدین نے دیا۔ شرعی رہنمائی فرمائیں! اس صورت میں کونسا سامان عورت کا ہے اور کونسا شوہر کا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو جو سامان میکے کی طرف سے بطورِ جہیز ملا وہ عورت ہی کی مِلکیّت ہے۔ اس میں کسی اور کا حق نہیں۔

شوہر یا اس کے گھر والوں کی طرف سے جو سامان اور زیورات وغیرہ عورت کو دیئے جاتے ہیں اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں: (1) شوہر یا اس کے گھر والوں نے صراحتاً (واضح

طور پر) عورت کو سامان اور زیورات دیتے وقت مالک بناتے ہوئے قبضہ دیا تھا۔(2) شوہر یا اس کے گھر والوں نے صراحتاً عورت کو سامان اور زیورات عاریتاً (یعنی عارضی استعمال کیلئے) دیئے تھے۔(3) شوہر یا اس کے گھر والوں نے دیتے وقت کچھ بھی نہیں کہا۔ پہلی صورت میں عورت سامان اور زیورات کے ہِبہ (Gift) کیے جانے کی وجہ سے مالکہ ہے، اسی کو یہ سب دیا جائے گا۔ دوسری صورت میں جس نے دیا وہی مالک ہے۔ وہ واپس لے سکتا ہے اور تیسری صورت میں شوہر کے خاندان کا رواج دیکھا جائے گا۔ اگر وہ عورت کو ان اشیاء کا مالک بناتے ہیں تو عورت کو دیا جائے گا ورنہ وہ حقدار نہیں اس سے واپس لیا جاسکتا ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنا کیسا؟

فتویٰ 122

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا بیوی کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی بھتیجی سے نکاح کرنا جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیوی کے نکاح میں ہوتے ہوئے بیوی کی بھتیجی سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اس حوالہ سے ضابطہ یہ ہے کہ دو عورتیں کہ اُن میں جس ایک کو مرد فرض کریں، دوسری اس کے لئے حرام ہو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں مثلاً دو بہنیں کہ ایک کو مرد

فرض کریں تو بھائی بہن کا رشتہ ہوا۔ یا پھوپھی، بھتیجی کہ پھوپھی کو مرد فرض کریں تو چچا بھتیجی کا رشتہ ہوا اور بھتیجی کو مرد فرض کریں تو پھوپھی، بھتیجے کا رشتہ ہوا۔ یا خالہ، بھانجی کہ خالہ کو مرد فرض کریں تو ماموں، بھانجی کا رشتہ ہوا اور بھانجی کو مرد فرض کریں تو بھانجے، خالہ کا رشتہ ہوا، لہٰذا ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

اور اگر دو عورتوں میں ایسا رشتہ پایا جائے کہ ایک کو مرد فرض کریں تو دوسری اس کے لئے حرام ہو اور دوسری کو مرد فرض کریں تو پہلی حرام نہ ہو تو ایسی دو عورتوں کے جمع کرنے میں حرج نہیں، مثلاً عورت اور اس کے شوہر کی لڑکی کہ اس لڑکی کو مرد فرض کریں تو وہ عورت اس پر حرام ہو گی کہ اس کی سوتیلی ماں ہوئی اور عورت کو مرد فرض کریں تو لڑکی سے کوئی رشتہ پیدا نہ ہو گا یوہیں عورت اور اس کی بہو۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

صفر کے مہینہ میں شادی کرنا کیسا؟

فتویٰ 123

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا صفر کے مہینے میں شادی وغیرہ کرنا شریعت میں منع ہے؟ سائل: محمد عتیق (فیصل آباد)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صفر کے مہینے میں نکاح کرنا بلاشبہ جائز ہے۔ بعض لوگ صفر کے مہینے میں اس اعتقاد

کی بناپر شادی نہیں کرتے کہ اس مہینہ میں بلائیں وغیرہ اترتی ہیں اور یہ منحوس مہینہ ہے۔ یہ اعتقاد محض باطل ومردود ہے جس کی کوئی اصل نہیں بلکہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ اسے منحوس سمجھتے تھے توسرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منحوس جاننے سے منع فرمادیا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

رخصتی میں تاخیر کرنے کا کیا حکم ہے؟

فتویٰ 124

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ ابھی صرف نکاح ہوااور رخصتی آٹھ نو مہینوں بعد یاایک دوسال کے بعد ہو۔توکیا شرعی طور پر رخصتی میں تاخیر کرنا صحیح ہے؟

سائل:شاہ محمد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فریقین میں باہمی رضامندی سے اگر یہ طے ہو کہ ابھی فقط نکاح کیا جارہاہے، رخصتی بعد میں طے شدہ وقت پر کی جائے گی تو مصلحتاً رخصتی میں تاخیر کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ نکاح کے بعد کسی بھی ایک فریق کو بے جاضد نہیں کرنی چاہئے اگر وقت سے پہلے رخصتی کاارادہ ہو توباہم رضامندی اور خوش اسلوبی سے معاملے کو حل کرلیناچاہئے۔

مصلحتاً رخصتی میں تاخیر کا جواز بخاری شریف ودیگر کتب میں موجود حدیث شریف سے ثابت ہے کہ سرکارِ دوجہاں صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا حضرتِ سیّدتنا عائشہ صدیقہ

طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ہجرت سے قبل مکۂ مکرمہ میں فقط نکاح ہوا تھا اور رخصتی تین سال کے بعد مدینۂ منورہ میں ہوئی تھی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	جمیل احمد غوری عطاری

مخصوص ایّام میں نکاح اور کلمہ پڑھنے کا حکم

فتویٰ 125

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ (1) کیا حیض کی حالت میں نکاح ہو جاتا ہے؟ (2) ہمارے ہاں دُلہن کو بھی کلمے پڑھائے جاتے ہیں، تو کیا عورت اس حالت میں کلمے پڑھ سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1) نکاح دو گواہوں (یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں) کی موجودگی میں مرد و عورت کے نکاح کیلئے ایجاب و قبول کرنے کا نام ہے، اس میں عورت کا نسوانی عوارض سے پاک ہونا شرط نہیں، لہٰذا (دیگر شرائط کی موجودگی میں) حالتِ حیض میں بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔ لیکن یہ یاد رہے کہ حالتِ حیض میں عورت سے جماع کرنا حرام ہے، بلکہ اس حالت میں عورت کی ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں تک کے حصہ بدن کو بلا حائل چھونا اور اس کی طرف شہوت کے ساتھ نظر کرنا بھی جائز نہیں، ہاں اس حصے سے اوپر اور نیچے کے بدن سے مطلقاً ہر قسم کا انتفاع جائز ہے، لہٰذا اگر ایامِ مخصوصہ میں نکاح و رخصتی ہو تو

مذکورہ حکم کا بطورِ خاص خیال رکھا جائے۔

(2) عورت کو حالتِ حیض میں قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا حرام ہے، اس کے علاوہ ذکر واذکار، کلمے اور درود شریف وغیرہ پڑھنا جائز ہے، بلکہ وہ آیات بھی جو ذکر و ثناء اور مناجات و دعا پر مشتمل ہوں انہیں تلاوت کی نیت کئے بغیر ذکر و دعا کی نیت سے پڑھ سکتی ہے، کلموں میں سے بعض اگرچہ قرآنی کلمات پر مشتمل ہیں، لیکن یہ بغیر نیتِ تلاوت بطورِ ذکر ہی پڑھے جاتے ہیں، لہٰذا عورت مخصوص ایام میں کلمے پڑھ سکتی ہے، البتہ بہتر ہے کہ انہیں وضو یا کلی کر کے پڑھا جائے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

طلاق، عدت اور سوگ

بیوہ کی عِدّت اور غیر شرعی وصیت پر عمل کرنا کیسا؟

فتویٰ 126

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بڑی بہن کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے انہوں نے اپنی زندگی ہی میں میری بہن کو یہ وصیت کی تھی کہ فقط چالیسویں تک عِدّت کرنا، اب میری بہن اور گھر کے دیگر افراد کا کہنا ہے کہ چالیسویں تک ہی عدت ہو گی کیونکہ شوہر نے اس کی وصیت کر دی تھی مجھے معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا شوہر کی اس وصیت پر عمل کیا جائے گا یا نہیں؟ اور جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے اس کی عدت کتنی ہوتی ہے؟ نوٹ: عورت حمل سے نہیں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے اور وہ حمل سے نہ ہو تو اس کی عدت 4ماہ10دن ہے یہ اس کو مکمل کرنا ہوں گے اور شوہر کی وصیت چونکہ غیر شرعی ہے لہٰذا اس پر عمل نہیں کیا جائے گا کیونکہ وصیت کا حکم ہی یہی ہے کہ اگر کسی ایسے کام کی وصیت کی جو شریعتِ مُطَہَّرہ کے قوانین کے خلاف ہو تو مرنے والے کی ایسی وصیت کا کوئی اعتبار نہیں یعنی اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں اِرشاد فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں جو مَریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔ (پ2، البقرۃ:234) اور یہ بات بھی ذِہن میں رہے کہ اگر اسلامی مہینہ کی پہلی یا آخری تاریخ کو انتقال ہوا تو چار ماہ دس دن یوں پورے کرنے ہیں کہ مکمل چار ماہ گزاریں(یہ مہینے چاہے انتیس کے ہوں چاہے تیس کے) اور پھر مزید دس دن۔ اور اگر دورانِ ماہ انتقال ہوا تو 130 دن پورے کرنے ہیں یعنی انتقال کے وقت سے لے کر مکمل 130 دن گزارنے ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبــــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	المتخصص فی الفقہ الاسلامی
	ابو مصطفٰی محمد ماجد رضا عطاری مدنی

شوہر کے انتقال کے بعد حاملہ عورت کی عدت کب تک؟

فتویٰ 127

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے

شوہر کا انتقال ہو گیا ہے پوچھنا یہ ہے کہ میری عدت کب تک ہو گی جبکہ میں حمل سے ہوں۔ اور عدت کے دوران ڈاکٹر کو چیک کرانے کے لئے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شوہر کی وفات کی صورت میں عورت اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل یعنی بچہ پیدا ہونے تک ہے۔لہٰذا آپ کی عدت وضع حمل تک ہے، جب بچہ پیدا ہو جائے گا آپ کی عدت ختم ہو جائے گی۔ نیز دوران عدت عورت کو بلا ضرورت شرعیہ گھر سے باہر نکلنا حرام ہے لہٰذا عدت کے دوران عورت اگر بیمار ہو جائے اور ڈاکٹر کو گھر بلا کر چیک کرانا ممکن ہو تو باہر لے جانا، ناجائز ہے۔ہاں ڈاکٹر گھر آ کر چیک نہیں کرتا یا ضرورت ایسی ہے کہ گھر میں پوری نہیں ہو سکتی تو پردے کا خیال رکھتے ہوئے ڈاکٹر کو چیک کرانے کے لئے لے جانا جائز ہے کہ یہ نکلنا ضرورت شرعی کی بنا پر ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	محمد سرفراز اختر عطاری

کیا عدتِ وفات والی خاتون ایک ہی کمرے میں رہے گی؟

فتویٰ 128

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عدتِ وفات گزارنے والی خاتون کیا گھر کے مختلف کمروں میں جاسکتی ہے؟ نیز کیا صحن میں بھی اس کا آنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ لوگوں سے سُنا ہے کہ ایک کمرے سے دوسرے میں بھی نہیں

جا سکتی اور نہ ہی صحن میں آسکتی ہے اس بارے میں راہنمائی فرمائیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

حکمِ شریعت یہ ہے کہ عدت گزارنے والی خاتون پر لازم ہے کہ شوہر کے اسی گھر میں عدت گزارے اور گھر تمام کا تمام ایک ہی مکان کہلاتا ہے لہٰذا اس کے مختلف کمرے، صحن یہ سب مل کر ایک ہی جگہ ہے تو ایسی خاتون اس گھر کے تمام کمروں میں بھی جا سکتی ہے اور صحن میں بھی پردے کی رعایت کرتے ہوئے بیٹھ سکتی ہے اس میں کوئی حرج نہیں، ہاں البتہ اگر مکان کا کچھ حصہ شوہر کا ہو اور بقیہ حصہ کسی اور کی ملکیت ہے جیسے بعض اوقات ایک بڑا مکان بھائیوں کے درمیان مشترک ہوتا ہے لیکن پھر اسے باقاعدہ حد بندی کر کے تقسیم کر دیا جاتا ہے تو ایسی صورت میں عدت والی عورت کو شوہر والے حصے میں ہی جانے کی اجازت ہو گی بقیہ حصہ میں نہیں، اور کسی گھر میں متعدد پورشن ہوں جیسے فلیٹوں میں ہوتا ہے تو صرف شوہر والے پورشن پر ہی رہائش رکھ سکتی ہے، دوسری جگہ پر نہیں نیز اگر صحن بھی مشترکہ ہے جیسے کئی مکانوں پر مشتمل کوئی اپارٹمنٹ ہو جس کا صحن ایک ہی ہو تو اس مشترکہ صحن میں بھی آنے کی اجازت نہ ہو گی کیونکہ اب اس صحن کی حیثیت ایک راستے کی طرح ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبــــــــــہ
مفتی محمد قاسم عطاری	ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

وقف اور چندہ

مدرسہ کے بچّوں کا وقف کے قرآن پاک پر لکھنا؟

فتویٰ 129

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ مدرسہ میں دیئے گئے وقف کے قرآنِ پاک جب حفظ و ناظرہ کے لئے بچوں کو پڑھنے کے لئے دیئے جاتے ہیں تو بچے پہچان کے لئے قرآنِ پاک پر نام لکھ لیتے ہیں اور اغلاط یاد رکھنے کے لئے نشان بھی لگا لیتے ہیں تو وقف کے قرآنِ پاک میں ذاتی تصرف جائز ہے یا نہیں؟

سائلہ: اسلامی بہن (صدر، کراچی)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مدرسہ میں دیئے گئے وقف کے قرآنِ پاک پر نام نہ لکھا جائے، انتظامیہ کو چاہئے کہ وقف کے قرآنِ پاک کے تحفظ کیلئے اس پر خاص نمبر لکھ دے جس کا ریکارڈ اپنے پاس محفوظ کر لے تاکہ اسے بچوں کو دیتے وقت واضح طور پر معلوم ہو کہ کون سا قرآن پاک کس بچے کے حوالے کیا گیا ہے اور یوں بچوں کے استعمال شدہ کے درمیان فرق رہے اور وہ ایک دوسرے کا بھی استعمال نہ کریں اور وقف کی حفاظت بھی ہو۔ غلطیاں یاد رکھنے کے لئے نشان لگانا وقف میں ذاتی تصرف ہے جو کہ ناجائز ہے۔

البتہ اگر کسی کا ذاتی قرآنِ پاک ہے تو اُس پر نام بھی لکھ سکتے ہیں اور غلطیاں یاد رکھنے کے لئے نشان لگانا بھی جائز ہے۔ لیکن اس میں بھی یہ خیال رکھا جائے کہ بڑے بڑے نشان نہ لگائے جائیں بلکہ حروف اور حرکات کے علاوہ خالی جگہ پر ایسی پینسل سے چھوٹا سا نشان لگانا چاہئے کہ جس کے نشان کو مٹایا جاسکتا ہو تاکہ بعد میں ان نشانات کو ختم کیا جاسکے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــہ
مفتی محمد قاسم عطاری

مسجد کے چندے سے چراغاں کرنا کیسا؟

فتویٰ 130

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ کیا مسجد کے چندے سے مسجد میں چراغاں کرنے کے لئے لائٹیں خرید سکتے ہیں یا نہیں؟ خریدنے میں یہ آسانی ہے کہ کرائے پر لینے کی بنسبت آجکل بہت کم قیمت پر لائٹیں خریدی جاسکتی ہیں اور مختلف مواقع یعنی شبِ براءت اور رمضانُ المبارک کی بڑی راتوں میں چراغاں کرنے میں آسانی رہے گی؟ سائل: محمد حسن عطاری (کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسجد کا چندہ مسجد کے مَصارِفِ مَعْہُودہ یعنی عمومی اَخراجات جو مسجد میں کئے جاتے ہیں، کے لئے دیا جاتا ہے مثلاً تعمیرات، یوٹیلٹی بلز(Utility Bills) کی ادائیگی، امام و مؤذن، خادمین کے وظائف اور صفائی ستھرائی میں ہونے والے اَخراجات وغیرہ۔

اسی چندے سے مسجد کے چراغاں کرنے کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر چندہ دینے والوں کی صَراحۃً یا دَلالۃً اجازت ہو تو کرسکتے ہیں ورنہ نہیں۔ صَراحت سے مراد یہ ہے کہ مسجد کے لئے چندہ لیتے وقت کہہ دیا کہ ہم آپ کے چندے سے جشنِ ولادت اور دیگر مبارک راتوں کے مواقع پر مسجِد میں روشنی بھی کریں گے اور اُس نے اجازت دیدی ہو جبکہ دلالت یہ ہے کہ چندہ دینے والوں کو معلوم ہو کہ اِس مسجِد پر جشنِ ولادت اور دیگر بڑی راتوں کے مواقِع پر اور رمضانُ المبارک کی بڑی راتوں میں چَراغاں ہوتا ہے اور اُس

میں مسجد ہی کا چندہ استعمال کیا جاتا ہے۔

صراحۃً یا دلالۃً اجازت ہونے کی صورت میں خرید کر، یا کرایہ پر دونوں صورتوں میں اجازت ہے اور وہ صورت اختیار کی جائے جس سے مسجد کے لئے زیادہ نفع ہو۔

اور سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ الگ سے مسجد میں ربیع الاول کے ساتھ ساتھ مختلف مواقع پر چراغاں کرنے کے لئے لائٹیں خریدنے کا چندہ کرلیں، یا کسی مُخیِّر سے کہیں وہ یہ لائٹیں لے کر مسجد کو دیدے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــــہ
مفتی محمد قاسم عطاری	ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

محفلِ میلاد کا چندہ بچ جائے تو کیا کریں؟

فتویٰ 131

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ہر سال محفلِ میلاد منعقد ہوتی ہے اس سال بھی منعقد ہوئی اس کے لئے چندہ کیا گیا جس میں سے کچھ رقم بچ گئی اب پوچھنا ہے کہ جو رقم بچ گئی ہے اس سے میلاد کے لئے برتن اور مسجد کی ضرورت کے لئے چیزیں مثلاً لاؤڈ اسپیکر، ساؤنڈ سسٹم، دریاں وغیرہ خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل: حافظ نصیر الدین (پنڈی گھیپ، اٹک)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جو چندہ میلاد شریف کی محفل کے لئے لیا گیا ہے وہ صرف میلاد شریف کی محفل میں

ہی استعمال کرنے کی اجازت ہے اس کے علاوہ کسی اور کام میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں بلکہ ایسا کرنا ناجائز و گناہ ہے، جو رقم بچ گئی ہے وہ چندہ دینے والوں کو ان کے حصّوں کے مطابق ہر ایک کو واپس کر دیں یا ان سے اجازت لیں، تو وہ جس جائز کام میں خرچ کرنے کی اجازت دیں وہاں صَرف کر دیں، اس صورت میں اگر برتنوں، لاؤڈا سپیکر یا دریوں کی اجازت دیتے ہیں تو یہ بھی خرید سکتے ہیں اور اگر چندہ دینے والوں کا کوئی پتہ نہ چلے تو اسی طرح کی کسی دوسری محفلِ میلاد میں ان کو خرچ کریں، اگر یہ نہ ہو سکے تو اگلے سال میلاد شریف ہی کی اسی محفل میں خرچ کر لیں یا لُقطے کے مال (یعنی گری پڑی ملنے والی چیز) کی طرح مساکین میں خیرات کر دیں یا کسی بھی مَصرَفِ خیر (یعنی بھلائی کے کام) میں خرچ کر دیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــــہ
مفتی محمد قاسم عطاری	محمد نوید چشتی

محافل کا چندہ مسجد میں دینا کیسا؟

فتویٰ 132

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ (1) مسجد کی انتظامیہ محفلِ میلادُ النبی صلَّی اللہُ تعالٰی علیہِ واٰلہٖ وسلَّم کے لئے اور دیگر محافل کے لیے جو چندہ اکٹھا کرتی ہے اس میں سے محفل کے اَخراجات کے بعد جو چندہ بچ جائے اسے مسجد کے پیسوں میں جمع کر سکتی ہے یا نہیں؟ (2) اگر محفل کے لئے جمع کیا گیا چندہ کم پڑ جائے تو کیا مسجد کے پیسوں سے اس کمی کو پورا کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ ہمارے ہاں عام طور پر محافل کے لیے الگ سے چندہ کیا جاتا ہے، مسجد کے چندے سے محافل نہیں کی جاتیں۔ سائل: محمد الیاس عطاری (مرکز الاولیاء لاہور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

(1) اس باقی ماندہ (یعنی باقی بچے ہوئے) چندے کو اس طرح مُطلقاً مسجد کے پیسوں میں جمع کرنا جائز نہیں بلکہ اس طرح کے چندے میں کچھ تفصیل ہوتی ہے جو درج ذیل ہے کہ اولاً جن لوگوں نے یہ چندہ دیا تھا ان کو حصۂ رَسد کے مطابق واپس کرنا فرض ہے یا وہ جس کام میں کہیں اس میں لگا دیا جائے، اُن کی اِجازت کے بغیر کسی دوسرے کام میں اِستعِمال کرنا حرام ہے اور اگر وہ فوت ہو چکے ہوں تو ان کے ورثا کو واپس کیا جائے اور اگر چندہ دینے والوں کا علم نہ ہو یا یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کس سے کتنا لیا تھا تو جس کام کے لئے چندہ لیا تھا اسی طرح کے دوسرے کام میں اِستعمال کریں اور اگر اس طرح کا دوسرا کام نہ ملے تو کسی فقیر کو دیدیا جائے یا مسجد و مدرسہ میں خرچ کر دیا جائے۔

حصۂ رَسد سے مراد یہ ہے کہ مثلاً 8 افراد نے 100، 100 روپے اور 4 افراد نے 50، 50 روپے چندہ دیا، اب اس 1000 روپے میں سے 600 روپے استعمال ہو گئے اور 400 بچ گئے تو 100 روپے دینے والوں میں سے ہر ایک کو 40 روپے اور 50 روپے دینے والوں میں سے ہر ایک کو 20 روپے واپس کرنے ہونگے۔

اِس صورتِ حال سے بچنے کا آسان حل یہ ہے کہ محفل کے لیے چندہ کرتے ہوئے لوگوں سے اس طرح اجازت لے لی جائے کہ محفل سے جو پیسے باقی بچ جائیں گے وہ ہم مسجد کے چندے میں شامل کرلیں گے۔ اگر چندہ دینے والے اس کی اجازت دیدیتے ہیں تو پھر باقی رہ جانے والی رقم کو آپ مسجد کے چندہ میں شامل کرسکتے ہیں کہ ایک کام کے لئے دیئے ہوئے مال میں سے باقی بچ جانے والے مال کو کسی دوسرے کام میں صَرف (خرچ)

کرنے کا وکیل بنانا جائز و درست ہے۔

یہاں اگرچہ صراحتاً باقی بچ جانے والے چندے کو دوسرے کام میں صرف کرنے کا تذکرہ نہیں لیکن چونکہ سوال میں مذکور کام مختلف مہینوں میں ہونگے تو دلالۃً یہی سمجھ آتا ہے کہ ہر پہلے کام سے بچ جانے والی رقم دوسرے کام میں صَرف (یعنی خرچ) ہو گی اور یہاں اس کی اجازت دی گئی ہے۔

(2) پوچھی گئی صورت میں مسجد کا چندہ محفل کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں کہ اس صورت میں جو چندہ مسجد کے لئے جمع کیا گیا ہے وہ صرف مسجد کی ضروریات و مَصالح پر ہی خرچ ہو سکتا ہے، کسی دوسرے کام محفل وغیرہ میں خرچ کرنا ناجائز و گناہ ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

سفر

سفر میں قضا ہونے والی نماز قصر ہو گی یا نہیں؟

فَتویٰ 133

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ کے بارے میں کہ جو نمازیں حالتِ سفر میں قضا ہو گئیں، بعد میں جب پڑھی جائیں گی تو مکمل پڑھنی ہوں گی یا اُن کی قضا میں بھی قصر کرنی ہو گی؟ بیان فرما دیں۔

سائل: قاری ماہنامہ فیضانِ مدینہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

کسی شخص کی چار رکعت والی فرض نماز اگر سفر کی حالت میں فوت ہوگئی تو اُس کی قضا اگرچہ مقیم ہونے کی حالت میں پڑھے اُس میں قصر کرنی ہوگی یعنی دو رکعتیں پڑھے گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری

سفر میں روزے کا حکم

فتویٰ 134

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی رمضان المبارک میں سفر شرعی میں ہو تو اسے روزہ رکھنے کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسافر کو روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار ہے جب اس مسافر یا اس کے ساتھ والے کو اس روزہ رکھنے سے ضَرَر (نقصان) نہ ہو تب تو بہتر یہ ہے کہ روزہ رکھ لے اگر روزہ رکھنے سے اس کو یا ساتھ والے کو ضرر پہنچے تو اب نہ رکھنا بہتر ہے۔ لیکن یہ مسئلہ ذہن میں رہے کہ دن میں سفر کرنا ہو اور صبح صادق کے وقت مسافر شرعی نہ ہو تو دن میں سفر کرنے کی وجہ سے اس دن روزہ چھوڑنے کی رخصت نہیں بلکہ اس دن کا روزہ رکھنا ہوگا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری

عورت کا خالو یا نابالغ بھائی کے ساتھ سفر کرنا

فتویٰ 135

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ (1) کیا بالغہ عورت اپنے نابالغ بھائی جس کی عمر دس سال ہے اور وہ سمجھ دار بھی ہے اس کے ساتھ سفرِ شرعی کر سکتی ہے؟ (2) کیا عورت اپنے خالو کے ساتھ سفرِ شرعی کر سکتی ہے جبکہ خالو سے مزید کوئی نسبی یا رضاعی رشتہ نہ ہو؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

(1) شریعتِ مُطہّرہ کے اصولوں کی روشنی میں عورت کے لئے تین دن (یعنی 92 کلو میٹر) کی راہ کے سفر میں شوہر یا عاقل بالغ یا کم از کم مُراہق (قریبُ البلوغ) مَحرم، قابلِ اعتماد غیرِ فاسق کا ساتھ ہونا ضروری ہے اس کے بغیر سفر کرنا ناجائز و حرام و سخت گناہ ہے لہٰذا صورتِ مسئولہ (پوچھی گئی صورت) میں اس عورت کا اپنے دس سالہ بھائی کے ساتھ سفرِ شرعی کرنا ناجائز ہے کہ دس سالہ بچّہ نابالغ ہے مُراہق بھی نہیں کہ مراہق کے لئے عُلَمائے کرام نے بارہ سال عمر بیان فرمائی ہے۔

(2) شریعتِ مطہّرہ میں خالو کا حکم مثلِ اجنبی ہے لہٰذا عورت اس کے ساتھ سفر نہیں کر سکتی۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

مسجد

مسجد کی پُرانی دریوں کی خرید و فروخت کرنا کیسا؟

فتویٰ 136

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ ہماری مسجد میں کچھ دن قبل ایک شخصیت نے نئی دریاں لا کر دیں تو پُرانی دریاں اُٹھا کر مسجد کے اسٹور میں رکھ دی گئیں، وہ دریاں مسجد کی حاجت سے زائد ہیں اور آئندہ بھی کسی جگہ استعمال کے قابل نہیں کیونکہ وہ کافی جگہوں سے پھٹ چکی ہیں، اور پڑے رہنے سے مزید خراب ہونے کا اندیشہ ہے، ایک شخص وہ دریاں خریدنا چاہتا ہے، براہِ کرم شَرعی راہنمائی فرمائیں کہ ان دریوں کو بیچنا اور اُس شخص کا انہیں خریدنا شرعاً کیسا؟ یاد رہے! یہ دریاں مسجِد کے پیسوں سے خریدی گئی تھیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دریافت کی گئی صورت میں مذکورہ دریوں کو مسجد کے لئے مارکیٹ ریٹ کے مطابق فروخت کرنا، اور کسی دوسرے کا انہیں خریدنا شَرعاً جائز ہے، لیکن خریدنے والے کو چاہئے کہ وہ انہیں بے ادبی کی جگہ استعمال کرنے سے بچے۔ تفصیل اس کی یوں ہے کہ مسجد کے پیسوں سے خریدا گیا وہ سامان جو فی الحال مسجد کی حاجت سے زائد ہو اور آئندہ بھی مسجد کے استعمال میں نہ آسکے یا استعمال میں تو آسکے لیکن وقتِ ضرورت تک پڑے رہنے سے اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اسے مارکیٹ ریٹ کے مطابق فروخت کرنا جائز ہے،

جب فروخت کرنا جائز ہے تو دوسروں کا اسے خریدنا بھی جائز ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

ناسمجھ بچے کو مسجد میں لانے اور صف میں کھڑا کرنے کا حکم

فتویٰ 137

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ چھوٹے ناسمجھ بچوں کو مسجد میں لانا درست ہے یا نہیں؟ نیز ان کو لاکر اپنے ساتھ صف میں کھڑے کرنا کیسا ہے؟ کیا اس صورت میں صف قطع ہو گی یا نہیں؟ سائل: محمد طاہر برکاتی (فیڈرل بی ایریا، باب المدینہ کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ایسے ناسمجھ بچے جن سے نجاست کا گمان غالب ہو، انہیں مسجد میں لانا مکروہِ تحریمی یعنی ناجائز و گناہ ہے اور اگر نجاست کا محض احتمال اور شک ہو تو مکروہِ تنزیہی ہے یعنی گناہ تو نہیں مگر بچنا بہتر ہے۔ جہاں تک صفوں میں ان کے کھڑے ہونے کی بات ہے تو بالکل ناسمجھ بچے جو نماز پڑھنا ہی نہیں جانتے چونکہ نماز کے اہل ہی نہیں ہوتے لہٰذا ان کے صف میں کھڑے ہونے سے ضرور صف قطع ہو گی اور قطعِ صف ناجائز و گناہ ہے۔ لہٰذا انھیں ہرگز مردوں کی صف میں کھڑا نہ کیا جائے تکمیل صف کا دھیان رکھا جائے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

مسجد کی دکان بیوٹی پارلر کے لئے دینا کیسا؟

فتویٰ 138

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ مسجد کی دکانوں (Shops) میں ایک دکان بیوٹی پارلر کے کام کے لئے دی گئی ہے، دکان پر نمایاں طور پر بیوٹی پارلر کی تشہِیر (Advertisement) کے لئے کچھ عورتوں کی تصاویر کے سائن بورڈ وغیرہ بھی لگائے گئے ہیں تو معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ کام کرنا اور اس کام کے لئے مسجد کی دکان کرائے پر دینا اور تصاویر لگانا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

میک اَپ کرنا یا اس پر اُجرت لینا ایک جائز کام ہے جبکہ خلافِ شرع کاموں سے اِجْتِناب کیا جائے۔ بیوٹی پارلر میں جائز و ناجائز دونوں قسم کے کام ہوتے ہیں۔ عُمُومی طور پر وہاں ہونے والے کاموں میں سے چند ناجائز کام درج ذیل ہیں:

(1) **آئی بروز (Eyebrows) بنوانا:** حدیث شریف میں اس کام پر لعنت فرمائی گئی ہے۔ (2) **مردانہ طرز کے بال کاٹنا:** حدیث شریف میں مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی گئی ہے۔ (3) **رانوں کے بالوں کی صفائی کرنا:** ایک عورت کے لئے دوسری عورت کی ناف سے گُھٹنے سمیت جسم کے حصوں کا پردہ ہے بلاضَرورتِ شرعیّہ ان کو دیکھنا یا چھونا جائز نہیں۔ (4) **بالوں میں سیاہ رنگ کا خِضاب کرنا:** بالوں کو سیاہ رنگ سے رَنگنا مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے ناجائز و حرام ہے۔ (5) **گانے باجے چلانا۔**

ان کے علاوہ اور بھی غیر شرعی معاملات ہوتے ہوں گے۔ یاد رہے کہ ان ناجائز

کاموں کی اُجرت لینا بھی جائز نہیں۔

البتہ بیوٹی پارلر میں درج ذیل جائز امور بھی ہوتے ہیں: مثلاً چہرے کے زائد بالوں کی صفائی، مختلف کریمز، لالی پاؤڈر اور آئی شیڈز وغیرہ کے ذریعہ میک اَپ کرکے چہرے کو خوبصورت بنانا، سیاہی مائل رنگت کو نکھارنا، ہاتھوں پاؤں میں مہندی لگانا، بالوں کو سنوارنا وغیرہا اور میک اَپ کے لئے پاک اشیاء کا استِعمال کرنا اور جائز میک اَپ کرنا جائز ہے۔

اگرچہ ازروئے اِجارہ بیوٹی پارلر کے لئے کرائے (Rent) پر دکان دینا جائز ہے جبکہ بیوٹی پارلر میں ہونے والے ناجائز امور پر مدد کی نیت نہ کی جائے بلکہ محض اجارے سے ہی غرض ہو۔ تاہم ایسے لوگ جو دکان میں جائز و ناجائز دونوں قسم کے کام کریں گے ان کو اپنی دکان کرائے پر دینے سے بچنا چاہئے اور بالخصوص مسجد کی دکانوں کو ایسے کاموں سے بچانا چاہئے۔

جاندار کی تصاویر (Pictures) دکان پر آویزاں کرنا جائز نہیں اور عورتوں کی تصاویر جو میک اپ کے بعد مزید جاذبِ نظر ہوں ان کا آویزاں کرنا بدنگاہی کی طرف دعوت دیتا ہے اس لئے عورتوں کی تصاویر لگانا بھی ہرگز جائز نہیں سخت بے حیائی کی بات ہے اور جہاں جاندار کی تصاویر آویزاں ہوں وہاں رحمت کے فرشتے بھی نہیں آتے اس لئے تصاویر لگانا ہی جائز نہیں اور مسجد کے تقدس کا خیال رکھتے ہوئے اس کی دکانوں میں ایسی تصاویر لگانے سے ضرور احتراز کیا جائے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	جمیل احمد غوری عطاری

کسب و تجارت

دورانِ ڈیوٹی جو وقت نماز میں صرف ہو جائے اس کی تنخواہ لینے کا کیا حکم ہے؟

فتویٰ 139

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ دورانِ ڈیوٹی جو وقت نماز کی ادائیگی میں صرف ہو جاتا ہے اس وقت کی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ سائل: عبد الرحمٰن عطاری (خانیوال)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دورانِ ڈیوٹی ملازم اوقاتِ نماز میں فرائض و سُنَنِ مُؤَکَّدَہ پڑھ سکتا ہے اور اتنے وقت کی اُجرت بھی پائے گا اِسی طرح جمعہ کے دن نمازِ جمعہ پڑھنے کے لیے بھی جا سکتا ہے مگر جامع مسجد اگر دور ہے کہ وقت زیادہ صَرف ہو گا تو اُتنے وقت کی اُجرت کم کر دی جائے گی اور اگر نزدیک ہے تو کچھ کمی نہیں کی جائے گی اپنی اُجرت پوری پائے گا لیکن نوافل پڑھنا ملازِم کے لئے اوقاتِ اجارہ میں جائز نہیں ہے، اگر پڑھے گا تو اُتنے وقت کی اُجرت کا شرعاً مستحق نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم

کتبـــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

14 جمادی الثانی 1438ھ / 14 مارچ 2017ء

مکان بیچ کر اُسی میں کرایہ پر رہنے کی شرط لگانا کیسا؟

فتویٰ 140

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں

ایک مکان خریدنا چاہتا ہوں مگر بیچنے والے کی طرف سے یہ شرط لگائی جارہی ہے کہ دو سال تک وہ مکان میں کرائے دار کے طور پر رہے گا۔ پوچھنا یہ ہے کہ اس شرط کے ساتھ میرا مکان خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بیع میں عقد کے تقاضے کے خلاف کوئی ایسی شرط لگانا جس میں عاقدین میں سے کسی ایک، یا مبیع کا فائدہ ہو، اس شرط پر عرف بھی جاری نہ ہو اور شریعت میں اس کا جواز بھی وارد نہ ہوا ہو تو ایسی شرط مفسدِ عقد (ایگریمنٹ میں فساد لانے والی) ہوتی ہے۔ صورتِ مُستفسَرہ (پوچھی گئی صورت) میں بائع یعنی بیچنے والے کا مکان کرایہ پر لینے کی شرط عقد کے تقاضے کے خلاف ایسی شرط ہے، جس میں بائع کا فائدہ ہے، اس پر عرف بھی جاری نہیں اور نہ ہی شریعت میں اس کا جواز آیا ہے لہٰذا اس شرط کے ساتھ بیع کرنا (بیچنا) ناجائز و فاسد ہو گا، دونوں پر لازم ہے کہ اس شرط کے ساتھ بیع سے اجتناب کریں، اگر بیع کرنی ہے تو شریعت کے مطابق بغیر کسی ناجائز شرط کے کریں، ناجائز شرط کے ساتھ بیع کرنے کی صورت میں دونوں گناہ گار ہوں گے اور اس بیع کو ختم کرنا بھی لازم ہو گا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	محمد سرفراز اختر عطاری

کیا شوہر بیوی کی کمائی استعمال کر سکتا ہے؟

فتویٰ 141

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا شوہر،

بیوی کی کمائی کو اپنے استعمال میں لا سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

جو چیزیں عورت کی ملکیت میں ہیں خواہ وہ اسے وِراثت میں ملی ہوں یا جہیز میں، کسی نے تحفہ میں دی ہوں یا کما کر حاصل کی ہوں ان تمام کے مُتعلّق حکم یہ ہے کہ وہ عورت کی ملکیّت ہیں، شوہر کو کسی طرح کا حقِ مالکانہ حاصل نہیں، نہ ہی بیوی کی اِجازت کے بغیر اس میں کسی قسم کے تصرُّف کی اجازت ہے۔ اَلبتّہ اِجازت صَراحۃً یعنی واضح لفظوں میں ہونا ہی ضروری نہیں، دلالۃً اجازت بھی کافی ہے۔ مثلاً میاں بیوی میں اپنائیّت و بے تکلّفی پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے ایک کا استعمال دوسرے پر ناگوار نہیں گزرتا تو جن چیزوں کے استعمال میں یہ صورت پائی جائے یعنی استعمال ناگوار نہ ہو تو انہیں استعمال کرنا جائز ہے جیسے گھریلو استعمال کی چیزیں کہ ان میں بہت سارا سامان وہ ہوتا ہے کہ جو عورت کو جہیز میں ملا ہوتا ہے لیکن آپس کی بے تکلفی کی وجہ سے شوہر بھی استعمال کرتا ہے اور عورت پر ناگوار نہیں گزرتا لہٰذا ان کا استعمال دَلالۃً جائز ہے اور جن چیزوں کے استعمال میں یہ صورت نہ ہو وہاں استعمال کے لئے شوہر کو صَراحۃً اجازت لینا ضروری ہے اور اگر عورت گھر میں سِلائی وغیرہ کرکے یا جائز نوکری سے رقم جمع کرتی ہے اس میں ظاہراً یہ صورت ہے کہ شوہر اگر وہ رقم بلا اجازت اپنی ذات پر خرچ کر دے تو عورت کو ناگوار گزرے گا لہٰذا عورت کی تنخواہ وغیرہ کی رقم اپنے اوپر استعمال کرنے کے لئے صراحۃً اجازت لینا ضروری ہے۔ ہاں عورت کی تنخواہ، اس کی مرضی سے گھر میں خرچ ہوتی ہے مثلاً اس سے سَودا سَلَف لے کر کھانا پکایا جاتا ہے وغیرہ ذٰلِکَ تو گھر کے دیگر اَفراد کی طرح شوہر بھی ان

خریدی ہوئی چیزوں کو استعمال کر سکتا ہے بہت سے گھروں میں اس طرح ہوتا ہے کہ شوہر اور بیوی دونوں کماتے ہیں اور گھر کا نظام چلاتے ہیں تو اس طرح اگر بیوی کی آمدنی سے گھر میں کھانے پینے یا استعمال کی دیگر اَشیاء آتی ہیں تو شوہر بھی انہیں استعمال کر سکتا ہے کہ یہاں دَلالۃً اجازت ضرور پائی جاتی ہے۔

تنبیہ: عورت کی مُلازمت (Job) سے مُتعلق یہ مسئلہ نہایت ہی قابلِ توجّہ ہے کہ اسے مُلازمت کرنے کی اِجازت پانچ شرطوں کے ساتھ ہے، اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہیں پائی گئی تو عورت کے لئے مُلازمت کرنا حرام ہے۔ وہ پانچ شرطیں یہ ہیں: (1) اَعضائے سَتر یعنی جن اَعضاء کا پردہ فرض ہے مثلاً بال، گلے، کلائی، پنڈلی وغیرہا کا کوئی حصّہ ظاہر نہ ہو۔ (2) کپڑے باریک نہ ہوں کہ جن سے سر کے بال یا کلائی وغیرہ سَتر کا کوئی حصّہ چمکے۔ (3) کپڑے تنگ و چُست نہ ہوں کہ جن سے بدن کی ہیئت (مثلاً سینے کا ابھار یا پنڈلی وغیرہ کی گولائی) ظاہر ہو۔ بعض عورتیں بہت چُست پاجامہ استعمال کرتی ہیں کہ پِنڈلی کی ہیئت معلوم ہو رہی ہوتی ہے، ایسی حالت میں نامحرموں کے سامنے آنا منع ہے۔ (4) کبھی نامحرم کے ساتھ خَفیف (یعنی معمولی سی) دیر کے لئے بھی تنہائی نہ ہوتی ہو۔ (5) اس کے وہاں (یعنی کام کی جگہ) رہنے یا باہر آنے جانے میں فِتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

امام مسجد کا حج کی چھٹیوں پر کسی کو نائب بنانے اور ان دنوں کی تنخواہ لینے کا حکم

فتویٰ 142

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مؤذن

وامام مسجد حج وعمرہ کی سعادت حاصل کرنے کی وجہ سے معروف تعطیلات سے زائد چھٹیاں کرلیں تو اس صورت میں ان زائد ایام کی کٹوتی ہوگی یا نہیں؟ نیز اگر اس درمیانی مدت میں وہ کسی باشرع شخص کو اپنا نائب بنادیتے ہیں اور وہ ان کی نیابت کے طور پر امامت کے فرائض سرانجام دیتا ہے تو اس صورت میں ان دنوں کی تنخواہ(Salary)کا کیا حکم ہوگا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

امام ومؤذن کو صرف اتنی چھٹیوں کی اجازت ہوتی ہے کہ جتنی وہاں رائج و معہود (معروف) ہوں، اس سے جتنی چھٹیاں زائد ہوں خواہ وہ بلاعذر یا کسی عذر مثلاً حج وعمرہ کی وجہ سے ہی کیوں نہ ہوں ان کی کٹوتی کروانی لازم ہوگی۔ البتہ اگر وہ اتنے دنوں کیلئے کسی امامت کے اہل شخص کو اپنا نائب بنادیتا ہے تو یہ نیابت درست ہے اور اس صورت میں ان دنوں کی تنخواہ کا مستحق اَصل امام ہی ہے۔ پھر جتنی اُجرت اس نے نائب کے ساتھ طے کی تھی، اَصل امام اسے دے گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

تجارت میں ایک کا مال دوسرے کا کام ہو تو منافع آدھا آدھا کرسکتے ہیں یا نہیں؟

فتویٰ 143

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر تجارت میں ایک کا پیسہ اور ایک کا کام ہو تو منافع آدھا آدھا کرسکتے ہیں؟ سائل: قاری ماہنامہ فیضانِ مدینہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

تجارت میں ایک کا پیسہ اور دوسرے کا کام ہو، اسے فقہی اصطلاح میں "مُضارَبت" کہتے ہیں۔ مُضارَبت میں نفع کا تناسب برابر رکھنا کہ دونوں کو آدھا آدھا ملے جائز ہے اس میں حرج نہیں۔ البتہ نفع کی جو بھی مقدار مقرر کی جائے وہ فیصد (مثلاً آدھا، تہائی، چوتھائی وغیرہ) کے اعتبار سے ہو، رقم وغیرہ فکس نہ کی جائے۔ بہت سے لوگ نفع کی ایک متعین مقدار فکس کر دیتے ہیں کہ مجھے نفع میں سے مثلاً دس ہزار روپے دے دینا وغیرہ۔ اس طرح کرنے سے مُضارَبت فاسد ہو جاتی ہے اور یہ ناجائز و گناہ بھی ہے لہٰذا اس صورت میں فریقین پر لازم ہو گا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں سچّی توبہ کریں اور اس عقدِ فاسد کو فَسْخ یعنی ختم کر دیں۔

نیز مُضارَبت کی جو صورتیں اس وقت مارکیٹ میں رائج ہیں ان میں مزید ایک خرابی یہ پائی جاتی ہے کہ کام کرنے والے پر نقصان کی شرط لگا دی جاتی ہے کہ اگر نقصان ہوا تو اس میں سے اتنا نقصان تمہیں بھرنا پڑے گا۔ یہ شرط بھی ناجائز و گناہ ہے البتہ اس کی وجہ سے مُضارَبت فاسد نہیں ہو گی بلکہ خود یہ شرط ہی باطل و بے اَثر رہے گی۔ اس لئے کہ شرعی اُصول و قواعِد کی رُو سے کام کرنے والا اپنی تعدّی و کوتاہی سے جو نقصان کرے اس کا تو ذمّہ دار ہے، اس کے علاوہ کسی نقصان کا وہ ذمہ دار نہیں۔ لہٰذا اگر کاروبار میں نفع ہونے کے بجائے نقصان ہو گیا تو یہ سارا نقصان مال والے کا ہوا، وہ اس پر کام کرنے والے سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

مَدَنی مشورہ: مضاربت وغیرہ کوئی کام شروع کرنے سے پہلے دارالافتاء اہلِ سنّت یا کسی مُعْتَمَد سُنّی ماہِر

عالِم دین کی بارگاہ میں اپنا طریقہ کار بیان کر کے لازماً شرعی رہنمائی حاصل کرلیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

قرض اور سود

قرض لی جانے والی رقم کو موجودہ ویلیو پر لوٹانا؟

فتویٰ 144

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی سے پندرہ بیس سال پہلے دس لاکھ روپے قرض لے اور اب واپس کرنا چاہتا ہے تو کیا شرعاً اس پر دس لاکھ ہی واپس کرنا لازمی ہے یا پھر آج کی ویلیو کے حساب سے زیادہ رقم بنتی ہے کیونکہ بیس سال پہلے دس لاکھ کی ویلیو بہت زیادہ تھی مگر آجکل وہ ویلیو نہیں ہے اس بارے میں رہنمائی فرمائیں؟ سائل: محمد شکیل ہاشمی (کراچی)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حکم شرعی یہ ہے کہ جتنی رقم، روپے لئے تھے اتنے ہی واپس کرنا لازم ہیں اس سے زیادہ نہیں، ویلیو کم ہوگئی ہو یا زیادہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، لہذا بیس سال پہلے اگر دس لاکھ روپے قرض لئے تھے تو اب دس لاکھ روپے ہی واپس کرنا لازم ہیں، قرض دینے والے کا زیادہ مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ بیس سال پہلے دس لاکھ کی ویلیو بہت زیادہ تھی۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبـــــــــــــہ
ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

سود کا ایک مسئلہ

فتویٰ 145

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میرے دوست کو مکان خریدنے کے لیے 4لاکھ روپے کی ضرورت ہے۔ وہ مجھ سے یہ رقم بطور قرض مانگ رہا ہے۔ اس نے مجھے یہ آفر کی ہے کہ مکان خریدنے کے بعد جب تک میری مکمل رقم واپس نہیں کردیتا اس مکان کا نصف کرایہ مجھے دیتا رہے گا۔ یہ فرمائیں کہ کیا اس شرط کے ساتھ قرض کا لین دین کرنا جائز ہے؟ سائل: محمد ندیم (سولجر بازار، کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

آپ جو رقم دیں گے وہ قرض ہے اور کرائے کی مَد میں حاصل ہونے والی رقم اس قرض پر مشروط نفع ہے اور ہر وہ قرض جو نفع لائے اسے نبیِّ پاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے سود قرار دیا ہے۔ لہٰذا پوچھی گئی صورت سودی مُعاہدہ ہونے کی وجہ سے ناجائز، حرام اور جہنّم میں لے جانے والا کام ہے ہرگز ہرگز اس اشدّ گناہ والے مُعاہدہ سے دور رہیں دوست کو بھی سمجھائیں کہ وہ اپنے ارادہ سے باز آئے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری

وراثت

مالِ وِراثت میں اگر حرام و حلال مکس ہو تو کیا کریں؟

فتویٰ 146

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ ایک شخص کا انتقال ہوا، اس کے مالِ وِراثت میں حلال و حرام مکس ہے، یعنی سُود اور رشوت وغیرہ کا روپیہ بھی اس میں شامل ہے، کچھ رقم کا تو علم ہے کہ وہ فلاں شخص سے رشوت کے طور پر لی گئی تھی (اور وہ شخص ابھی تک زندہ ہے)، لیکن بقیّہ مال کے بارے میں کچھ عِلْم نہیں کہ کتنا یا کون سا مال حرام ذریعے سے حاصل کیا گیا تھا، اب اس کے بیٹے مالِ وِراثت تقسیم کرنا چاہتے ہیں، براہِ کرم شَرعی راہنمائی فرمائیں کہ بیٹوں کے لئے اِس مالِ وِراثت کے متعلق کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دریافت کی گئی صورت میں جس مال کے بارے میں عِلْم ہے کہ مُورِث (یعنی میّت) نے فلاں شخص سے بطورِ رشوت لیا تھا اور وہ ابھی تک زندہ ہے تو وُرثاء پر فرض ہے کہ وہ مال اسے واپس کریں، کیونکہ مالِ رشوت کا حکم یہی ہے کہ جس سے لیا ہو اُسے واپس ہی کیا جائے، اور جس مال کا حرام ہونا جداگانہ مُعَیَّن طور پر معلوم ہے کہ یہ والا مال حرام ہی ہے لیکن کس شخص سے لیا وہ معلوم نہیں تو اس مال کو فقراء کو صدقہ کر دیں اور جس کے بارے میں علم نہیں کہ کتنا یا کونسا مال حرام کمائی سے ہے بلکہ اِجمالاً صرف اتنا معلوم ہے کہ مالِ وِراثت میں حرام مال بھی شامل ہے تو وُرثاء کے لئے وہ مال لینا جائز ہے، البتّہ اُس سے بچنا اور صدقہ کر دینا افضل ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــــہ
مفتی محمد قاسم عطاری

زندگی میں ہی اولاد میں جائیداد تقسیم کرنا

فتویٰ 147

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنی جائیداد اپنی اولاد میں تقسیم کرنا چاہے تو کیا حکم ہے؟ بیٹوں اور بیٹیوں کو کتنا کتنا حصّہ ملے گا؟ اگر کوئی بعض اولاد کو حصّہ دے بعض کو نہ دے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ نیز اولاد والد سے اس کی زندگی میں اپنے حصے کا زبردستی مطالبہ کرسکتی ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

ہر شخص کو اپنے تمام مملوکہ اموال کے بارے میں اپنی زندگی میں اختیار ہوتا ہے، چاہے کُل مال خرچ کرڈالے یا کسی کو دے دے، اس کی زندگی میں اس کے مال میں اس کی زوجہ، اولاد یا کسی اور کا بطورِ وراثت کوئی حق نہیں، لہٰذا اس کا زبردستی مطالبہ بھی اپنے باپ سے نہیں کرسکتے، البتہ اگر کوئی اپنا مال اپنی زندگی میں اولاد میں تقسیم کرے تو بہتر ہے کہ بیٹوں اور بیٹیوں میں سب کو برابر برابر دے کیونکہ بیٹے کا بیٹی کی بنسبت دُگنا وِراثت میں ہوتا ہے اور وراثت مرنے کے بعد ہوتی ہے، البتہ اگر بیٹے کو بیٹی کی بنسبت دگنا دیا تو یہ بھی ناجائز نہیں ہے، اور اگر اولاد میں سے کوئی فضیلت رکھتا ہو مثلاً طالبِ علمِ دین ہو، عالم ہو یا والِدین کی خدمت زیادہ کرتا ہو تو اس کو زیادہ دینے میں حرج نہیں اوراولاد یادیگر حقیقی

وُرثاء میں سے بعض کو وِراثت سے محروم کرنے کی نیت ہو تو دوسروں کو دے دینا جائز نہیں۔ وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبـــــــــــــہ
محمد نوید چشتی

بہنوں کا اپنا حصہ معاف کرنا کیسا؟

فتویٰ 148

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے والد نے ترکہ میں ایک نصف مکان چھوڑا۔ ہم دو بھائی اور چار بہنیں ہیں۔ ہماری بہنوں نے ترکہ میں اپنا حصّہ ہمیں معاف کر دیا ہے۔ اس صورت میں ہماری بہنوں کا حصّہ ختم ہو گیا یا نہیں؟

سائل: فیاض الرحمٰن (زم زم نگر حیدر آباد)

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ترکہ میں وُرثا کا حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرّر کردہ ہے کسی وارث کے ترکہ میں اپنا حصّہ چھوڑ دینے، دَست بَرداری کر دینے یا معاف کر دینے سے ہرگز ساقط نہیں ہو گا۔ ہاں یوں ہو سکتا ہے کہ بیٹے اپنی بہنوں کو باہمی رِضامندی سے بطورِ صُلح ان کے حصّے کے بدلے میں کچھ رقم دے دیں چاہے وہ رقم ترکہ میں بننے والے ان کے حصّے سے کم ہو اور اگر زیادہ ہو تو بھی کچھ حَرَج نہیں اور بہنیں قبول کر لیں۔ یوں وہ رقم ان بہنوں کے ترکہ میں حصّے کا بدل ہو جائے گی اور متروکہ مکان میں ان کا حصّہ ختم ہو جائے گا۔ نیز اگر مذکورہ بہنیں کچھ بھی نہیں لینا چاہتیں بلکہ ترکہ اپنے بھائیوں کو دینا چاہتی ہیں تو وہ یوں کر سکتی ہیں کہ مکان میں

اپنے حصّے کو تقسیم کرانے کے بعد اس پر قبضہ کر کے جس بھائی کو دینا چاہتی ہیں ان کو ھِبہ (تحفہ) کر دیں یا بغیر قبضہ کئے اپنا حصّہ ان کو ایک مقررہ قیمت پر بیچ کر قیمت معاف کر دیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	ابو سعید محمد نوید رضا عطاری

ایصال ثواب

کیا ایصال ثواب کے لیے قربانی کرسکتے ہیں؟

فتویٰ 149

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میں اپنی طرف سے قربانی ہر سال کرتا ہوں اس مرتبہ میں اپنی قربانی کے علاوہ اپنے والد صاحب کے ایصال ثواب کے لیے بھی ایک قربانی کرنا چاہتا ہوں عرض یہ ہے کہ کیا فوت شدہ کے ایصال ثواب کے لیے اس کی طرف سے قربانی ہو سکتی ہے؟ سائل: غلام مصطفی عطاری (اچھرہ، لاہور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! فوت شدہ کو ایصال ثواب کرنے کے لیے اس کی طرف سے بھی قربانی ہو سکتی ہے کیونکہ قربانی کرنا ایک قربت (ثواب کا کام) ہے اور میت کی طرف سے بھی قربت ہو سکتی ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

ایک ساتھ دو الگ الگ برسیوں کا حکم

فتویٰ 150

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میرے والد کی پہلی برسی اور میری ساس کی دوسری برسی ایک ہی مہینے میں آرہی ہیں۔ تو کیا میں ایک ہی وقت، ایک ہی جگہ پر دونوں کی فاتحہ خوانی اور برسی کا انعقاد کر سکتا ہوں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! آپ اپنے والد اور ساس کی برسی ایک ساتھ کر سکتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ ایصالِ ثواب کی صورت ہے اس میں کسی وقت یا عمل کی تعیین نہیں ہوتی بغیر کسی قید کے جب بھی چاہیں کوئی نیک عمل کر کے میت کو ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں مگر جب برسی کا دن جس کا نہ ہوگا تو اسے اس کی برسی حقیقتاً نہ کہا جائے گا عرف میں معمولی فرق سے اس قسم کا اطلاق کر دیا جاتا ہے، اس میں حرج نہیں اور اگر ایک ساتھ چند ناموں سے ایصالِ ثواب کیا جائے تو ہر ایک کو پورا پورا ثواب بھی ملتا ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	المتخصص فی الفقہ الاسلامی
	ابو عبد اللہ محمد سعید عطاری مدنی

سنتیں اور آداب

عقیقہ

عقیقہ کے متعلق احکام

فتویٰ 151

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ (1) بچے کا عقیقہ کس عمر تک ہو سکتا ہے؟ (2) اگر بچہ عقیقے کے وقت اس جگہ حاضر نہ ہو تو کیا عقیقہ ہو جاتا ہے، یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1) ساتویں دن "عقیقہ" کرنا بہتر ہے اگر ساتویں دن نہ ہو سکے تو زندگی میں جب چاہیں کر سکتے ہیں سنت ادا ہو جائے گی، البتہ ساتویں دن کا لحاظ رکھا جائے تو بہتر ہے، اس کے یاد رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس دن بچہ پیدا ہوا، اُس دن سے ایک دن قبل ساتواں دن بنے گا۔ مثلاً بچہ جمعہ کو پیدا ہوا تو جمعرات ساتواں دن ہے اور ہفتے کو پیدا ہوا تو ساتواں دن جمعہ ہو گا، پہلی صورت میں جس جمعرات کو اور دوسری صورت میں جس جمعہ کو "عقیقہ" کریگا اس میں ساتویں کا حساب ضرور آئے گا۔ ہاں البتہ فوت ہو جانے کے بعد "عقیقہ" نہیں ہو سکتا کہ عقیقہ شکرانہ ہے اور شکرانہ زندہ کیلئے ہی ہو سکتا ہے۔

(2) "عقیقہ" کرتے وقت بچے کا عقیقے کی جگہ حاضر ہونا کوئی ضروری نہیں، بلکہ اگر بچہ دُنیا کے کسی بھی کونے میں ہو، اس کی طرف سے عقیقہ ہو جائے گا۔

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ والدین کو اولاد کے حقوق گنواتے ہوئے تحریر فرماتے

ہیں: ساتویں اور نہ ہو سکے تو چودھویں ورنہ اکیسویں دن عقیقہ کرے۔

(مشعلۃ الارشاد فی حقوق الاولاد، ص16)

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تحریر فرماتے ہیں: ساتویں دن اوس (اُس) کا نام رکھا جائے اور اوس (اُس) کا سر مونڈا جائے اور سر مونڈنے کے وقت عقیقہ کیا جائے۔ اور بالوں کو وزن کرکے اوتنی (اُتنی) چاندی یا سونا صدقہ کیا جائے۔

(بہارِ شریعت، 3/355)

مزید فرماتے ہیں: عقیقہ کے لیے ساتواں دن بہتر ہے اور ساتویں دن نہ کر سکیں تو جب چاہیں کر سکتے ہیں سنت ادا ہو جائے گی۔ بعض نے یہ کہا کہ ساتویں یا چودھویں یا اکیسویں دن یعنی سات دن کا لحاظ رکھا جائے یہ بہتر ہے اور یاد نہ رہے تو یہ کرے کہ جس دن بچہ پیدا ہو اوس (اُس) دن کو یاد رکھیں اوس (اُس) سے ایک دن پہلے والا دن جب آئے وہ ساتواں ہو گا مثلاً جمعہ کو پیدا ہوا تو جمعرات ساتویں دن ہے اور سنیچر کو پیدا ہوا تو ساتویں دن جمعہ ہو گا پہلی صورت میں جس جمعرات کو اور دوسری صورت میں جس جمعہ کو عقیقہ کریگا اوس (اُس) میں ساتویں کا حساب ضرور آئے گا۔ (بہارِ شریعت، 3/356)

مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے سوال ہوا کہ مردہ کی جانب سے "عقیقہ" جائز ہے، یا نہیں؟ تو آپ نے جواباً تحریر فرمایا ہے: مردہ کا "عقیقہ" نہیں ہو سکتا کہ عقیقہ دمِ شکر ہے اور یہ شکرانہ زندہ ہی کیلئے ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ امجدیہ، 2/336)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم

کتبـــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

25 شعبان المعظم 1437ھ / 02 جون 2016ء

دعا

اٹیچ باتھ میں وضو کی دعا، وغیرہ پڑھنا کیسا؟

فتویٰ 152

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ آج کل گھروں میں اٹیچ باتھ ہوتے ہیں اور اسی میں لوگ وضو بھی کرتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ وضو سے پہلے ایسے اٹیچ باتھ میں بسم اللہ شریف نیز دوران وضو کی دعائیں و وظائف پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں؟ سائل: محمد عرفان عطاری (ریگل صدر کراچی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

عمومی طور پر ایسے باتھ روم اور ٹوائلٹ کے درمیان کوئی دیوار، یا بڑا دروازہ وغیرہ اس انداز میں نہیں لگا ہوتا کہ جس کے سبب دونوں مقام الگ الگ شمار ہوں لہٰذا ایسے اٹیچ باتھ میں وضو کرنے سے پہلے بسم اللہ شریف یا دوران وضو پڑھی جانے والی دعائیں، وظائف نہیں پڑھ سکتے۔ اور اگر اٹیچ باتھ اس انداز سے بنا ہوا ہو کہ ٹوائلٹ اور باتھ روم کے درمیان کوئی دیوار، دروازہ، یا پھر لوہے یا لکڑی کی چادر، شیٹ لگا دی جائے کہ ٹوائلٹ اور باتھ روم جدا جدا حیثیت اختیار کر جائیں تو اب باتھ روم میں وضو کرتے ہوئے ذکر و وظائف اور دعائیں پڑھ سکتے ہیں کہ اب یہ موضع نجاست نہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبــــــــــہ
ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

فتویٰ 153

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ سنا ہے کہ ہاتھ جوڑ کر دعا مانگنی چاہیے کہ اس سے رحمت اور برکت بھر جاتی ہے اور اگر ہاتھ پھیلا دیئے تو رحمت اور برکت نہیں آتی، کیا یہ درست ہے نیز دعا کا صحیح طریقہ بتا دیں؟ اگر دعا کے دوران ہاتھوں پر کپڑا ہو تو درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دُعا کرتے وقت دونوں ہاتھوں کے درمیان فاصلہ رکھنا افضل ہے اگرچہ تھوڑا ہی فاصلہ ہو، لیکن اگر کوئی دونوں ہاتھوں کو ملا کر دُعا کرے تو بھی حرج نہیں۔ البتہ دُعا میں دونوں ہاتھوں کو ملا کر یا پھیلا کر رکھنے کے حوالہ سے آپ نے جو کچھ سُنا اس کا ثبوت نہیں ایسا کہنا درست نہیں ہے اور دُعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ ہاتھ کپڑے وغیرہ سے چُھپے ہوئے نہ ہوں۔ امامِ اہلِ سنّت سے سوال ہوا کہ ہاتھ ملا کر دُعا چاہیے یا علیحدہ علیحدہ کرے؟ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ”دونوں ہاتھوں میں کچھ فاصلہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، 6/328) فضائلِ دُعا میں رَئِیْسُ الْمُتَکَلِّمِیْن مولانا نقی علی خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن دُعا کے آداب ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”ہاتھ کھلے رکھے، کپڑے وغیرہ سے پوشیدہ نہ ہوں۔“ (فضائلِ دعا، ص76 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

حجامہ

حجامہ کروانا سنت ہے یا نہیں؟

حجامہ کی حقیقت

فتویٰ 154

کیا فرماتے ہیں عُلَمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس بارے میں کہ حجامہ کروانا سنّت ہے یا نہیں؟ آجکل بہت سے حجامہ سینٹر کھلے ہوئے ہیں، ایک تو اِسے سنّت کہتے ہیں اور دوسرا کئی بیماریوں سے شِفایابی کا دعوی کرتے ہیں۔ اِس کی اِسلام میں کیا حقیقت ہے؟ رہنمائی فرمادیجئے۔ سائل: محمد حیدر عطاری (راولپنڈی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

"حجامہ" عَرَبی کا لفظ ہے، اِس کا معنیٰ ہے پچھنے لگانا۔ حجامہ کروانا حضورِ اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے ثابِت ہے، اَحادیثِ طیّبہ میں حجامہ کی ترغیب بھی دی گئی اور اِسے شِفایابی کا سبب بھی قرار دیا گیا۔

حجامہ اَحادیثِ طیّبہ سے ضرور ثابت، بلکہ بعض میں جسم کے کچھ مقامات کی نشاندہی بھی فرمائی گئی کہ اِن میں حجامہ کروانا بہت مفید ہے، مگر اِن پر اپنی مرضی سے عمل نہیں کرنا چاہئے، بے شک اَحادیث میں تجویز فرمائے گئے علاج برحق ہیں، لیکن اِن کا حکم خُصوصی طور اَہلِ عَرَب کی کیفیات و اَمراض کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے فرمایا گیا، جیسا کہ کلونجی کے متعلق وارِد ہوا کہ اِس میں موت کے سوا ہر بیماری کی شفا ہے، اِس کے تحت مُحدِّثینِ کِرام نے یہی فرمایا: یہاں عَرَب کی عام بیماریاں مراد ہیں، جبکہ ہمارے مزاج و امراض اَہلِ عرب سے

قدرے مختلف ہیں، لہٰذا بغیر طبیبِ حاذِق کے مشورے کے پچھنے نہ لگوائے جائیں۔

عَلاوہ ازیں خیال رہے کہ حجامہ بھی دیگر علاجوں کی طرح باقاعدہ ایک علاج ہے، اِس میں جسم سے غیر مقصودی خون نکالا جاتا ہے، اور اِس بات کو اِس فن کے لوگ ہی پہچانتے ہیں، لہٰذا حجامہ کے لئے بھی دیگر علاجوں کی طرح حجامہ کرنے والے کا حقیقی ماہر ہونا ضروری ہے، تاکہ حقیقی فوائد حاصل ہو سکیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

مسواک

عورت کا مسواک یا دنداسا استعمال کرنا

فتویٰ 155

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کے لئے مِسواک کرنا سنّت ہے یا نہیں؟ نیز اگر عورت دَنداسا یا کوئی اور چیز استعمال کرے تو اسے مِسواک کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کے لئے مسواک کرنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سنّت ہے البتہ عورت کے لئے مستحب ہے کہ وہ بجائے مسواک کے دوسری نرم چیزیں، مثلاً مِسّی کے ذریعے دانت صاف کرے کیونکہ عورتوں کے دانت مَردوں کے مقابلے میں کمزور ہوتے

ہیں اور مسواک پر مُواظبت (ہمیشگی) ان کے دانتوں کو مزید کمزور کردے گی اور مِسّی یا کسی پاؤڈر کے ذریعے دانت صاف کرتے وقت حصولِ ثواب کی نیت پائے جانے کی صورت میں مسواک کا ثواب بھی ملے گا کہ عورت کے لئے یہ چیزیں ثواب کے معاملے میں مسواک کے قائم مقام ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

تحائف

بچوں کی عیدی سے دوسرے بچوں کو عیدی دینا

فتویٰ 156

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عیدُ الفطر کے موقع پر والدین کی طرف سے چھوٹے بچوں کو عیدی دی جاتی ہے، اسی طرح سے بچے جب کسی رشتہ دار کے گھر جاتے ہیں تو وہاں سے بھی نابالغ بچوں کو عیدی ملتی ہے اور پھر ان رشتے داروں کے بچے جب ان ہی کے گھر آتے ہیں تو والدین بچوں کو ملی ہوئی عیدی میں سے رشتے داروں کے بچوں کو عیدی دے دیتے ہیں کیا بچوں کی عیدی میں سے رشتے داروں کے بچوں کو عیدی دے سکتے ہیں یا نہیں اور والدین اسے اپنے استعمال میں لاسکتے ہیں یا نہیں نیز عیدی اور بچوں کی سالگرہ پر جو لفافے و تحائف وغیرہ ملتے ہیں وہ کس کی ملک ہوں گے بچوں کی یا والدین کی؟

سائل: عمران (لطیف آباد، زم زم نگر حیدر آباد)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں بچوں کو جو عیدی ملتی ہے وہ بچوں کی مِلک ہوتی ہے والدین اسے رشتے داروں کے بچوں کو عیدی میں نہیں دے سکتے اور والدین خود بھی ان پیسوں کو اپنے لئے استعمال نہیں کر سکتے، ہاں! اگر والدین فقیر ہوں اور انہیں پیسوں کی حاجت ہو تو بقدرِ ضرورت اس میں سے استعمال کر سکتے ہیں، اس کے علاوہ انہیں بھی استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

نیز عیدی یا بچوں کی سالگرہ میں جو لفافے و تحائف (Gifts) بچوں کو ملتے ہیں اس کے متعلق اگر دینے والا خود صراحت کر دے کہ یہ فلاں کے لئے ہیں تو جس کے لئے کہا گیا وہ اسی کے لئے ہوں گے ورنہ جن چیزوں کے متعلق معلوم ہو کہ وہ بچے کے لئے ہیں، مثلاً چھوٹے کپڑے، کھلونے وغیرہ، تو وہ بچے کے لئے ہوں گے، ورنہ والدین کے لئے، پھر اگر دینے والا باپ کے رشتے داروں یا دوستوں میں سے ہے تو وہ باپ کے لئے ہوں گے اور اگر ماں کے رشتے داروں یا جاننے والوں میں سے ہے تو وہ ماں کے لئے ہوں گے۔ الغرض! عرف و عادت پر اعتبار کیا جائے گا، اگر باپ کے خاندان کی جانب سے زنانہ چیزیں تحائف مثلاً کپڑے وغیرہ آئیں تو وہ عورت کے لئے ہوں گے اور عورت کے خاندان کی طرف سے مردانہ استعمال کی چیزیں آئیں تو مرد کے لئے ہوں گی اور ایسی چیز ہو جو مرد و عورت دونوں استعمال کرتے ہوں تو جس کے خاندان یا عزیزوں کی جانب سے ہو اسی کے لئے ہو گی۔ **البتہ عیدی کی اتنی بڑی رقم جس کے بارے میں معلوم ہے کہ اتنی رقم بچوں کو نہیں بلکہ ان کے والدین کو ہی دی جاتی ہے تو وہ بچوں کی مِلک نہیں ہو گی بلکہ اوپر کی تفصیل**

کے مطابق ماں یا باپ کی ہو گی۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــہ
مفتی محمد قاسم عطاری

رشوت کے تحفے کا حکم

فتویٰ 157

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید نے رشوت کے طور پر بکر کو کوئی تحفہ دیا لیکن اب زید نے اس گناہ سے توبہ کرلی تو کیا جو گفٹ دیا تھا وہ واپس لینا ضروری ہے یا یہ معاف بھی کر سکتا ہے؟ وہ گفٹ باقی موجود ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

رشوت کے طور پر جو چیز دی جائے شرعی طور پر لینے والا اس کا مالک نہیں بنتا بلکہ اس کا مالک وہی رہتا ہے جس کی وہ چیز تھی۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں بکر جس نے رشوت لی ہے اس پر فرض ہے کہ وہ زید کی چیز اسے لوٹا دے اور زید کو بھی یہ حق ہے کہ وہ اپنی چیز کا تقاضا کرے۔ ہاں اگر زید اب توبہ کر چکا ہے اور لینے والے کو وہ چیز معاف کرنا چاہتا ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں: (1) اگر بکر وہ چیز ہلاک و تَلَف کر چکا ہے تو اب زید مُعاف کر سکتا ہے اور معاف کرنے کا مطلب یہ بنے گا کہ تَلَف کرنے کی وجہ سے بکر کے ذمّہ پر چیز کا جو تاوان لازم آیا تھا اس کا مطالبہ ساقط و معاف ہو گیا۔ (2) اور اگر وہ چیز بکر کے پاس باقی ہے

تو اب زید کے معاف کرنے سے بھی اس چیز کا مالک بکر نہیں بنے گا بلکہ وہ چیز بدستور زید کی رہے گی کیونکہ عین چیز کو معاف نہیں کیا جاتا بلکہ معاف تو اس کو کیا جاتا ہے جو کسی کے ذمّہ پر لازم ہو۔ لہٰذا اب اگر زید وہ چیز بکر کی ملکیت میں دینا چاہتا ہے تو وہ نئے سرے سے اس کو ہِبہ کرے یعنی بطورِ گفٹ دے تو بکر کے قبول کرتے ہی وہ چیز اب بکر کی ملکیت میں چلی جائے گی۔

تنبیہ: یہ واضح رہے کہ اس نیت سے رشوت لینا یا دینا کہ بعد میں ہبہ کا یہ طریقہ اپنا لیں گے یہ رشوت کو جائز نہ کر دے گا بلکہ رشوت حرام ہی رہے گی اور ہبہ کے اس طریقے سے گناہ سے چھٹکارہ نہیں بلکہ بعض صورتوں میں یہ ہبہ بھی رشوت ہی کہلائے گا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	محمد ساجد عطاری مدنی

شوہر کی اجازت کے بغیر والدہ کو تحفہ دینا

فتویٰ 158

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر زیادہ مالیت کی چیز اپنی والدہ کو تحفے میں دے سکتی ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر بیوی اپنے مال میں سے زیادہ یا کم مالیت کی کوئی بھی چیز اپنی والدہ کو تحفے میں دینا چاہتی ہے تو اسے اجازت ہے کہ شوہر سے پوچھے بغیر دے دے مگر شوہر کا دل خوش کرنے اور حسنِ معاشرت کے طور پر اس کی اجازت لے لینا بہتر ہے کہ عُموماً گھر چلنے میں اس کا

بہت بڑا حصّہ ہوتا ہے۔

اور اگر شوہر کے مال میں سے دینا چاہتی ہے تو کم قیمت کی چیز ہو یا زیادہ قیمت کی، شوہر کے مال میں سے اپنی ماں یا کسی اور کو، بغیر شوہر کی اجازت کے تحفہ دینا جائز نہیں، اس میں اجازت لینا ضروری ہے، ہاں اجازت صراحۃً بھی ہو سکتی ہے، اور دلالۃً بھی مثلاً شوہر کی غیر موجودگی میں مہمان آ گیا تو ہمارے عُرف کے مطابق اس کی معمولی خاطر تواضع کرنے کی اجازت ہوتی ہے لہٰذا صراحۃً یا دلالۃً جتنی اِجازت ہو شوہر کے مال میں سے اتنا خرچ کیا جا سکتا ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی چیز کسی کو دینی ہو تو شوہر کی اجازت لینا ضروری ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

زیب وزینت

مرد کا زنانہ کپڑے، جوتے یا دیگر اشیا استعمال کرنا کیسا؟

فتویٰ 159

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرد کا عورت کے کپڑے، جوتے وغیرہ اشیاء کو استعمال کرنا کیسا ہے؟ اور اس میں مَحرم و غیر مَحرم اور عمر کا کوئی فرق ہو گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مرد خواہ مَحرم ہو یا غیر مَحرم اسے زَنانہ کپڑے، جوتے یا کوئی اور زَنانہ چیز اپنے استعمال

میں لانا جائز نہیں، کہ اس میں عورتوں سے مُشابہت ہے اور عورتوں سے مُشابہت اِختیار کرنے والوں پر حدیث پاک میں لعنت آئی ہے ،پس جب عِلّت مُشابہت ہے تو محرم وغیر مَحرم ہر دو کے لئے ناجائز ہے کہ مُشابہت دونوں صورتوں میں ہے،اسی طرح عمر کے جس حِصّے میں اِستعمال کیاجائے گاتو تَشَبُّہ پایاجائے گالہذا بوڑھا استعمال کرے یا جوان ہر دوصورت میں ناجائز ہے، حتّٰی کہ اگر چھوٹے بچے کو والدین وغیرہ پہنائیں گے، تو یہ پہنانے والے گنہگار ہوں گے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــــــــہ
مفتی محمد ہاشم خان عطاری	محمد عرفان مدنی

دھاگے یا اُون کی چُٹیا لگانا

فتویٰ 160

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل عورتیں بالوں میں دھاگے وغیرہ کی چُٹیا لگاتی ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کا دھاگوں یا اُون سے بنی ہوئی چُٹیا اپنے بالوں میں لگانا جائز ہے،اس میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ اپنے یا کسی اور انسان کے بالوں کی چُٹیا لگانا، ناجائز و حرام ہے، حدیثِ پاک میں انسانی بال لگانے اور لگوانے والی دونوں عورتوں پر لعنت آئی ہے، لہٰذا اس سے اِجتِناب کیا جائے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح — مفتی فضیل رضا عطاری

کتبــــــــــہ — محمد سرفراز اختر عطاری

عورتوں کا بازو، ہاتھ، پاؤں اور ٹانگوں کے بال منڈوانا

فتویٰ 161

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا عورتیں بازو، ہاتھ، پاؤں اور ٹانگوں کے بال منڈوا یا ترشوا سکتی ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتیں بازو، ہاتھ، پاؤں اور ٹانگوں کے بال اُتار سکتی ہیں۔ صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں: "سینہ اور پیٹھ کے بال مونڈنا یا کتروانا اچھا نہیں، ہاتھ، پاؤں، پیٹ پر سے بال دور کر سکتے ہیں۔" (بہار شریعت، 3/585)

نیز یہ بات علماء کے بیان کردہ اس مسئلے سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ کلائیوں وغیرہ پر بال ہوں تو ترشوا دیں تاکہ وضو میں کم پانی استعمال ہو۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

آرٹیفشل (Artificial) پلکیں لگانا کیسا؟

فتویٰ 162

کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت آرٹیفشل پلکیں لگا سکتی ہے یا نہیں؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

آرٹیفشل (یعنی مصنوعی) پلکیں جبکہ اِنسان اور خِنزیر (Pig) کے بالوں سے بنی ہوئی نہ ہوں، زِینت کے طور پر عورتوں کا لگانا جائز ہے۔ لیکن وُضو، غُسل کرنے کے لئے ان پلکوں کا اُتارنا ضروری ہوگا کیونکہ آرٹیفشل پلکیں گُوند وغیرہ سے لگانے کے بعد اَصلی پلکوں کے ساتھ چِپکادی جاتی ہیں، لہٰذا انہیں اُتارے بغیر اصلی پلکوں کا دھونا ممکن نہیں جبکہ وُضو، غُسل میں اَصلی پلکوں کے ہر بال کا دھونا فرض ہے۔

وَاللہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

عورت کہاں تک زینت اختیار کر سکتی ہے؟

فتویٰ 163

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ (1) عورت صرف اور صرف اپنے شوہر کے لئے زینت اختیار کرتے ہوئے کبھی کندھوں سے نیچے اور کبھی کندھوں سے اوپر بال کٹواتی ہے، یہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ (2) عورت کو اپنے شوہر کے لئے کہاں تک میک اپ (Make up) کرنے کی اجازت ہے؟ (3) غیر شادی شدہ نوجوان عورت کو کہاں تک زینت کی اجازت ہے؟

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1) کندھوں سے اوپر بال کٹوانا ناجائز و حرام ہے کہ یہ مردوں سے مشابہت ہے۔

اگر شوہر اس پر راضی ہو تو وہ بھی گناہ گار ہے۔ہاں کندھوں سے نیچے نوکیں وغیرہ کاٹنے میں حرج نہیں۔

(2) عورت کا اپنے شوہر کے لئے زینت کرنا جبکہ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے حلال اشیاء سے کرے، جائز و مستحب ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ”کہ عورت کا اپنے شوہر کے لئے گہنا پہننا، بناؤ سنگار کرنا باعثِ اجرِ عظیم اور اس کے حق میں نمازِ نفل سے افضل ہے۔ بعض صالحات کہ خود اور ان کے شوہر دونوں صاحب اولیاءِ کرام سے تھے ہر شب بعد نمازِ عشا پورا سنگار کرکے دلہن بن کر اپنے شوہر کے پاس آتیں اگر انھیں اپنی طرف حاجت پاتیں حاضر رہتیں ورنہ زیور ولباس اتار کر مُصلّٰی بچھاتیں اور نماز میں مشغول ہو جاتیں اور دُلہن کو سجانا تو سنّتِ قدیمہ اور بہت احادیث سے ثابت ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ،22/126)

(3) کنواری لڑکی بھی شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے حلال اشیاء سے میک اپ وغیرہ کر سکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ”بلکہ کنواری لڑکیوں کو زیور ولباس سے آراستہ رکھنا کہ ان کی منگنیاں آتی ہیں، یہ بھی سنّت ہے، بلکہ عورت کا باوصفِ قدرت بالکل بے زیور رہنا مکروہ ہے کہ مردوں سے تَشَبُّہ ہے۔ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عورت کو بے زیور نماز پڑھنا مکروہ جانتیں اور فرماتیں: کچھ نہ پائے تو ایک ڈورا ہی گلے میں باندھ لے۔“ (فتاویٰ رضویہ،22/128)

یاد رہے کہ عورتوں کا بھنویں ترشوانا جائز نہیں ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــــــــــہ
مفتی محمد ہاشم خان عطاری	ابو احمد محمد انس رضا عطاری

عورت کا غیر ضروری بال صاف کرنے کے لئے اُسترہ وغیرہ استعمال کرنا کیسا؟

فتویٰ 164

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورتیں اپنے غیر ضروری بال استرے یا اس کے علاوہ لوہے کی کسی اور چیز سے صاف کر سکتی ہیں یا نہیں؟ بعض عورتیں اس بارے میں سخت وعیدیں سناتی ہیں کہ اس طرح کرنے والی کا جنازہ نہیں اُٹھے گا۔ کیا یہ درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کے لئے بھی اپنے غیر ضروری بال استرے یا اس کے علاوہ لوہے وغیرہ کی کسی چیز سے صاف کرنا جائز ہے۔ شریعتِ مطہرہ کو مقصود یہاں کی صفائی ہے وہ کسی بھی چیز سے حاصل ہو جائے۔

اور بعض عورتیں اس پر جو وعیدیں سناتی ہیں کہ استرہ اور لوہے کی چیز سے بال کٹوانے والی کا جنازہ نہیں اٹھتا محض بے اصل اور احمقانہ بات ہے ایسی باتوں سے احتراز چاہئے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

سرخی لگانا اور اس میں نماز پڑھنا

فتویٰ 165

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا عورت

کو سُرخی (Lip stick) لگانا جائز ہے، اور اس میں نماز کا کیا حکم ہے؟

سائل: محمد سعید (ملیر کینٹ، باب المدینہ کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر سرخی (Lip stick) کے اجزاء میں کوئی حرام اور ناپاک چیز شامل نہ ہو تو اس کا استعمال کرنا جائز ہے۔ البتہ وضو و غسل کے متعلق یہ حکم ہے کہ اگر سرخی ایسی جِرم دار (یعنی تہہ والی) ہو کہ پانی کو جسم تک پہنچنے سے روکتی ہو تو اس کے لگے ہونے کی صورت میں وضو و غسل درست نہیں ہوں گے اور وضو و غسل کے درست ہونے کے لئے اس جِرم کو ختم کرنا ہوگا، لہٰذا اگر ایسے وضو یا غسل سے نماز ادا کی تو وہ نماز درست نہ ہوئی، اسے دوبارہ پڑھنا لازم اور اگر ایسی جِرم دار نہیں ہے تو اس کے لگے ہونے کی صورت میں وضو و غسل دونوں درست ہو جائیں گے، اور ان سے پڑھی ہوئی نماز بھی درست ہوگی بشرطیکہ کوئی اور مُفسِد یا مکروہِ نماز نہ پایا گیا ہو۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

اسٹیکرز (Stickers) والے میک اَپ (Make Up) کا حکم

فتویٰ 166

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ آج کل ایسی مہندی مارکیٹ میں بیچی جا رہی ہے جسے ہاتھ وغیرہ پر لگانے سے ہاتھ پر ایسی ہی ایک

باریک جِرم دارتہ چڑھ جاتی ہے جیسے نیل پالش لگانے سے چڑھتی ہے۔ ایسی مہندی لگی ہوئی ہونے کی صورت میں وضو و غسل ہو جائے گا یا نہیں؟ نیز نیل پالش لگی ہو تو وضو و غسل ہو جائے گا یا نہیں؟ نیز ایسے میک اَپ کے چہرے یا بدن پر ہونے سے وضو و غسل ہو جائے گا یا نہیں جو اسٹیکرز (Stickers) کی صورت میں ہوتا ہے اور اسے باقاعدہ چہرے پر چپکایا جاتا ہے اور وہ اسٹیکرز پانی کے جِلد تک پہنچنے سے مانع ہوتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوال میں مذکورہ مہندی، نیل پالش اور اسٹیکرز والے میک اَپ کے لگے ہونے کی حالت میں وضو اور غسل نہیں ہوگا، اس لئے کہ مذکورہ تینوں چیزیں پانی کے جِلد تک پہنچنے سے مانِع (رکاوٹ) ہیں، اور یہ کسی شرعی ضرورت یا حاجت کے لیے بھی نہیں ہیں، قاعدہ یہ ہے کہ جو چیزیں پانی کو جسم تک پہنچنے سے مانع ہوں ان کے جسم پر چپکے ہونے کی حالت میں وضو اور غسل نہیں ہوتا، کیونکہ وضو میں سر کے علاوہ باقی تینوں اعضائے وضو اور غسل میں پورے جسم کے ہر ہر بال اور ہر ہر رونگٹے پر پانی بہ جانا فرض ہے۔ اور جہاں تک اِس بات کا تعلق ہے کہ فقہائے کرام نے مہندی کے جِرم کے باوجود وضو ہو جانے کی تصریح کی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ فقہائے کرام کا یہ حکم اُس معمولی سے جِرم کے بارے میں ہے جو مہندی لگانے کے بعد اچھی طرح دھونے کے بعد بھی لگا رہ جاتا ہے جس کی دیکھ بھال میں حَرَج ہے جیسے آٹا گوندھنے کے بعد معمولی سا آٹا ناخن وغیرہ پر لگا رہ جاتا ہے، یہ نہیں کہ پورے ہاتھ پاؤں پر پلاسٹک کی طرح مہندی کا جِرم چڑھا لیں، بازوؤں پر بھی ایسی ہی مہندی کا اچھا خاصا حصّہ چڑھا لیں، پورا چہرہ اسٹیکرز والے میک اَپ سے چُھپا لیں اور پھر

بھی وضو و غسل ہو تا رہے۔ایسی اجازت ہر گز ہر گز کسی فقیہ نے نہیں دی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبـــــــــــــــہ
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
محمد نوید چشتی

سر کے بال کٹوانا

فتویٰ 167

کیا خواتین سر کے بال کٹوا کر چھوٹے کروا سکتی ہیں؟

سائل: فرحان (سولجر بازار، کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں کو اپنے سر کے بال اس قدر چھوٹے کروانا کہ جس سے مردوں سے مشابہت ہونا جائز و حرام ہے اسی طرح فاسقہ عورتوں کی طرح بطور فیشن بال کٹوانا بھی منع ہے، ہاں بال بہت لمبے ہو جانے کی صورت میں اس قدر کاٹ لینا کہ جس سے مردوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو، جس طرح عموماً کنارے کاٹ کر برابر کئے جاتے ہیں یہ جائز ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری
26ذوالحجۃ الحرام1437ھ/29ستمبر2016ء

چہرے کے بالوں کا صاف کروانا

فتویٰ 168

عورت کے چہرے پر اگر بال آگئے ہوں تو پوچھنا یہ ہے کہ کیا وہ اپنے چہرے کی تھریڈنگ یعنی چہرے کے بال صاف کرواسکتی ہے یا نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَ الصَّوَابِ

عورت کے چہرے پر اگر بال آگئے ہوں تو عام حالت میں اس کے لئے یہ بال صاف کرانا مباح و جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں اور یہ کام اگر شوہر کے لئے زینت کی نیت سے ہو تو جائز ہونے کے ساتھ ساتھ مستحب بھی ہے کیونکہ عورت کو شوہر کے لئے زینت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور چہرے پر بالوں کا ہونا شوہر کے لئے باعثِ نفرت و وحشت اور خلافِ زینت ہے۔

البتہ ابرو بنوانا اس حکم سے مستثنیٰ ہے کہ صرف خوبصورتی و زینت کے لئے ابرو کے بال نوچنا اور اسے بنوانا، ناجائز ہے، حدیثِ پاک میں ابرو بنوانے والی عورت کے بارے میں لعنت آئی ہے لہٰذا آجکل عورتوں میں ابرو بنوانے کا جو رواج چل پڑا ہے، یہ ناجائز ہے، اس سے ان کو باز آنا چاہئے۔ہاں ایک صورت یہ ہے کہ ابرو کے بال بہت زیادہ بڑھ چکے ہوں، بھدے (بُرے) معلوم ہوتے ہوں تو صرف ان بڑھے ہوئے بالوں کو تراش کر اتنا چھوٹا کر سکتے ہیں کہ بھدا پن دور ہو جائے، اس میں حرج نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	المتخصص فی الفقہ الاسلامی
02رمضان المبارک 1437ھ 08جون 2016ء	محمد سرفراز اختر عطاری

کانچ کی چوڑیاں پہننا

فتویٰ 169

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورت مروجہ کانچ کی چوڑیاں پہن سکتی ہے؟ سائل: محمد سعید (صدر، باب المدینہ کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کانچ کی چوڑیاں پہن سکتی ہے بلکہ شوہر کیلئے سنگار کی نیّت سے مُستَحب اور اگر والدین یا شوہر نے حکم دیا تو اب اس پر چوڑیاں پہننا واجب ہو گا۔

سَیِّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن سے سوال ہوا "چوڑیاں کانچ کی عورتوں کو جائز ہیں پہننا یا ناجائز ہیں؟" "تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا" جائز ہیں لِعَدَمِ الْمَنْعِ الشَّرْعِیِّ (مانع شرعی نہ ہونے کی وجہ سے) بلکہ شوہر کے لئے سِنگار کی نیّت سے مستحب، وَاِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات (ترجمہ: اعمال کا دارومدار نیت پر ہے) بلکہ شوہر یا ماں یا باپ کا حکم ہو تو واجب، لِحُرْمَةِ الْعُقُوْقِ وَلِوُجُوْبِ طَاعَةِ الزَّوْجِ فِيْمَا يَرْجِعُ اِلَى الزَّوْجِيَّةِ (ترجمہ: والدین کی نافرمانی حرام ہونے اور میاں بیوی کے آپس کے اُمور میں شوہر کی اِطاعت واجب ہونے کی وجہ سے)۔"

(فتاویٰ رضویہ، 22/115، 116)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

20 شعبان المعظم 1437ھ / 28 مئی 2016ء

متفرقات

مزار پر چادر چڑھانے کی منّت

فتویٰ 170

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے ولیُّ اللہ کے مزار پر چادر چڑھانے کی منّت مانی ہو تو کیا اسے پورا کرنا واجب ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

کسی بزرگ کے مزار پر چادر چڑھانے کی منّت کوئی شرعی منّت نہیں کہ اس کی جنس سے کوئی واجبِ شرعی نہیں لہٰذا اس کا پورا کرنا واجب نہیں، البتّہ بزرگانِ دین کے مزارات پر چادر ڈالنا بقصدِ تبرّک مستحسن و بہتر ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

داماد کے لئے محرم کون؟

فتویٰ 171

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ساس اور داماد کے درمیان شرعی نقطۂ نظر سے پردہ واجب ہے یا نہیں؟ نیز بیوی کی دادی، نانی سے پردہ ہے یا نہیں؟ یہ بھی بیان فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ساس اور داماد کے درمیان پردہ واجب نہیں ہے کیونکہ ان کے درمیان حرمتِ مصاہرت کی وجہ سے نکاح ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حرام ہے اور جن دو شخصوں کے مابین نکاح ہمیشہ کیلئے حرام ہو، ان کے درمیان پردہ واجب نہیں ہوتا۔ البتہ چونکہ اس حرمت کی وجہ نسب نہیں بلکہ مصاہرت یعنی سسرالی رشتہ ہے لہٰذا پردہ کرنا منع بھی نہیں ہے اگر عورت پردہ کرنا چاہے تو اسے پردہ کرنے کا اختیار حاصل ہے بلکہ ساس جوان ہو تو اسے داماد سے پردہ کرنا ہی بہتر ہے اور اگر خدانخواستہ فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو خاص اس صورت میں پردہ کرنا واجب ہو گا۔

نیز جو حکم خاص اپنی ساس کا ہے بعینہٖ وہی حکم بیوی کی دادی، نانی کا ہے کہ جس طرح حرمتِ مصاہرت کی وجہ سے بیوی کی ماں یعنی اپنی ساس سے نکاح حرام ہے اسی طرح بیوی کی دادی، نانی سے بھی نکاح ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

سالگرہ منانا اور کیک کاٹنا کیسا؟

فتویٰ 172

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ سالگرہ منانا اور اس میں کیک کاٹنا شرعی طور پر کیسا ہے؟ رہنمائی فرمادیں۔ سائل: تصور حسین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر سالگرہ میں کوئی خلافِ شرع کام نہ کیا جائے تو کسی کا یومِ پیدائش منانا، اس میں کیک کاٹنا یا اپنے عزیزوں کے لئے کھانے وغیرہ کا انتظام کرنا، اس میں حرج نہیں بلکہ صِلۂ رحمی (رشتہ داروں سے حُسنِ سُلوک) کی اچھّی نیّت کے ساتھ ہو گا تو ثواب بھی ملے گا۔

البتّہ فی زمانہ سالگرہ منانے میں بہت سے غیر شَرْعی کام بھی ہوتے ہیں مثلاً: گانے باجے، میوزک، بے پردگی، غیر محرم مَردوں و عورتوں کا اِختِلاط، ان کا آپس میں بے تکلّفی سے ہنسی مذاق وغیرہ تو یہ سارے امور ناجائز و حرام ہیں، یوں سالگرہ کرنے کی ہرگز اجازت نہیں، لہٰذا اوپر جو جائز و درست طریقہ بیان کیا ہے اس کے مطابق اگر کوئی سالگرہ منائے تو اجازت ہے ورنہ نہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــــہ
مفتی محمد قاسم عطاری	ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

موبائل میں قرآنی اپلی کیشن یا جیبی سائز قرآنِ پاک واش روم لے جانا کیسا؟

فتویٰ 173

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ موبائل میں اپلی کیشن (Application) کی صورت میں قرآن ہو تو کیا موبائل لے کر واش روم میں جاسکتے ہیں؟ چھوٹے سائز کا قرآن شریف جیب میں ہو تو اس حالت میں کیا واش روم میں جاسکتے ہیں؟

سائل: محمد عبد اللہ (قاری ماہنامہ فیضانِ مدینہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

موبائل میں قرآنی ایپلی کیشن (Application) یا پی ڈی ایف فائل (P.D.F. File) موجود ہو لیکن موبائل اسکرین (Screen) آف (Off) ہے یا اسکرین پر ظاہر ہے لیکن جیب کے اندر اس حالت میں ہے کہ اسکرین ظاہر نہیں ہو رہی تو اس حالت میں قضائے حاجت کے لئے واش روم جانے میں کچھ حرج و گناہ نہیں۔

جبکہ جیبی سائز قرآنِ پاک کسی غِلاف یا رومال میں لپٹا ہوا ہو تب بھی اس کو بیت الخلاء میں لے جانے کو مسلمان بُرا اور بے ادبی شمار کرتے ہیں اس لئے اس عمل سے بچنے کا ہی حکم ہے اور اگر قرآنِ پاک غِلاف میں نہ ہو تو بے وضو حالت میں قرآنِ پاک کو چھونا یا پہنے ہوئے لباس کی جیب میں رکھنا جائز نہیں نیز قضائے حاجت کے سبب انسان ویسے ہی بے وضو ہو جاتا ہے لہٰذا قضائے حاجت کے لئے واش روم میں ہرگز قرآنِ پاک لے جانے کی اجازت نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبــــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	جمیل احمد غوری عطاری

کیبورڈ یا ٹچ اسکرین موبائل کے ذریعے آیات قرآنی لکھنے کا کیا حکم ہے؟

فتویٰ 174

کیا فرماتے ہیں عُلمائے کِرام اس بارے میں کہ بغیر وُضو کمپیوٹر کیبورڈ (Key Board) کے ذریعے قرآن پاک لکھ سکتے ہیں؟ نیز سادہ اور ٹچ اسکرین موبائل کی پیڈ (Key pad) کے ذریعے ٹیکسٹ میسیج یا پوسٹ پر قرآنی آیات لکھی جاسکتی ہیں؟

سائل: نور الحسن (ننکانہ) قاری ماہنامہ فیضانِ مدینہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بے وضو حالت میں کمپیوٹر اسکرین پر کمپیوٹر کیبورڈ کے ذریعے قرآن پاک لکھنا جائز ہے نیز موبائل فون میں ٹیکسٹ میسج (Text Message) میں قرآنی آیات موبائل کی پیڈ استعمال کرتے ہوئے لکھنا بھی جائز ہے کہ ان دونوں صورتوں میں قرآنی آیات لکھنے والے بے وضو شخص کا ہاتھ یا اس کے جسم کا کوئی حصہ مَس یعنی ٹچ (Touch) نہیں ہوتا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	جمیل احمد غوری عطاری

مَردوں کے لئے پاؤں کے تلووں میں مہندی لگانے کا کیا حکم ہے؟

فتویٰ 175

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ مردوں کے لئے پاؤں کے تلووں میں مہندی لگانا جائز ہے یا نہیں؟

سائلہ: قاریہ ماہنامہ فیضانِ مدینہ (میانوالی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مردوں کے لئے ہاتھ یا پاؤں پر مہندی لگانا عورتوں سے مُشابہت کی وجہ سے حرام ہے۔ البتہ مرد کے ہاتھ یا پاؤں میں کوئی بیماری ہو اور مہندی بغرضِ علاج بطورِ دوا لگائی جائے تو جائز ہے مگر اس کے لئے چند باتوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے: (1) وہ بیماری مہندی کے سوا کسی اور دوا سے زائل نہ ہوتی ہو۔ (2) نیز مہندی کسی ایسی دوسری چیز کے ساتھ

مخلوط نہ ہوسکے جو اس کے رنگ کو زائل کر دے (3) اور مہندی اس انداز میں نہ لگائی جائے جس سے زینت و آرائش ظاہر ہو یعنی ڈیزائن نہ بنائے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	جمیل احمد غوری عطاری

جس نے سب سے پہلے ربیع الاول کی مبارک دی تو اس پر جنت واجب ہو گئی، ایسی روایت ہے کیا؟

مَن گھڑت روایت عام کرنے سے بچئے

فتویٰ 176

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ ربیع الاول کی آمد سے متعلق یہ روایت بیان کی جارہی ہے کہ جس نے سب سے پہلے کسی کو ربیع الاول کی مبارک دی، اس پر جنت واجب ہو جائے گی، کیا ایسی کوئی روایت موجود ہے، اور کیا اسے شیئر کر سکتے ہیں؟ سائل: محمد توصیف رضا عطاری (لالہ موسیٰ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ربیع الاوّل کی آمد کی خوشی منانا اور چرچا کرنا بہت اعلیٰ اور مستحسن عمل ہے، کہ اس ماہِ مبارک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نبیِّ آخر الزماں صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو اس دنیا میں مبعوث فرما کر مؤمنین پر اِحسان فرمایا، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تشریف آوری یقیناً مسلمانوں کے لئے نعمتِ عظمیٰ ہے، اور نعمت کا چرچا کرنے کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ

عظیم میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴾ ترجمہ: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (پارہ30، والضحیٰ:11)

لیکن جہاں تک سوال میں مذکور روایت کا تعلق ہے، تو ایسی کوئی روایت نظر سے نہیں گزری، نہ علماء سے سُنی، بلکہ ایسی باتیں عموماً مَن گھڑت ہوا کرتی ہیں، اور مَن گھڑت بات حضور اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی طرف قصداً منسوب کرنا حرام ہے، حدیثِ مبارکہ میں اس پر سخت وعید ارشاد فرمائی گئی ہے، چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت مروی ہے: نبیِّ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ“ ترجمہ: جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ (بخاری، 1/57، حدیث:107)

اور بغیر تحقیق و تصدیق ہر سنی سنائی بات کو آگے پھیلانا بھی نہیں چاہیے، کیونکہ حدیثِ پاک میں ایسے شخص کو جھوٹا فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے: ”كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ“ ترجمہ: انسان کے جھوٹا ہونے کو یہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات بیان کردے۔ (مسلم، ص17، حدیث:7)

لہٰذا ایسی روایات پر مشتمل میسجز (Messages) اور پوسٹس (Posts) سے بچنا بہت ضروری ہے۔

وَاللهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

کیا بچے کے کان میں اذان دینے کی کوئی فضیلت ہے؟

فتویٰ 177

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ بچّے کے پیدا ہونے پر اس کے کان میں جو اذان دی جاتی ہے اس کی کوئی فضیلت بتا دیجئے اور کیا اس کے علاوہ بھی اذان دی جاسکتی ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِكِ الۡوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

بچّے کی پیدائش کے فوراً بعد اس کے سیدھے کان میں اذان اور بائیں کان میں اِقامت کے الفاظ کہنا مستحب ہے۔ اِنۡ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے بچّے کی شیطانی خلل اور مِرگی نیز مختلف قسم کی بیماریوں اور بلاؤں سے حفاظت ہوگی۔ بچّہ کے کان میں اذان دینے کے علاوہ غمزدہ، مرگی والے، بدمزاج آدمی، غضبناک جانور کے کان میں، لڑائی کی شدت کے وقت، آگ لگنے کے وقت میت کو دفن کرنے کے بعد، جن کی سَرکشی کے وقت یا کسی پر جن سوار ہو اس وقت، جنگل میں راستہ بھول جائے اور کوئی بتانے والا نہ ہو اس وقت اور وبا کے زمانے میں بھی اذان دینا مستحب ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”جب بچّہ پیدا ہو فوراً سیدھے کان میں اذان، بائیں میں تکبیر (اقامت) کہے کہ خَلَل شیطان واُمُّ الصِّبْیان سے بچے۔“ (فتاویٰ رضویہ، 24/452) بہارِ شریعت میں ہے: ”جب بچّہ پیدا ہو تو مستحب یہ ہے کہ اس کے کان میں اذان و اقامت کہی جائے اذان کہنے سے اِنۡ شَآءَ اللّٰہ تعالیٰ بلائیں دور ہو جائیں گی۔“ (بہارِ شریعت، 3/355)

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح
مفتی فضیل رضا عطاری

کتبـــــــــــــــــہ
جمیل احمد غوری عطاری

بچّے گود دینے کا ایک اہم مسئلہ

فتویٰ 178

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ زید نے اپنی بیوی کی رضا کے ساتھ اپنے دو بیٹے اپنی سالی کو گود دیئے تھے۔ بچّوں کی عُمُر اس وقت ایک دن تھی۔ اب ان کی عُمُریں 8 اور 10 سال کی ہیں، اب زید اپنے بچّے ان سے واپس لینا چاہتا ہے۔ کیا وہ واپس لینے کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟ بچّوں سے رَضاعت کا رشتہ قائم نہیں کیا گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ہمارے مُعاشَرے میں جب کوئی شخص اپنا بیٹا کسی عزیز کو گود دیتا ہے تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ اب وہ واپس نہیں لے گا وہ بچہ گود لینے والے کے پاس رہے گا اور اس کی مکمل تعلیم و تربیت کا انتظام بھی یہ ہی کرے گا تو گویا کہ بچہ گود دینے کے ضمن میں عُرفاً واپس نہ لینے کا وعدہ ہوتا ہے اور اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْط یعنی عرفاً ثابت شدہ بات ایسی ہے جیسے صراحتاً کہی ہو لہٰذا صورتِ مسئولہ میں زید کو وعدہ کی پاسداری کرنی چاہئے بچے واپس نہ لینے چاہئیں جبکہ وہاں بچوں کی تعلیم و تربیت میں کوئی حرج لازم نہ آتا ہو اور اگر تعلیم و تربیت درست طریقہ پر نہ ہو رہی ہو تو بچے واپس لے لینے چاہئے اور یہ وعدہ خلافی بھی نہیں کہلائے گی جبکہ دیتے وقت واپس نہ لینے کا ذہن ہو۔

بہر حال یہ ذہن نشین رہنا چاہئے کہ اپنا بچہ کسی کو گود دینا جائز ہے مگر گود دینا کوئی ایسا

عَقْد (مُعاہدہ) نہیں جس سے وہ حقیقی والد سے لاتعلق ہو جاتا ہو اور گود لینے والا اس کا مالک بن جاتا ہو یا یہ اس کا حقیقی بیٹا بن جاتا ہو کہ کہا جائے حقیقی والد واپس نہیں لے سکتا بلکہ صرف اتنا ہے کہ والد نے اپنا حقِّ پرورش دوسرے کو دے دیا اور یہ حق دوسرے کو دینے کے بعد واپس بھی لیا جا سکتا ہے۔ اس کی نظیر یہ مسئلہ ہے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ جس عورت کو حقِّ پرورش حاصل ہو اگر وہ اپنا حق ساقط کر کے دوسری عورت کو دے دے پھر بچے واپس لینا چاہے اور وہ پرورش کی اہل بھی ہو تو وہ واپس لے سکتی ہے اور اگر بچے کو پالنے والے کے پاس چھوڑنے کی وجہ سے احکامِ شرع کی خلاف ورزی کا خوف ہو تو بچہ ضرور واپس لے لینا چاہئے۔ امامِ اَہلِ سنّت شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرّحمٰن سے جب اسی طرح کا سوال پوچھا گیا جس میں لے پالک لڑکی کا ذِکر تھا اور وہ مُراہِقَہ (یعنی وہ لڑکی جو بالغ ہونے کے قریب ہو) یا بالغہ ہو چکی تھی اور لے کر پالنے والا اجنبی تھا تو اس میں چونکہ بے پردگی اور فتنہ کا مَظِنَّہ (یعنی فتنہ کا گمان ہونے کا مقام) تھا اور باپ واپس لینا چاہتا تھا اس لئے امامِ اَہلِ سنّت نے جواباً بِالتّاکید فرمایا: ”اب کہ بالغہ ہوئی یا قریبِ بلوغ پہنچی جب تک شادی نہ ہو ضرور اس کو باپ کے پاس رہنا چاہئے یہاں تک کہ نو برس کی عُمر کے بعد سگی ماں سے لڑکی لے لی جائے گی اور باپ کے پاس رہے گی نہ کہ اجنبی جس کے پاس رہنا کسی طرح جائز ہی نہیں، بیٹی کر کے پالنے سے بیٹی نہیں ہو جاتی، اس نے جو خرچ کیا اپنی اولاد بنا کر کیا، نہ کہ بطورِ قرض، لہٰذا واپسی کا بھی مستحق نہیں۔“ (فتاویٰ رضویہ، 13/413)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

والد کے بجائے پرورش کرنے والے کا نام استعمال کرنا

فتویٰ 179

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ ایک شخص بنگلہ دیش سے تعلق رکھتا ہے آٹھ سال کی عمر سے وہ پاکستان میں رہائش پذیر ہے اور اس کے والدین بنگلہ دیش میں ہیں۔ وہ یہاں اپنی قوم کے ایک شخص کی پرورش میں رہا اور ولدیت میں باپ کے بجائے اس پرورش کرنے والے شخص کا نام اس کے تمام کاغذات میں لکھا گیا یہاں تک کہ نکاح نامے میں بھی اس پرورش کرنے والے کا نام لکھا گیا ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اس سے نکاح ہو جائے گا یا نہیں؟ جبکہ نکاح کے وقت نکاح خواں نے شوہر سے ایجاب و قبول کروایا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

نکاح نامہ ہو یا کسی بھی قسم کے قانونی کاغذات ہوں ان میں ولدیت لکھنے کی جگہ اصل والد ہی کا نام لکھنا ضروری ہے اور کسی کے پوچھنے پر ولدیت بتاتے وقت بھی حقیقی والد کا ہی نام بتانا ضروری ہے لکھنے بولنے کسی بھی موقع پر ولدیت کی جگہ پھوپھا چچا یا کسی بھی دوسرے شخص کا نام لینا یا لکھنا جائز نہیں۔

شریعتِ مطہرہ نے دوسرے کے بچے کو ازروئے نسب اپنی طرف منسوب کرنے یا اپنے آپ کو دوسرے کی طرف منسوب کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے بلکہ اپنا نسب بدلنے والے شخص پر حدیث شریف میں لعنت بھی فرمائی گئی ہے۔

جہاں تک معاملہ نکاح کا ہے تو دولہے کی ولدیت میں تبدیلی کے باوجود بھی نکاح صحیح ہو جائے گا اس لئے کہ جب شوہر خود مجلس عقد نکاح میں موجود ہے اور قبول بھی وہ خود

ہی کررہا ہے تو نکاح کے درست ہونے کے لئے اس کا یا اس کے اصل والد کا نام لینا کچھ ضروری نہیں۔ البتہ لڑکی سے نکاح کی وکالت لیتے وقت (ایک نام کے متعدد افراد ہونے کی وجہ سے اشتباہ ہونے کی صورت میں اگر) فقط شوہر کے نام سے تعیین نہ ہوتی ہو تو اب اس کے والد کا نام لینا تعیین کے لئے ضروری ہے اور اگر والد کا نام لینے سے بھی وہ مُعَیَّن نہ ہو رہا ہو بلکہ پرورش کرنے والے کا بیٹا ہونے کی حیثیت سے مشہور ہونے کے باعث پرورش کرنے والے کا نام لینے سے مُعَیَّن ہو جاتا ہو تو لڑکی کو شوہر کے نام کے ساتھ پرورش کرنے والے کا نام ولدیت میں بتا کر وکالت و اجازت لی گئی ہو تو اس صورت میں وکالت درست ہو جائے گی اور نکاح پر کچھ اثر نہیں پڑے گا لیکن یاد رہے تب بھی نکاح نامے پر ولدیت میں پرورش کرنے والے کا نام لکھنا جائز نہیں ہو گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــــہ	الجواب صحیح
جمیل احمد غوری عطاری	مفتی فضیل رضا عطاری

عندالعوام جس کمرے میں میت کی روح نکلے اس کی دیواریں دھونے سے میت کی ہڈیاں ٹھنڈی ہوتی ہیں، کیا یہ درست ہے؟

فتویٰ 180

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بیان میں کہ عوام میں مشہور ہے کہ میت کی جس کمرے میں روح نکلے، اس کی دیواروں کو دھونے سے میت کی ہڈیاں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور لازمی اس جگہ کو دھونا چاہئے۔ کیا یہ بات درست ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوال میں مذکور بات کا دینِ اسلام میں کہیں ثبوت نہیں، دینی احکام سے ناواقفیت اور جہالت کی بنا پر ہی اس طرح کی بے ثبوت باتیں عوام میں گردش کرتی ہیں، ایسی باتوں کی طرف ہرگز دھیان نہ دیا جائے، اس طرح کا غلط مسئلہ بتانا گناہ بھی ہے، ایسے شخص پر توبہ بھی واجب ہے اور جتنوں کو غلط مسئلہ بتایا ہے حتی الامکان انہیں درست بات پہنچانا اور غلطی کا ازالہ کرنا بھی ضروری ہے۔ آپ نے تو صحیح بات سمجھنے کیلئے اور شاید دوسروں کی غلط فہمی دور کرنے کے مقصد کے تحت صحیح جگہ پر سوال پوچھ کر درست طریقہ اختیار کیا ہے لیکن عام طور پر اس طرح کی غلط فہمیوں اور بے ثبوت باتوں کی حقیقت جاننے کیلئے علماء سے رابطہ نہیں کیا جاتا، اس لئے خیر خواہی کی نیت سے مشورہ دیا جاتا ہے کہ برادری کے بڑے اور اثر و رسوخ رکھنے والوں کو بھی چاہئے کہ دینی ضروری احکامات کو سیکھنے کا معقول بندوبست کریں اور جہاں کہیں اس قسم کی غلط بے ثبوت باتوں کو پروان چڑھانے والوں کی خبر ملے تو انھیں درست مسئلہ سمجھائیں اور غلط و باطل بات کا قلع قمع کریں۔ عام طور پر علمائے حق سے مربوط رہنے والوں میں اس قسم کی غلط فہمیاں نہیں پائی جاتیں اس سے بھی علمائے حق کی صحبت میں رہنے اور دینی احکام درست طریقے سے سیکھنے سمجھنے کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، افسوس کی بات ہے کہ دنیاوی علوم کے لئے تو موجودہ زمانے میں بہت کوششیں کی جاتی ہیں بہترین اور معیاری ذرائع سے دنیاوی علوم وفنون حاصل کرنے کا ذہن عام طور پر ہوتا ہے مگر دینی ضروری احکام سیکھنے، سمجھنے اور غلط فہمیوں سے بچنے کے لئے باقاعدہ علمائے حق سے مربوط رہ کر دینی علم کے حصول کا شوق ختم ہوتا جارہا ہے۔ اللّٰہ

تعالیٰ حق بات کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

W.C کا رخ قبلہ کی جانب ہو تو کیا کریں؟

فتویٰ 181

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ ہم نے ایک نیا مکان خریدا ہے، جس کے دو واش رُوم ایسے ہیں جن میں W.C کا رُخ قبلہ کی جانب ہے، براہِ کرم یہ ارشاد فرمائیں کہ ان کے متعلّق ہمارے لئے حکم شَرعی کیا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

آپ کے لئے حکمِ شَرعی یہ ہے کہ آپ ان واش روموں سے W.C کا رخ فوراً درست کروائیں، اگر اسی طرح قضائے حاجت یعنی پیشاب اور پاخانہ کرتے وقت قبلہ رُخ پیٹھ یا منہ کرتے رہے تو گنہگار ہوں گے، کیونکہ قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا ناجائز اور گناہ ہے، اور جتنی دیر تک ان کا رُخ درست نہیں ہو جاتا اتنی دیر تک انہیں استعمال کرنے والوں پر لازِم ہے کہ وہ قبلہ سے رخ بدل کر بیٹھیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

جسم پر ٹیٹوز (Tattoos) بنانے کا حکم

فتویٰ 182

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلے کے بارے میں کہ آجکل بازوؤں اور بقیہ جسم پہ ٹیٹوز (Tattoos) بنانے کا رَواج بہت پھیل چکا ہے، اس میں لوگ اپنے جسم میں نام اور مختلف ڈیزائن وغیرہ بنواتے ہیں، یوں کہ مشین سے جسم کو چیر کر پکّا رَنگ بھر دیتے ہیں، اِس میں تکلیف بھی ہوتی ہے، اور زخم بھی بن جاتا ہے، جو چند دنوں بعد ختم ہو کر نیچے کا ڈیزائن واضح کر دیتا ہے، اِس کا شرعی حکم کیا ہے؟

سائل: محمد کامران شاہ (دھمیال، راولپنڈی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جسم پہ مختلف ڈیزائن کے ٹیٹوز بنوانا شرعاً ناجائز و ممنوع ہیں، اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بنائی ہوئی چیز کو تبدیل کرنا ہے، اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں خلافِ شرع تبدیلی کرنا ناجائز و حرام اور شیطانی کام ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنے جسم پر اِس طرح نام یا ڈیزائن بنوا لئے تو اگر بغیر شدید تکلیف و تغیّر کے اُسے ختم کروانا ممکن ہو تو توبہ واِستغفار کے ساتھ ساتھ ختم کروانا لازم ہے، ورنہ اُس کو اُسی حال میں رہنے دے، اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اُس کی توبہ واِستغفار کرتا رہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام میں نماز پڑھنے کی فضیلت

فتویٰ 183

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام میں نماز پڑھنے کی فضیلت اسی حصّہ کے ساتھ خاص ہے جو نبیِّ کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے زمانہ میں موجود تھا یا اس حصّہ کو بھی شامل ہے جو نبیِّ کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی وفاتِ ظاہری کے بعد شامل کیا گیا؟ سائل: مجاہد رضوی (فیصل آباد)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام میں نماز پڑھنے کی فضیلت اسی حصّہ کے ساتھ خاص نہیں جو نبیِّ کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے زمانہ میں موجود تھا بلکہ اس حصّے کو بھی شامل ہے جو نبیِّ کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی وفاتِ ظاہری کے بعد مسجد میں شامل کیا گیا ہے جیسا کہ علامہ جلال الدّین السّیوطی الشافعی (متوفی 911ھ) شرح سننِ ابنِ ماجہ میں فرماتے ہیں: وَالْمُخْتَارُ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ اَنَّ الْحُكْمَ بِالْمُضَاعَفَةِ يَشْمَلُ لِمَا زِيْدَ عَلَيْهِ ترجمہ: جمہور کے نزدیک مختار یہ ہے کہ (مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام میں) زیادتِ ثواب کا تعلق اس حصّے کے ساتھ بھی ہے جس کو مزید شامل کیا گیا ہے۔

(شرح سنن ابن ماجہ للسیوطی، ص 101، باب المدینہ کراچی)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم

کتبـــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

مرغی فروشوں کے لئے ایک اہم مسئلہ

فتویٰ 184

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم مخصوص تِکّہ شاپس(Shops) پر چکن کی سپلائی کرتے ہیں۔ ہمیں اپنے طریقۂ کار پر شرعی رہنمائی درکار ہے۔ ہمارا طریقۂ کار یہ ہے:

ہم مرغی ہاتھ سے شرعی طریقۂ کار کے ساتھ ذَبح کرتے ہیں۔ مرغی کی جان نکل جانے کے بعد اسے گرم پانی میں ڈالتے ہیں چند لمحوں کے بعد نکال کر ایک مشین کے ذریعے اس کے جسم سے تمام پَر اور بال صاف کردیتے ہیں پھر اس کے اندر کی آلائش نکال کر پریشر کے ساتھ بہتے ہوئے پانی سے دھوتے ہیں اور اس کے چار پیس کر دیتے ہیں۔ سوالات یہ ہیں:

(1) ذبح کرنے کے بعد مرغی کو گرم پانی میں ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟(مرغی کو گرم پانی میں اس مقصد کے لئے ڈالا جاتا ہے تاکہ اس کے بال اور پَر نرم پڑ جائیں اور انہیں اُتارنا آسان ہو جائے اس کے بغیر انھیں اُتارنا بہت دشوار ہے اور انہیں گرم پانی میں چند لمحوں کے لئے رکھا جاتا ہے جس کی وجہ سے پانی گوشت تک نہیں پہنچتا کیونکہ گرم پانی کا گوشت تک پہنچنا خود ہمارے لئے نقصان دہ ہے کہ گوشت کے جس حصے تک گرم پانی پہنچے گا گرم پانی اس حصے کو پکا دے گا اور گوشت کی رنگت تبدیل کر دے گا)۔

(2) مرغی کی کھال کھانا جائز ہے یا نہیں؟ مرغی کے پَر اُتارنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اس کی کھال باقی رہے کہ تکہ میں اس کی کھال ذائقہ دار اور لذیذ ہوتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1) سوال سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ذبح شدہ مرغی کو گرم پانی میں ڈالنے سے مقصود اسے اُبالنا نہیں بلکہ اس کی ظاہری جلد کو حرارت پہنچا کر اس کے بال و پَر کی جڑوں کو نرم اور ڈھیلا کرنا ہے تاکہ انھیں اتارنے میں آسانی رہے۔ اتنے میں حرج نہیں۔ اس کے لئے نیم گرم پانی کافی ہے۔ ہاں اگر پانی ابلتا ہوا ہو تو اس میں مرغی فقط اتنی دیر ہی رکھیں جتنی دیر میں مرغی کے بال و پَر کی جڑیں ڈھیلی اور نرم ہو جائیں اس سے زیادہ دیر تک نہ رکھیں۔ پھر بال و پَر اُتارنے اور آلائش نکالنے کے بعد تین بار دھو کر اس گوشت کو کام میں لایا جاسکتا ہے کہ یہ پاک و حلال ہے اور تین بار دھونے کا حکم اس وجہ سے ہے کہ مرغی کو جب پانی میں ڈالا جاتا ہے تو اس کی گردن پر لگا دَمِ مَسْفُوح (بہتا ہوا خون) پانی کو ناپاک کر دیتا ہے یونہی وہ پانی مرغی کے اندر جا کر اس کے اندر کی نجاست بیٹ وغیرہ سے مُخْتَلَط ہو کر (یعنی مل کر) خود بھی ناپاک ہو جاتا ہے اور گوشت کی ظاہری سطح کو بھی ناپاک کر دیتا ہے۔

نیز پاک کرنے کے لئے تین بار دھونا ہی ضروری نہیں بلکہ اس پر کثیر پانی بہانے یونہی پاک پانی جاری کرنے سے جب طہارت کا ظنِّ غالب ہو جائے تو بھی مرغی پاک ہو جائے گی۔ یہ بھی یاد رہے کہ اُبلتے ہوئے پانی میں ذبح شدہ مرغی کو اتنی دیر تک نہ رکھیں کہ پانی گوشت کے اندرونی اجزا میں سرایت کر جائے، اگر اتنی دیر تک رکھا تو نجس پانی کے گوشت میں سرایت کر جانے کی وجہ سے گوشت ناپاک ہو جائے گا اور کسی بھی صورت میں یہ پاک اور اس کا کھانا، جائز نہیں ہو سکے گا۔

نیز دشواری سے بچنے کے لئے آسان طریقہ یہ ہے کہ ذبح کے بعد مرغی کی گردن پر

سے خون کو دھو لیا جائے اور پیٹ چاک کر کے اس کے اندر کی آلائش نکال لی جائیں پھر اسے گرم پانی میں ڈالیں تا کہ بعد میں اسے پاک کرنے کے لئے دھونا نہ پڑے۔

(2) ذبح شدہ مرغی کی کھال یونہی ہر ذبح شدہ حلال جانور کی کھال کھانا جائز ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم

الجواب صحیح	کتبــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	ابو سعید محمد نوید رضا عطاری

پلاٹ کی رجسٹری کے نام پر مٹھائی لینا کیسا؟

فتویٰ 185

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم پلاٹ مکان وغیرہ فروخت کر دیتے ہیں اور رجسٹری بعد میں کرانے کا وعدہ کرتے ہیں پھر جب رجسٹری کرانے کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو ہم مٹھائی کے نام پر خریدار سے کچھ نہ کچھ رقم وصول کرتے ہیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ ہمارے لئے مٹھائی کے نام پر یہ رقم وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

نوٹ: سائل نے وضاحت کی کہ اگر کوئی رقم نہیں دیتا تو پھر رجسٹری میں ٹال مٹول کرتے ہیں اور مٹھائی کی رقم وصول ہونے کی صورت میں ہی رجسٹری کرا کے دیتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

خریدار کا رجسٹری کرانے کے لئے بطور مٹھائی کچھ رقم دینا، اپنا کام بنانے کے لئے دینا ہے اور اپنا کام بنانے کے لئے جو کچھ دیا جائے وہ رشوت (Bribe) ہوتا ہے لہٰذا رجسٹری کرانے کے لئے جو کچھ لیا دیا جاتا ہے یہ بھی رشوت کے زمرے میں آتا ہے اور

لینے والا بہر صورت گناہ گار ہے۔یونہی دینے والا اگر مجبور نہ ہو کہ چاہے دیر سے ہی مگر بغیر رقم ادا کئے اسے اپنا حق یعنی رجسٹری مل جانے کی امید ہو، رقم اس لئے دے رہا ہو کہ کام جلدی ہو جائے یا تعلقات بنے رہیں تاکہ بعد میں آسانی ہو تو دینے والا بھی گناہ گار ہو گا۔البتہ اگر مجبور ہو کہ بغیر کچھ رقم دیئے جلد یا دیر سے اسے اپنا حق ملنے کی کوئی امید نہ ہو تو مجبوری کی اِس حالت میں اس کا دینا اپنی ذات سے ظلم دفع کرنے کے لئے دینا ہو گا لہٰذا اس صورت میں وہ گناہ گار نہیں ہو گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــہ	الجواب صحیح
محمد سرفراز اختر عطاری	مفتی فضیل رضا عطاری

دَف اور ذکر والی نعت خوانی کا حکم

فتویٰ 186

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دف والی نعتیں پڑھنا اور سننا کیسا ہے؟ نیز جن نعتوں میں پیچھے اللہ کا ذکر کیا جارہا ہو اس کا پڑھنا اور سننا جائز ہے یا نہیں؟

سائل: زین العابدین (گلستان کالونی، راولپنڈی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نبیِّ پاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی نعت پاک پڑھنا بلا شبہ باعثِ ثواب، باعثِ برکت، سببِ نزولِ رحمتِ خداوندی اور نبیِّ پاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی رضا و خوشنودی اور آپ کی محبت میں اضافے کا سبب ہے، لیکن باقی تمام معاملات کی طرح اس

میں بھی شریعت کی پاسداری لازم ہے، لہٰذا دَف اگر جھانج کے ساتھ ہو تو اس کا بجانا مطلقاً ناجائز ہے، جھانج والی دَف کے ساتھ نعت پڑھنا زیادہ ممنوع اور سخت گناہ ہے اور اگر دَف کے ساتھ جھانج نہ ہو تو دف بجانے کی اجازت تین شرطوں کے ساتھ ہے اگر ان میں سے ایک بھی کم ہو تو اجازت نہیں، پہلی شرط یہ ہے کہ ہیئتِ تَطَرُّب پر نہ بجایا جائے یعنی قواعدِ موسیقی کی رعایت نہ کی جائے، دوسری شرط یہ ہے کہ بجانے والے مرد نہ ہوں کہ ان کے لئے دَف بجانا مطلقاً مکروہ ہے، تیسری شرط یہ ہے کہ بجانے والی عزت دار بیبیاں نہ ہوں اور جو بچیاں وغیرہ بجائیں وہ بھی غیرِ مَحَلِّ فتنہ میں بجائیں تو جائز ہے اور حدیث مبارکہ میں جس دَف کے بجانے کا ذکر ہے وہ اسی انداز پر تھا۔ آج کل جو طریقہ رائج ہے اس میں دَف بجانے کی مکمل شرائط نہیں پائی جاتیں، تو ایسا دَف بجانا اور اس کے ساتھ نعت پڑھنا جائز نہیں۔

رہی بات نعت پاک کے ساتھ ذکر کی تو نعت کے ساتھ جس طرح ذکر کرنا رائج ہے کہ اس میں ڈھول سے مشابہ آواز پیدا ہوتی ہے اور اس ذکر کو بطور بیک گراؤنڈ (Back Ground) کے نعت میں دلکشی پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اس سے اکابر علماءِ کرام نے منع کیا ہے، ہمارے یہاں کا فتوی بھی یہی ہے اور بعض جگہ تو ذاکرین کو دیکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی نہیں کرتے یا کرتے ہیں تو بگاڑ کر تاکہ اچّھی طرح دھمک پیدا ہو یہ سخت بے ادبی اور ناجائز ہے، اس ذکر کا سننا بھی منع ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــــــــــــــہ
مفتی محمد قاسم عطاری	محمد نوید چشتی

نبی یا نَبِیَّہ نام رکھنا کیسا؟

فتویٰ 187

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ نبی یا نَبِیَّہ نام رکھنا اور اس نام سے پکارنا کیسا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

نبی نام رکھنا اور اس نام سے پکارنا شرعاً حرام ہے اور یہی حکم نَبِیَّہ نام رکھنے کا ہے۔ اس حکم کی تفصیل یہ ہے کہ کسی غیرِ نبی کو نبی ماننا اگرچہ کفر ہے، مگر یہاں حکمِ کفر تو اس وجہ سے نہیں کیونکہ نادان مسلمان اس بچے کو ہرگز نبی یا نَبِیَّہ نہیں مانتے بلکہ محض اپنی جہالت و حماقت سے یہ نام رکھ لیتے ہیں، البتہ چونکہ یہ لفظ ظاہری طور پر اس کے نبی ہونے کا گویا دعویٰ کرنا ہے اس لئے یہ نام رکھنا ناجائز و حرام ضرور ہے۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبــــــــہ
مفتی محمد ہاشم خان عطاری	محمد نور المصطفیٰ عطاری مدنی

ادارے کے کاموں کے لئے ملنے والا پٹرول ذاتی کاموں میں استعمال کرنا کیسا؟

فتویٰ 188

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک پرائیویٹ ادارے کے تحت کچھ ملازم مارکیٹنگ کرتے ہیں، ملازمین کو رُوٹ کے حساب سے روزانہ گاڑی کے لئے پٹرول دیا جاتا ہے اور انہیں اس بات کا پابند کیا جاتا ہے کہ اگر پٹرول بچ

جائے تو ادارے کو واپس کرنا ہے تاکہ اسے اگلے دن کے لئے استعمال کیا جا سکے، کسی کو بھی ذاتی طور پر استعمال کرنے کی اجازت نہیں، پوچھنا یہ ہے کہ اگر پٹرول بچ جائے تو ملازم اسے ذاتی طور پر استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں، براہِ کرم جو بھی حکم شرعی ہو اس سے آگاہ فرمائیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دریافت کی گئی صورت میں ملازمین کو بچا ہوا پٹرول استعمال کرنے کی ہرگز اجازت نہیں، اگر کریں گے تو گنہگار ہوں گے، کیونکہ ملازمین کے پاس جو پٹرول بچ جائے، اس کی شرعی حیثیت امانت جیسی ہے اور امانت میں خیانت جائز نہیں اور خیانت دھوکہ دہی اور باطل طریقے سے مسلمانوں کا مال کھانے کے زُمرے میں آتی ہے جس کی حُرمت قرآن وحدیث میں صَراحت سے موجود ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

دودھ پلانے کی مدّت

فتویٰ 189

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بچوں کو کتنی عمر تک دودھ پلانا چاہئے؟ اور کیا بیٹی اور بیٹے کی دودھ پلانے کی مدت میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دودھ پینے والا لڑکا ہو یا لڑکی دو سال کی عمر تک دودھ پلایا جائے اس کے بعد اگر پلائیں

گے تو ناجائز و گناہ ہوگا اور یہ جو بعض عوام میں مشہور ہے کہ لڑکی کو دو برس تک اور لڑکے کو ڈھائی برس تک پلا سکتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں غلط بات ہے۔ یاد رہے کہ دودھ پلانے کے جواز کی مدت تو دو سال ہی ہے البتہ اگر کوئی عورت دو سال کے بعد بھی ڈھائی سال کے اندر اندر کسی بچّے کو دودھ پلا دے تو حرمتِ رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری

محرم الحرام میں نئے کپڑوں اور شادی کا حکم

فتویٰ 190

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا محرم الحرام کے پہلے دس دن میں نئے کپڑے پہن سکتے ہیں اور گھر میں کلر وغیرہ بھی کروا سکتے ہیں؟ اور کیا محرم الحرام کے مہینے میں شادی کرنا جائز ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

محرم الحرام کے پہلے دس دنوں میں بھی نئے کپڑے پہن سکتے ہیں اور گھر میں کلر بھی کروا سکتے ہیں اور محرم کے مہینے میں شادی بھی کر سکتے ہیں شرعاً اس کی مُمانعت نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــــہ
مفتی فضیل رضا عطاری	ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

محرم الحرام میں قربانی کا گوشت کھانا کیسا؟

فتویٰ 191

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میرے گھر میں قربانی کا گوشت پڑا ہوا ہے۔ چند دن پہلے میرا ایک عزیز گھر میں آیا اس نے بتایا کہ قربانی کا گوشت محرم سے پہلے پہلے ختم ہو جانا چاہئے محرم میں قربانی کا گوشت کھانا گناہ ہے۔ میری راہنمائی فرمائیں کہ قربانی کا گوشت کب تک کھا سکتے ہیں کیا واقعی محرم میں کھانا گناہ ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مستحب یہ ہے کہ قربانی کے گوشت میں سے خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے اور افضل یہ ہے کہ سارے گوشت کے تین حصّے کئے جائیں ایک حصّہ فُقَرا کو اور ایک حصّہ دوست واحباب کو دے اور ایک حصّہ اپنے گھر والوں کیلئے رکھ لے۔ اگر سارا گوشت اپنے گھر میں رکھا اور استعمال کر لیا تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں اور جب تک چاہیں رکھ سکتے ہیں استعمال کر سکتے ہیں محرم سے پہلے پہلے ختم کرنا شرعاً ضروری نہیں، ابتدائے اسلام میں تین دن سے زیادہ رکھنے کی ممانعت تھی جو بعد میں منسوخ ہو گئی۔ لہٰذا قربانی کرنے والا یا جسے وہ دے جب تک چاہیں استعمال کر سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ محرم میں قربانی کا گوشت کھانے کو گناہ کہنا اٹکل سے بغیر تحقیق کے غلط مسئلہ بتانا ہے جو بلاشبہ ناجائز و گناہ ہے اس لئے کہنے والے پر توبہ واجب ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

صفر اور ربیع الاوّل کے مہینہ میں تعمیرات کروانا؟

فتویٰ 192

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ صفر یا ربیع الاول کے مہینے میں تعمیرات کا کام کرواسکتے ہیں یا نہیں، بعض لوگ ان مہینوں میں کام کرنے کو نقصان دہ و منحوس سمجھتے ہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟ سائل: محمد نعیم عطاری (تالاب نمبر 3: حیدر آباد)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صفر یا ربیع الاول یا کسی اور مہینے میں تعمیرات یا دیگر کوئی بھی جائز کام کرسکتے ہیں شرعاً اس کی کوئی بھی ممانعت نہیں اور کسی کا ان مہینوں میں کام کرنے کو نقصان دہ و منحوس سمجھنا غلط و بے اصل ہے اور ایسی سوچ زمانۂ جاہلیت میں پائی جاتی تھی جس سے اسلام نے منع کر دیا۔

نیز اس ماہ (یعنی صفر المظفر) میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناساز ہوئی تھی مگر اس وجہ سے اس ماہ کو منحوس نہیں کہہ سکتے کہ اگر ایسا ہو تو جس ماہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری وصال شریف ہوا وہ ماہ زیادہ منحوس قرار دینا پڑے گا جو کہ سراسر باطل ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــه

مفتی محمد قاسم عطاری

اگر صحابۂ کرام علیہمُ الرِّضوان سے میلاد شریف کی محافل منعقد کرکے یومِ ولادت منانا ثابت نہیں تو کیا ایسا کرنا ناجائز ہو گا؟

فتویٰ 193

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض

لوگ کہتے ہیں کہ جشنِ ولادت نہ تو حضور صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے منائی نہ ہی خلفائے راشدین میں کسی نے منائی لہٰذا یہ بدعت ہے اور حدیث میں ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے جس کا انجام جہنّم ہے۔ برائے کرم اس کا تسلّی بخش جواب عنایت فرمائیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

کسی کام کے ناجائز ہونے کا دارومدار اس بات پر نہیں کہ یہ کام حضورِ اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم یا صحابۂ کرام علیہمُ الرِّضوان نے نہیں کیا بلکہ مدار اس بات پر ہے کہ اس کام سے اللہ اور اس کے رسول صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے منع فرمایا ہے یا نہیں؟ اگر منع فرمایا ہے تو وہ کام ناجائز ہے اور منع نہیں فرمایا تو جائز ہے۔ کیونکہ فقہ کا یہ قاعدہ بھی ہے کہ ”الاصل فی الاشیاء الاباحۃ“ ترجمہ: تمام چیزوں میں اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہیں۔ یعنی ہر چیز مباح اور حلال ہے ہاں اگر کسی چیز کو شریعت منع کر دے تو وہ منع ہے، یعنی ممانعت سے حرمت ثابت ہوگی نہ کہ نئے ہونے سے۔ یہ قاعدہ قرآنِ پاک اور احادیثِ صحیحہ و اقوالِ فقہا سے ثابت ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالٰی فرماتا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــٴَـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْۚ-وَ اِنْ تَسْــٴَـلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْؕ-عَفَا اللّٰهُ عَنْهَاؕ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بُری لگیں اور اگر انہیں اس وقت پوچھو گے کہ قرآن اُتر رہا ہے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی اللہ انہیں معاف فرما چکا ہے۔ (پ7، المائدہ: 101)

صدر الافاضل حضرت علّامہ مولانا سیّد محمد نعیمُ الدّین مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی فرماتے ہیں: ”اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس اَمر کی شَرع میں ممانعت نہ آئی ہو وہ مباح

ہے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حلال وہ ہے جو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا حرام وہ ہے جس کو اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس سے سکوت کیا وہ معاف ہے تو کلفت میں نہ پڑو۔" (خزائن العرفان، ص224)

حدیثِ پاک میں ہے: "الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ و ما سکت عنہ فھو مما عفٰی عنہ" ترجمہ: حلال وہ ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال فرمادیا اور حرام وہ ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام فرمادیا اور جس پر خاموشی فرمائی وہ معاف ہے۔ (ترمذی، 3/280، حدیث:1732)

چونکہ محافلِ دینیہ منعقد کرکے عید میلاد منانے کی ممانعت قرآن و حدیث، اقوالِ فقہا نیز شریعت میں کہیں بھی وارد نہیں، لہٰذا جشنِ ولادت منانا بھی جائز ہے اور صدیوں سے علما نے اسے جائز اور مستحسن قرار دیا ہے۔

شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ لکھتے ہیں: "ربیعُ الاوّل چونکہ حضور صلّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کی ولادتِ باسعادت کا مہینا ہے لہٰذا اس میں تمام اہلِ اسلام ہمیشہ سے میلاد کی خوشی میں محافل کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس کی راتوں میں صدقات اور اچھے اعمال میں کثرت کرتے ہیں۔ خصوصاً ان محافل میں آپ کی میلاد کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالٰی کی رحمتیں حاصل کرتے ہیں۔ محفلِ میلاد کی یہ برکت مجرّب ہے کہ اس کی وجہ سے یہ سال امن کے ساتھ گزرتا ہے۔ اللہ تعالٰی اس آدمی پر اپنا فضل و احسان کرے جس نے آپ کے میلاد مبارک کو عید بنا کر ایسے شخص پر شدّت کی جس کے دل میں مرض ہے۔" (المواہب اللدنیہ، 1/27)

شیخ عبدالحق محدّث دِہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

ولادتِ باسعادت کے مہینے میں محفلِ میلاد کا انعقاد تمام عالَمِ اسلام کا ہمیشہ سے معمول رہا ہے۔ اس کی راتوں میں صدقہ خوشی کا اظہار اور اس موقع پر خُصوصاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر ظاہر ہونے والے واقعات کا تذکرہ مسلمانوں کا خُصوصی معمول ہے۔"

(ما ثبت بالسنہ، ص102)

امام جمالُ الدّین الکتانی لکھتے ہیں: "حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی ولادت کا دن نہایت ہی معظّم، مقدّس اور محترم و مبارَک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود پاک اتّباع کرنے والے کے لئے ذریعۂ نجات ہے جس نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اس نے اپنے آپ کو جہنّم سے محفوظ کرلیا۔ لہٰذا ایسے موقع پر خوشی کا اظہار کرنا اور حسبِ توفیق خرچ کرنا نہایت مناسب ہے۔" (سبل الہدیٰ والرشاد، 1/364)

اور یہ کہنا کہ "ہر نیا کام گمراہی ہے" دُرست نہیں کیونکہ بدعت کی ابتدائی طور پر دو قسمیں ہیں بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیّئہ۔ بدعتِ حسنہ وہ نیا کام ہے جو کسی سنّت کے خلاف نہ ہو جیسے مَولِد شریف کے موقع پر محافلِ میلاد، جلوس، سالانہ قراءت کی محافل کے پروگرام، ختمِ بخاری کی محافل وغیرہ۔

بدعتِ سیّئہ وہ ہے جو کسی سنّت کے خلاف یا سنّت کو مٹانے والی ہو جیسے غیرِ عربی میں خُطبۂ جُمعہ و عیدین۔

چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: معلوم ہونا چاہیے کہ جو کچھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نکلا اور ظاہر ہوا بدعت کہلاتا ہے پھر اس میں سے جو کچھ اصول کے موافق اور قواعد سنّت کے مطابق ہو اور کتاب و سنّت پر قیاس کیا گیا ہو بدعتِ حسنہ کہلاتا ہے اور جو ان اصول و قواعد کے خلاف ہو اسے

بدعت ِ ضلالت کہتے ہیں۔ اور کل بدعۃ ضلالۃ کا کلیہ اس دوسری قسم کے ساتھ خاص ہے۔ (اشعۃ اللمعات مترجم، 1/422)

بلکہ حدیث پاک میں نئی اور اچھی چیز ایجاد کرنے والے کو تو ثواب کی بشارت ہے۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے: ”مَنْ سَنَّ فِی الإِسلامِ سنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہُ أَجرُھا، وأَجرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا بَعْدَہُ، مِنْ غَیرِ أَنْ یَّنقُصَ مِنْ أُجُورِھِمْ شَیْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِی الإِسْلامِ سُنَّۃً سَیِّئَۃً کَانَ عَلَیہِ وِزْرُھَا، وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ بَعْدِہِ، مِنْ غَیرِ أَنْ یَّنقُصَ مِنْ أَوْزَارِھِمْ شَیْءٌ“ ترجمہ: جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے تو اس پر اسے ثواب ملے گا اور اس کے بعد جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے تمام کے برابر اس جاری کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا اور ان کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ اور جو شخص اسلام میں بُرا طریقہ جاری کرے تو اس پر اسے گناہ ملے گا اور اس کے بعد جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے ان سب کے برابر اس جاری کرنے والے کو بھی گناہ ملے گا اور ان کے گناہ میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی۔ (مسلم، ص394، حدیث:1017)

جشنِ ولادت منانا بھی ایک اچھا کام ہے جو کسی سنّت کے خلاف نہیں بلکہ عین قرآن وسنّت کے ضابطوں کے مطابق ہے۔ رب تعالیٰ کی نعمت پر خوشی کا حکم خود قرآنِ پاک نے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾ ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں۔

(پ11، یونس:58)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ﴿وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ (پ30، والضحیٰ:11) ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

خود حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا یوم میلاد روزہ رکھ کر مناتے چنانچہ آپ ہر

پیر کو روزہ رکھتے تھے جب اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا: ''اسی دن میری ولادت ہوئی اور اسی روز مجھ پر وحی نازل ہوئی۔'' (مسلم، ص455، حدیث:2750)

خلاصہ کلام یہ کہ شریعت کے دائرہ میں رہ کر خوشی منانا، مختلف جائز طریقوں سے اظہارِ مسرّت کرنا اور محافلِ میلاد کا انعقاد کرکے ذکرِ مصطفٰے کرتے ہوئے ان پر مسرت و مبارک لمحات کو یاد کرنا جو سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے کا وقت ہے بہت بڑی سعادت مندی کی بات ہے۔ مزید تفصیل کے لئے علمائے اہلِ سنّت کی کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــــہ

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

کیا فتاویٰ رضویہ میں تاریخِ ولادت 8 ربیع الاول لکھی ہے؟

فتویٰ 194

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کچھ لوگوں نے اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کا حوالہ دے کر ایک اسٹیکر شائع کیا ہے جس میں درج ہے کہ آپ نے اپنے رسالے ''نطق الھلال'' فتاویٰ رضویہ، جلد26 میں لکھا ہے کہ ولادتِ (پیدائش) نبیِّ کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم 8 ربیعُ الاوّل ہے اور وفاتِ نبیِّ کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم 12 ربیعُ الاوّل ہے۔ کیا واقعی اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کا یہی موقف ہے کہ حُضورِ اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کی ولادت آٹھ ربیعُ الاوّل کو ہوئی؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت مجدد دین وملت شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی تحقیق یہی ہے کہ جشن ولادت بارہ ربیع الاوّل کو منایا جائے۔

فتاویٰ رضویہ جلد 26 صفحہ 411 پر ہے۔ "اس (ولادت کی تاریخ کے بارے) میں اقوال بہت مختلف ہیں، دو، آٹھ، دس، بارہ، سترہ، اٹھارہ، بائیس، سات (7) قول ہیں مگر اشہر واکثر وماخوذ ومعتبر بارہویں ہے۔ مکۂ معظّمہ میں ہمیشہ اسی تاریخ کو مکانِ مولدِ اقدس کی زیارت کرتے ہیں کما فی المواھب والمدارج (جیسا کہ مواھب لدنیہ اور مدارج نبوۃ میں ہے) اور خاص اس مکانِ جنّت نشان میں اسی تاریخ میں مجلس میلادِ مقدّس ہوتی ہے۔"

فتاویٰ رضویہ جلد 26 صفحہ 427 پر ہے: "شرعِ مُطہّر میں مشہور بینَ الجمہور ہونے کے لئے وقعتِ عظیم ہے (یعنی جو موقف اکثر علما کا ہو وہ خود ایک بہت بڑی دلیل ہوتی ہے) اور مشہور عندَ الجمہور 12 ربیعُ الاوّل ہے" اور علمِ ھَیئَت وزیجات کے حساب سے روز ولادت شریف 8 ربیعُ الاوّل ہے۔

مزید فرماتے ہیں" تعامل مسلمین حرمین شریفین و مصر وشام بلاد اسلام وہندوستان میں بارہ ہی پر ہے اس پر عمل کیا جائے۔ الخ"

جب کوئی محققِ وقت کسی مسئلہ پر قلم اٹھاتا ہے تو وہ اس مسئلہ سے متعلّق مختلف لوگوں کی آراء اور اقوال بھی نقل کرتا ہے اس مقام پر امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے اسی طرح کا طرزِ عمل اختیار کرتے ہوئے مختلف لوگوں کے موقف کو بھی بیان فرمایا اور علم زیج والوں کا قول بھی نقل کیا کہ وہ تمام کے تمام آٹھ ربیعُ الاوّل کو یوم

ولادت قرار دیتے ہیں۔

محض آدھی بات کو لے کر پروپیگنڈا کرنا اور اس بات کو چھوڑ دینا کہ امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمہور کا موقف کس تاریخ کو قرار دیا ہے اور کس تاریخ کو جشنِ ولادت منانے کی تاکید کی ہے انصاف کے خلاف اور غلط روش ہے۔خود امامِ اہلِ سنّت رحمۃُ اللہِ تعالیٰ علیہ نے اپنے اشعار میں بارہویں تاریخ ہی کو لے کر لمحات مسرّت ہونا بیان کیا اور برادرِ اعلیٰ حضرت نے تو ایک پورا کلام ہی ''بارہویں تاریخ'' کا قافیہ لے کر کہا ہے اور ان کا وصال امامِ اہلِ سنّت کی زندگی ہی میں ہوا اور امامِ اہلِ سنّت ان کے کلام کے پڑھنے کی تاکید کرتے رہے۔ پھر یہ کہنا اور تأثّر دینا کہ 12 تاریخ کو جشنِ ولادت منانا امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مَنشا کے خلاف ہے بہت بڑی زیادتی ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم

کتبـــــــــــہ
مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

اسلامی بہن کا مُعلِّمہ یا سُنّی عالِمہ کا ہاتھ چومنا

فتویٰ 195

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اسلامی بہنیں اپنی مُعلِّمہ یا کسی سُنّی عالِمہ اسلامی بہن یا اپنے شوہر کی دَست بوسی کر سکتی ہیں یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نیّتِ صالحہ و محمودہ (نیک اور پسندیدہ نیّت) کے ساتھ اسلامی بہنوں کا اپنی مُعلِّمہ یا سُنّی

عالمہ اسلامی بہن کے ہاتھ چومنا جائز بلکہ مستحب ہے بشرطیکہ کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے ہاتھ اور پاؤں مبارک کو چوما کرتے تھے۔ اپنے شوہر کے ہاتھ چومنا بھی جائز ہے لِعَدَمِ المَانِعِ الشَّرعِی کیونکہ شریعتِ مُطَہَّرہ نے اس سے منع نہیں کیا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــہ

مفتی محمد ہاشم خان عطاری

عورت کا اجنبی ڈاکٹر کے ساتھ خلوت اختیار کرنا

فتویٰ 196

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ یو کے (U.k) میں عموماً اس طرح ہوتا ہے کہ خاتون اکیلی ڈاکٹر کے پاس جاتی ہے اور کئی مرتبہ ڈاکٹر اور عورت کے درمیان خَلْوَت (تنہائی) والی صورت پائی جاتی ہے تو اس طرح کی صورتِ حال میں کوئی عورت کسی مرد پیشہ ور ڈاکٹر کے پاس جاسکتی ہے؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں جوان عورت کا کسی اجنبی (غیر محرم) ڈاکٹر کے ساتھ کمرے میں خَلْوَت (تنہائی) اختیار کرنا شرعی طور پر ناجائز و حرام ہے۔ چونکہ اجنبی مرد و عورت کا تنہائی میں جمع ہونا فتنے کا باعث ہے اس لئے شریعت نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ ہاں اگر وہ نو سال سے کم عمر کی ہے یا حدِ فتنہ سے نکل چکی ہے یعنی ساٹھ ستر سال کی بدشکل وکریہ

النّظر (یعنی جس کی طرف دیکھنا پسندیدہ نہ ہو) بڑھیا ہو تو پھر خَلْوت حرام نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــــہ	الجواب صحیح
محمد ساجد عطاری مدنی	مفتی محمد ہاشم خان عطاری

مسلمان عورت کا غیر مسلم عورت سے چیک اَپ کروانا

فتویٰ 197

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ یوکے (U.k.) میں خاتون جب چائلڈ لیبر (Child Labor) میں ہوتی ہے تو عمومی طور پر ڈلیوری کے لئے خاتون ڈاکٹر غیر مسلم ہوتی ہے تو کیا ان حالات میں ایک مسلمان عورت غیر مسلم خاتون ڈاکٹر کے سامنے اپنا جسم ظاہر کر سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں کسی مسلمان خاتون کا غیر مسلم خاتون سے ڈلیوری کروانا یا اس کے سامنے اپنے اَعْضاءِ ستر کھولنا جائز نہیں ہے کیونکہ مسلمان خاتون کا کافرہ عورت سے بھی اُسی طرح کا پردہ ہے جس طرح غیر مرد سے، یعنی جن اَعْضاء کو اجنبی مرد کے سامنے کھولنا جائز نہیں وہ اَعْضاء غیر مسلم خاتون کے سامنا کھولنا بھی جائز نہیں۔ہاں اگر واقعتاً ایمرجنسی (Emergency) ہو جائے اور مسلمان دائی (Mid Wife) کی فراہمی ممکن نہ ہو تو سخت مجبوری کی حالت میں کافِرہ سے یہ خدمت لی جاسکتی ہے۔

جو مسلمان ایسے ممالک میں رہتے ہیں اُن کو پہلے سے ایسے ہسپتال (Hospital)

ذِہن میں رکھنے چاہئیں جہاں مسلمان لیڈی ڈاکٹرز، نرسیں اور دائیاں دستیاب ہو جاتی ہوں تاکہ بوقتِ ضرورت فوری طور پر اس ہسپتال میں جایا جائے اور کسی غیر مسلم کے سامنے اَعْضاءِ عورت ظاہر کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبہ
مفتی محمد ہاشم خان عطاری	محمد ساجد عطاری مدنی

عورتوں کا مائیک پر نعت خوانی کرنا

فتویٰ 198

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کا مائیک پر خوش اِلحانی کے ساتھ اس طرح نعت خوانی وغیرہ محافل کا اِنعقاد کرنا کہ جس کی وجہ سے ان کی آواز غیر محرموں تک جاتی ہو، جائز ہے یا نہیں؟ بیان فرمادیں۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورتوں کا مائیک وغیرہ پر خوش اِلحانی کے ساتھ اس طرح نعت خوانی کرنا کہ ان کی آواز نامَحرموں تک جاتی ہو ناجائز و حرام ہے کہ عورت کی خوش اِلحانی و ترنُّم والی آواز بھی عورت یعنی پردہ کی چیز ہے۔

سیِّدی اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرَّحمٰن ارشاد فرماتے ہیں: "عورت کا خوش اِلحانی سے باآواز ایسا پڑھنا کہ نامحرموں کو اس کے نغمہ کی آواز جائے حرام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، 22/242)

سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربِّ العزت سے سوال ہوا کہ عورتیں باہم گلا ملا کر مَولود شریف پڑھتی ہیں اور ان کی آوازیں غیر مرد باہر سنتے ہیں تو اب ان کا اس طریقہ سے مَولود شریف پڑھنا ان کے حق میں باعث ثواب کا ہے یا کیا؟ اس کے جواب میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: عورتوں کا اس طرح پڑھنا کہ ان کی آواز نامحرم سنیں، باعثِ ثواب نہیں بلکہ گناہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، 22/245)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

غسل فرض ہونے کی صورت میں دودھ پلانا کیسا؟

فتویٰ 199

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بیان میں کہ جنابت کی وجہ سے غسل فرض ہو تو کیا عورت اس حالت میں اپنے بچے کو دودھ پلا سکتی ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جنابت نجاستِ حقیقیہ نہیں بلکہ حُکمیہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ نے اس حالت میں نماز، قرآنِ پاک کی تلاوت، دخولِ مسجد وغیرہ مخصوص امور سے ممانعت فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ جُنبی کا پسینہ، لُعاب وغیرہ پاک ہی رہتے ہیں لہٰذا غسل فرض ہونے کی حالت میں بھی عورت کا دودھ پاک ہے اور اس حالت میں بچہ کو پلانا بھی جائز ہے کہ اس کے لئے طہارت ضَروری نہیں ہے۔

تنبیہ: یاد رہے کہ جس پر غسل فرض ہو، اسے چاہیے کہ نہانے میں تاخیر نہ کرے، اگر فی الوقت غسل

نہیں کرتا تو کم از کم اسے وضو کرلینا چاہیے کیونکہ فرشتے جُنبی شخص کے قریب نہیں آتے۔ لیکن یہ جلدی غسل کرنا یا وضو کرنا فرض یا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص بلاوجہ غسل میں تاخیر بھی کرے تو گنہگار نہیں ہوگا۔ ہاں اتنی تاخیر کہ جس سے نماز کا وقت نکل جائے یا مکروہ تحریمی وقت شروع ہو جائے بلاشبہ ناجائز ہے، اتنی تاخیر سے ضرور گنہگار ہوگا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

کتبـــــــــــہ

مفتی فضیل رضا عطاری

عورت کا اپنے غیر محرم پیر و مرشد سے پردہ

فتویٰ 200

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا جوان عورت بال، کلائیاں اور چہرہ کھول کر اپنے غیر محرم پیر و مرشد کے سامنے آسکتی ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کا جس طرح نامحرم اجنبی شخص سے پردہ کرنا فرض ہے اسی طرح عورت کا اپنے نامحرم پیر و مرشد سے پردہ کرنا بھی فرض ہے کہ پردے کے معاملے میں دونوں کا حکم یکساں ہے، لہٰذا عورت کا بال یا کلائیاں کھول کر اپنے نامحرم پیر کے سامنے آنا حرام اور اسی طرح چہرہ کھول کر آنا بھی سخت منع ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــــہ
مفتی محمد قاسم عطاری	عبد الرب شاکر عطاری مدنی

مخصوص ایام میں عورت کا ناخن کاٹنا کیسا؟

فتویٰ 201

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت حیض و نفاس کی حالت میں ناخن کاٹ سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کی وضاحت فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر عورت حیض اور نِفاس سے پاک ہوگئی اور ابھی تک غسل نہیں کیا تو اس حالت میں اس کے لئے ناخن کاٹنا مکروہ ہے کہ یہ حیض و نفاس سے پاک ہونے کے وقت حدث والی ہوئی ہے، اور اس پر اس وقت غسل فرض ہوا ہے، اب اس حالت میں وہ جُنبی کی طرح ہے، جیسے جنبی کے لئے حالتِ جنابت میں ناخن کاٹنا مکروہ ہے اس کے لئے بھی مکروہ ہے، اور اگر وہ حیض و نِفاس سے پاک نہیں ہوئی تو اس حالت میں ناخن کاٹ سکتی ہے کیونکہ ابھی تک یہ حدث والی نہیں ہے اور اس پر غسل فرض نہیں ہے، اس حالت میں وہ اس معاملے میں پاک آدمی کی طرح ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــــہ
مفتی محمد قاسم عطاری	محمد نوید چشتی

کیا عورت بھی پیر ہوسکتی ہے؟

فتویٰ 202

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا

عورت بھی پیر ہو سکتی ہے اور اس سے عورتیں بیعت ہو سکتی ہیں یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پیر کا مرد ہونا ضرور ہے لہٰذا اسلف صالحین سے آج تک کوئی عورت پیر نہیں بنی اس لئے عورت کو پیری، مریدی کرنے کی اجازت نہیں اور نہ ہی کسی عورت کو یہ اجازت ہے کہ وہ کسی خاتون کی مریدنی بنے، لہٰذا خواتین کو بھی چاہیے کسی جامع شرائط پیر کامل مرد سے بیعت ہوں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــہ
مفتی محمد قاسم عطاری	ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری

فہرست

فقہائے سبعہ

حضرت سیِّدُنا سعید بن مُسَیِّب، حضرت سیِّدُنا عُروہ بن زُبَیر، حضرت سیِّدُنا قاسم بن محمد بن ابی بکر، حضرت سیِّدُنا ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن حارث، حضرت سیِّدُنا خارجہ بن زید بن ثابت، حضرت سیِّدُنا عُبَیْدُ اللہ بن عبدُ اللہ بن عُتْبہ اور حضرت سیِّدُنا سلیمان بن یسار رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِم۔

سیِّدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ حیاتُ الْحَیْوَان کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ امام دَمیری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے بعض اہل خیر سے روایت کیا: اِنَّ اَسْمَاءَ الْفُقَهَاءِ السَّبْعَةِ الَّذِیْنَ كَانُوْا بِالْمَدِیْنَةِ الشَّرِیْفَةِ اِذَا كُتِبَتْ فِیْ رُقْعَةٍ وَّجُعِلَتْ فِی الْقَمْحِ فَاِنَّهٗ لَا یُسَوَّسُ مَادَامَتِ الرُّقْعَةُ فِیْهِ یعنی مدینہ طیبہ کے ساتوں فقہائے کرام کے اسمائے طیبہ اگر ایک پرچہ میں لکھ کر گیہوں میں رکھ دیا جائے تو جب تک وہ پرچہ رہے گا گیہوں کو گھن نہ لگے گا۔ اسی (یعنی حیاتُ الحَیْوَان) میں بعض اہل تحقیق سے روایت کیا: اِنَّ اَسْمَاءَهُمْ اِذَا كُتِبَتْ وَعُلِّقَتْ عَلَى الرَّاْسِ اَوْ ذُكِرَتْ عَلَیْهِمْ اَزَالَتِ الصُّدَاعَ (یعنی:) ان فقہائے کرام کے نام لکھ کر سر پر رکھے جائیں یا پڑھ کر سر پر دم کئے جائیں تو دردِ سر کھو دیتے ہیں۔

(فتاوٰی افریقہ، ص ۱۷۳، نوری کتب خانہ لاہور پاکستان)

ماخذ و مراجع

کتاب	مطبوعہ	کتاب	مطبوعہ
القرآن الکریم	**************	شرح مسند ابی حنیفۃ لملا علی قاری	دار الکتب العلمیہ بیروت
کنز الایمان	مکتبۃ المدینہ، کراچی ۱۴۳۲ھ		
تفسیر صاوی	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ	فیض القدیر	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
خزائن العرفان	مکتبۃ المدینہ، کراچی ۱۴۳۲ھ	اشعۃ اللمعات (مترجم)	کوئٹہ
مصنف عبد الرزاق	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ	مرآۃ المناجیح	ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور
مصنف ابن ابی شیبۃ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ	المعتقد المنتقد	برکاتی پبلشرز، کراچی ۱۴۲۰ھ
مسندِ احمد	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ	بدائع الصنائع	دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ
صحیح البخاری	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ	الھدایۃ	دار احیاء التراث العربی، بیروت
صحیح مسلم	دار الکتاب العربی، بیروت ۲۰۱۶ء	تبیین الحقائق	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
سنن ابن ماجہ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ	الفتاوی التاتارخانیۃ	باب المدینہ کراچی
سنن ابی داود	دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ	الاشباہ والنظائر	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
سنن الترمذی	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ	حاشیہ شلبی علی تبیین الحقائق	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
المعجم الکبیر	دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۲ھ		
مشکاۃ المصابیح	دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ	در مختار	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
الجامع الصغیر	دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۵ھ	الفتاوی الھندیۃ	کوئٹہ ۱۴۰۶ھ
عمدۃ القاری	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ	فتاوی رملی	مؤسسۃ التاریخ العربی، بیروت
شرح سنن ابن ماجہ للسیوطی	باب المدینہ، کراچی	منحۃ الخالق	کوئٹہ
		رد المحتار	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ

فتاویٰ رضویہ	رضافاونڈیشن لاہور، ۱۴۱۲ھ	المواهب اللدنية	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ
بہارِ شریعت	مکتبۃ المدینہ، کراچی	سبل الهدیٰ والرشاد	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۸ھ
فتاویٰ امجدیہ	مکتبہ رضویہ، کراچی ۱۴۱۹ھ	الصحاح تاج اللغة	دار احیاء التراث العربی، ۱۴۱۹ھ
وقار الفتاویٰ	بزمِ وقار الدین، کراچی ۲۰۰۱ء	مالابد منہ	باب المدینہ کراچی
فتاویٰ فیض الرّسول	شبیر برادرز، لاہور ۱۴۱۱ھ	ماثبت بالسنہ	ادارہ نعیمیہ رضویہ، لاہور
فتاویٰ شارحِ بخاری	مکتبہ برکات المدینہ، ۱۴۳۳ھ	فضائل دعا	مکتبۃ المدینہ، کراچی
حبیب الفتاویٰ	شبیر برادرز، لاہور ۲۰۰۵ء	اسلامی زندگی	مکتبۃ المدینہ، کراچی، ۱۴۳۵ھ

آسمانوں میں شہرت رکھنے والے بندے

فرمانِ مصطفٰے: دنیا میں بھوکے رہنے والے لوگوں کی اَرواح کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قبض فرماتا ہے اور ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ اگر غائب ہوں تو انہیں تلاش نہیں کیا جاتا، موجود ہوں تو پہچانے نہیں جاتے، دنیا میں پوشیدہ ہوتے ہیں مگر آسمانوں میں ان کی شہرت ہوتی ہے، جب جاہل و بے علم شخص انہیں دیکھتا ہے تو بیمار گمان کرتا ہے جبکہ وہ بیمار نہیں ہوتے بلکہ انہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا خوف دامن گیر ہوتا ہے قیامت کے دن یہ لوگ عرش کے سائے میں ہوں گے جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (مسند الفردوس، ۱/ ۲۳۵، حدیث: ۱۶۵۹)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نیک نمازی بننے کے لیے

ہر جمعرات بعد نمازِ مغرب آپ کے یہاں ہونے والے دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سنّتوں بھرے اجتماع میں رضائے الٰہی کے لیے اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ ساری رات شرکت فرمائیے ❁ سنّتوں کی تربیت کے لیے **مدنی قافلے** میں عاشقانِ رسول کے ساتھ ہر ماہ تین دن سفر اور ❁ روزانہ "**فکرِ مدینہ**" کے ذریعے **مدنی انعامات** کا رسالہ پُر کر کے ہر مدنی ماہ کی پہلی تاریخ اپنے یہاں کے ذمے دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے۔

میرا مدنی مقصد: "مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔" اِنْ شَآءَ اللّٰہ اپنی اصلاح کے لیے "**مدنی انعامات**" پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کے لیے "**مدنی قافلوں**" میں سفر کرنا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ






ISBN 978-969-631-934-4
0125768

فیضانِ مدینہ محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 2650 / 1144
Web: www.maktabatulmadinah.com / www.dawateislami.net
Email: feedback@maktabatulmadinah.com / ilmia@dawateislami.net